تجلیاتِ رسالت

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

تجلیاتِ رسالت

سیرتِ طیبہ کے چند اہم عنوانات پر مقالات کا مجموعہ

marfat.com
Marfat.com

تجلّیاتِ رسالت

سیرتِ طیّبہ کے چند اہم عنوانات پر مقالات کا مجموعہ

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدّیقی

marfat.com
Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

زیر اہتمام:

محمد رضاء الدین صدیقی
نجابت علی تارڑ

زاویہ

۸۔سی دربار مارکیٹ، لاہور
۷۱۱۳۵۵۳

۱۹۹۹ء

باراول —— ایک ہزار
ہدیہ —— = ۱۲۰ روپے

مرکز ترسیل

مکتبہ زاویہ

۹۔ مرکز اولیس، دربار مارکیٹ، لاہور
۷۳۲۴۹۴۸

marfat.com
Marfat.com

فہرست

مقدمہ 9

باب اول

عظمت سیرت

☆ ورفعنالک ذکرک 19

☆ رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی 61

☆ خلق محمدی ﷺ 99

☆ معلم اخلاق ﷺ کی سخاوت 115

☆ رسول عربی ﷺ کی شجاعت 119

باب دوم

سرچشمہ ہدایت ﷺ

☆ ہادی کامل ﷺ 125

☆ مصلح اعظم ﷺ 129

☆ مثالی پیغمبر ﷺ 143

☆ پیغام رسالت 173

marfat.com
Marfat.com

باب سوم

رہبر انقلاب ﷺ

☆ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اہمیت تعلیم 195

☆ مصطفوی نظام تعلیم میں مطالعہ کائنات کی اہمیت 203

☆ پیغمبر انقلاب ﷺ اور تعمیر شخصیت 209

☆ تربیت نفس کا نبوی طریق 221

باب چہارم

محسن انسانیت ﷺ

☆ حضور اکرم ﷺ بحیثیت سیاسی مفکر 237

☆ غربت وافلاس کا نبوی حل 243

☆ آجر واجیر اخلاقیات نبوی کی روشنی میں 249

باب پنجم

مرکز محبت ﷺ

☆ عشق مصطفی ﷺ کیوں" 263

☆ عشق رسول ﷺ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ 275

marfat.com
Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے ایک فرد کی سوانح نہیں' بلکہ دنیا کی عظیم ترین تہذیب کا سرچشمہ' دین اسلام کی مکمل تصویر اور پوری کائنات کے لئے دائمی دستور حیات ہے۔ اب رہتی دنیا نسل انسانی کیلئے زندگی کا ہر کمال' ہدایت کی ہر سبیل اور فلاح کا ہر راستہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی سے وابستہ ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت آفاق کی سب وسعتوں پر حاوی اور وقت کے لامتناہی تسلسل پر محیط ہے' اور کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ اصل کائنات بھی ہیں' روح شش جہات بھی اور حاصل حیات بھی کہ اس بزم ہست و بود میں ہر طرف رنگ و بو اور نکہت و نور کی جو ندیاں رواں ہیں سب اسی حسن مجسم ﷺ کی جلوہ آرائیاں ہیں۔ مطلع صبح ازل بھی اسی نور مصطفےٰ کے جلووں سے فیض یاب ہے اور چہرہ شام ابد بھی اسی جلوہ نور کی ضیاء باریوں سے تابناک ہوگا۔ گلوں میں رنگ' ستاروں میں روشنی اور بہاروں میں تازگی' غرض عالم آب و خاک کا سارا فروغ اسی ذات اقدس سے ہے۔

انہی کے نور کا پرتو ہے عالم امکاں
انہی کے جلووں کا عکس جمیل نور حیات

شریعت کے آتشیں لہجے میں بات کی جائے تو نبی کریم ﷺ کی تصدیق معیار ایمان' آپ ﷺ کی محبت اساس دین اور آپ ﷺ کی اتباع حاصل زیست ہے۔ ہماری تہذیب و ثقافت کا محور' ہمارے نظام فکر و عمل کا سرچشمہ اور ہمارے ملی وجود کا سہارا نبوت محمدی ﷺ ہے۔ اس کے بغیر ادیان عالم میں اسلام کا امتیاز اور امت مسلمہ کا جداگانہ تشخص ناممکن ہے۔ نسبت محمدی علی صاحبہا التحیۃ کے بغیر ایمان باللہ بھی معتبر نہیں کہ اسلام میں خدا کو صرف یکتا ماننا کافی نہیں بلکہ

marfat.com
Marfat.com

اسے رب محمد ﷺ کی حیثیت میں ماننا درکار ہے۔ محبوب خدا ﷺ کی محبت' اتباع اور غلامی سے ہٹ کر براہ راست اللہ تعالیٰ تک رسائی کا ہر تصور گمراہی اور ہر قدم رائیگاں ہے۔

حقیقت بندگی کی راہیں' مدینہ طیبہ سے گزریں
ملے نہ اس شخص کو خدا بھی' جو تیری دہلیز پر نہ ٹھہرے

الغرض نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی جوہر حیات' حاصل کائنات اور معیار دین ہے۔ قرآن حکیم کی متعدد تصریحات سے ظاہر ہے کہ توحید و آخرت سمیت تمام عقائد' جملہ ارکان واحکام اور سب اخلاق واعمال صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے اور آپ ﷺ کی ذات اقدس پر کامل وثوق واعتماد کی بنیاد پر ہی مقبول ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت مطہرہ سے ہٹ کر ایمان و عمل کا کوئی تصور ازروئے اسلام پیدا نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کی محبت واتباع کے بغیر راہ حیات میں اٹھنے والا ہر قدم گمراہی کی تیرہ و تار منزلوں کی طرف ہی بڑھتا ہے۔

انہی سے عہد غلامی اگر نہ قائم ہو
تو پھر یہ عمر گریزاں ہے سر بسر الزام

اس اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ نہ صرف اہل اسلام کا دینی و ملی فریضہ قرار پاتا ہے بلکہ حیات انسانی کی تعمیر و تکمیل اور اخروی فلاح وسعادت کا لازمی وسیلہ بھی ٹھہرتا ہے۔ زندگی اسلام کے ہدایتی سانچے میں تبھی ڈھل سکتی ہے جبکہ قرآن کریم کی نظری تعلیمات کے ساتھ اسوہ حسنہ کے درخشندہ عملی نقوش کی بھی کامل اتباع کی جائے۔ صرف اسی طرح انسان اپنے وجود کا داخلی مرکز دریافت کر سکتا اور حیات و کائنات کی آخری منزل تک سفر کر سکتا ہے کیونکہ حضور ﷺ کی ذات اقدس اور سیرت طیبہ مومن کے لئے خود اس کے اپنے وجود کی گہرائی اور گیرائی سے بھی زیادہ محیط' زیادہ قریب اور زیادہ عزیز ہے جیسا کہ فرمایا۔

marfat.com
Marfat.com

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ

دراصل نبوت ورسالت کا کام صرف نوع انسانی تک پیغام الٰہی کا ابلاغ نہیں بلکہ وہ انسانی وجود میں حرکی طور پر متصرف ایک انتہائی فعالی قوت ہے جو اپنے فرائض منصبی یعنی دعوت و تعلیم اور تزکیہ و تربیت کے ذریعے افراد کو نشو و نمائے ذات اور ملت کو تعمیر واستحکام کی لامتناہی منزلیں طے کرا رہی ہے۔ معروف نومسلم مفکر حسن عبدالحکیم (گائی ایٹن) کے الفاظ میں۔

"The sunnah of the prophet (P.B.U.H) provides not only a framework but also as it were a network of channels into which the believer's will enters and through which it flows smoothly both guided and guarded, (ISLAM AND THE DESTINY OF MAN P.187)

یعنی پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت و سنت نہ صرف ایک لائحہ عمل مہیا کرتی ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ نہروں کا ایک ایسا شاخ در شاخ جال ہو جس میں اہل ایمان کا منشاوارادہ داخل ہو کر محفوظ اور ہدایت یافتہ طریقے پر نہایت پرسکون اور سہل انداز میں مثل آب رواں دواں ہوتا ہے۔

نجات اخروی و فوز دنیوی کے لئے
وہ ایک نور کا جادہ ہیں ہر کسی کے لئے

پھر یہ بھی ہے کہ حضور نبی رحمت ﷺ کی سیرت مطہرہ تزکیہ نفس اور تعمیر شخصیت و کردار کا سب سے موثر اور طاقتور ذریعہ ہے۔ قرآن حکیم کے الوہی کلمات کے بعد انسانی قلب و دماغ کے لئے سب سے زیادہ اثر انگیز اور حیات آفریں سرچشمہ سیرت مطہرہ ہی ہے جس سے آدمی کا دل یقین و ایمان کی انمول

marfat.com
Marfat.com

حلاوت سے آشنا ہوتا اور اس کے جذبہ شوق کی آبیاری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ نے اس آدمی کو جو ہر قسم کے علوم و فنون سے پوری طرح آراستہ ہونے کے باوجود روحانی کرب و اضطراب میں مبتلا تھا' یہ وصیت کی کہ سب کچھ چھوڑ کر صرف سیرت نبوی کے مطالعہ اور تدبر و تفکر میں منہمک ہو جائے کیونکہ دل' دماغ اور روح کی تمام بیماریوں کے لئے یہی ایک نسخہ شفا کافی ہے بقول اقبال ۔

زندہ تا سوز او در جان تست
ایں نگہ دارندہ ایمان تست

آج کے پر آشوب دور میں جبکہ پوری نسل انسانی ایک زبردست فتنہ و فساد میں مبتلا اور ہولناک تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے' مادیت کا زہر ہلاہل ہر شخص کی رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے اور جنگ و جدال کی آگ نے امن عالم کو خاکستر کر دیا ہے' ایسے میں انسانیت کی استواری و ہمواری اور اولاد آدم کی فلاح و سعادت کے لئے مطالعہ سیرت النبی ﷺ کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی ہے کیونکہ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہی وہ جادہ ہدایت ہے جو کاروان انسانیت کو کرب و اضطراب کے تپتے صحرا سے نجات دلا سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت تک دنیا میں حقیقی امن و امان قائم نہیں ہو سکتا اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں کامل آسودگی نہیں آسکتی جب تک دنیا حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے دامن لطف و کرم سے وابستہ نہیں ہو جاتی اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی پاکیزہ بہار آفریں تعلیمات کو دل و جان سے قبول نہیں کر لیتی۔

ان کی سیرت سے وابستہ نجات عالم
اہل دنیا کے مصائب کا مداوا وہ ہیں

مطالعہ و اتباع سیرت کے اس حیات بخش پیغام کو پوری انسانیت تک پہنچانا' اسے ایک زندہ عملی حقیقت بنانا اور زندگی کے تمام دائروں کو اسوہ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے کی مسلسل جدوجہد کرنا امت مسلمہ کا اہم ترین دینی و ملی فریضہ بن گیا ہے۔ عالمی سطح پر فروغ سیرت و سنت کی اس ملی ذمہ داری سے عہدہ برآ

marfat.com
Marfat.com

ہونے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے خود مسلمانوں کا روحانی اور قلبی تعلق حضور نبی رحمت ﷺ کی ذات گرامی سے پوری طرح استوار کیا جائے۔ اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کا سینہ عشق مصطفےٰ ﷺ کی حرارت سے سرشار ہو اور سارا ماحول آفتاب نبوت ﷺ کی سیرت طیبہ کے انوار و برکات سے جگمگا اٹھے۔ حکیم مشرق کی زبان میں ؎

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

یہی احساس زیر نظر تصنیف کی سطر سطر میں جھلکتا ہے۔ سیرت نگاری علم و فکر کی معراج ہے اور دنیا و عقبیٰ کی سرفرازی۔ اہل ایمان کے لئے یہی ذکر اللہ کی اعلیٰ ترین صورت، حصول قرب الٰہی کی یقینی ضمانت اور محبت و عبادت کی بلند ترین منزل ہے۔ "تجلیات رسالت" کے مصنف استاذ گرامی جناب پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی صاحب محتاج تعارف نہیں۔ "تقابل ادیان" میں تو آپ کا پایہ استناد ہے ہی بے سہیم۔ تفسیر و حدیث، سیرت و تاریخ اور فقہ و تصوف میں بھی آپ فراز علم و فکر کا نشان امتیاز ہیں۔ عمر بھر افراد کو سنوارتے، شخصیات کو نکھارتے اور تعلیم و تربیت کے سانچے وضع کرتے رہے۔ علم کی تفویض ہو کہ افراد کی تخلیق، اداروں کی تشکیل ہو کہ تحریکوں کی آبیاری، تعمیر ملت کے ہر شعبے میں آپ کا کام تکمیل کی حدوں کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔ وطن عزیز میں اس وقت نژاد نو کے جتنے فکری حلقے قائم اور جس قدر تعمیری ادارے سرگرم عمل ہیں سب کسی نہ کسی طور پر آپ کے علم و فکر اور تربیت و رہنمائی سے فیض یاب ہیں۔

تعلیم و تربیت، تہذیب نفوس اور تعمیر ملت کی عظیم جدوجہد میں مصروف رہتے ہوئے بھی استاذ محترم تصنیف و تالیف کے کام سے بے تعلق نہ ہونے پائے۔ تفسیر، تصوف، تقابل ادیان اور سیرت طیبہ کے متنوع دائروں پر آپ کا تخلیقی کام محیط ہے۔ پیش نظر کتاب اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے۔ اس میں گذشتہ بیس برس سے زائد عرصہ پر محیط سیرت طیبہ کے مختلف

marfat.com

Marfat.com

موضوعات پر کی گئی تقاریر، لکھے گئے مضامین اور قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں میں پڑھے گئے مقالات کو ایک حسین و متوازن ترتیب کی لڑی میں پرو کر عقیدت و محبت کا سدا بہار گلدستہ سجایا گیا ہے۔ اس گلدستے میں فکر کی مہکار بھی ہے، جذبوں کی سوغات بھی اور اشکوں کی برسات بھی۔ تحریر میں علم کی فراوانی بھی ہے اور ادبیت کی چاشنی بھی۔ یہ کتاب بارگہ حبیب ﷺ میں ارمغان نیاز بھی ہے، مصنف کے دل دردمند کی پکار بھی اور امت مسلمہ کے لئے آواز درا بھی۔ خدائے قدوس کے حضور استدعا ہے کہ مصنف زید مجدہ کی یہ کاوش ان کے لئے ذخیرہ حسنات اور امت کے لئے پیغام حیات بن جائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا و مولانا
محمد و علی آلہ وصحبہ و بارک وسلم ابدا ابدا

والسلام
گدائے در حبیب ﷺ
سید عبدالرحمٰن بخاری
۱۹ اپریل ۱۹۹۴ء

marfat.com
Marfat.com

حرف آغاز

ہادیان عالم اور پیشوایان مذاہب میں محمد کریم ﷺ کو جو اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے وہ محتاج بیاں نہیں۔ رب کائنات جل شانہ نے ہدایت ربانی کے آخر صحیفے قرآن مجید میں حضور ﷺ کے لئے "رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ" "كَافَّةً لِلنَّاسِ" لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا" جیسے بکثرت الفاظ سے آپ کی عظمت و فوقیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

آپ ﷺ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے اسوہ حسنہ اور دائمی نمونہ عمل ہیں آپ عالمی نبی ہیں' آفاقی نبی ہیں۔ جہاں آپ کی ذات گلدستہ صفات اور مجمع کمالات ہونے کے حوالے سے کائنات حسن ہے۔ وہاں آپ حسن کائنات بھی ہیں لہذا آپ کی حیات طیبہ کا کوئی ایک گوشہ' کوئی ایک پہلو بھی جب بیان کیا جاتا ہے تو آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ کی سیرت طیبہ پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ پوری تاریخ عالم میں کسی پر نہ لکھا گیا لہذا کوئی عظیم و ضخیم تحقیقی اسلوب پر مبنی کتاب پیش کرنا مقصود نہیں

marfat.com
Marfat.com

بلکہ یہ گدائے بے نوا تو محض عقیدت کے چند پھول پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

زیر نظر کتاب وقتاً فوقتاً مختلف مواقع پر سیرت کے اہم موضوعات پر تقاریر و مقالات کا ایک انتخاب ہے۔ ممکن ہے کہ دردمند دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلی ہوئی یہ صدا کسی کے دل میں اتر جائے اور میرے لئے اخروی سعادت و اجر کے حصول کا ذریعہ بن جائے۔

عزیز محترم محمد الیاس اعظمی کا شکر گذار ہوں جنہوں نے ان مقالات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ عزیز گرامی قدر سید عبدالرحمٰن بخاری صاحب (سینئیر ریسرچ ایڈوائزر قائداعظم لائبریری لاہور) کا بھی بے حد ممنون ہوں جنہوں نے انتہائی مفید مشوروں کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا دیباچہ بھی تحریر فرمایا۔

احقر العباد
بشیر احمد صدیقی
۲۱ اپریل ۱۹۹۴ء

marfat.com
Marfat.com

جھلکیاں

باب اول

عظمت سیرت

☆ ورفعنا لک ذکرک

☆ رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی

☆ خلق محمدی ﷺ

☆ معلم اخلاق کی سخاوت

☆ رسول عربی ﷺ کی شجاعت

marfat.com
Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

کیا آج اس محسوس و مشہور روئے زمین پر اس دور دور پھیلی ہوئی وسیع دھرتی پر کوئی دن، کوئی رات، کوئی گھڑی، کوئی پل، کوئی لمحہ ایسا گزرتا ہے جس میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد عربی ﷺ کا مبارک ذکر نہ ہو رہا ہو؟ مناروں سے بلند ہونے والے جلسوں میں حضور ﷺ کا پیارا نام فضاؤں میں ارتعاش پیدا کرتا کانوں میں رس گھولتا روح و قلب کو گرماتا ایمان کو تازگی اور حلاوت بخشتا، قرآن حکیم کی آیت کریمہ ''وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ'' کی صداقت پر گواہی دیتا نظر آتا ہے۔

اس آیت کریمہ کا نزول سوا چودہ سو برس پہلے ہوا تھا۔ تاریخ کے اس دور پر نظر دوڑائیے۔ مکہ کی گلیوں میں ''فرد واحد'' لوگوں کو توحید کی دعوت دے رہا ہے لیکن انواع و اقسام کے بتوں کی پرستش کرنے والے، آباؤ اجداد کی اندھی پیروی کرنے والے، شرک کی مروج صورتوں پر پورے عزم و یقین سے کاربند

marfat.com

Marfat.com

مشرکین پر توحید کا یہ پیغام تجلی بن کر گرتا ہے۔ وہ عظیم ہستی جو توحید کا پیغام دینے سے قبل لوگوں کے اعتماد اور امانات کا مرکز' مکہ میں صادق و امین کے القاب سے معروف' حجر اسود کے نصب ہونے کے موقع پر قبائلی بغض و عناد کو اتحاد و اتفاق میں بدلنے والی صلح و امن کی داعی حیاداری اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہونے کی بنا پر لوگوں کی تحسین و ستائش کا محور تھی اعلان نبوت کے بعد یکایک لوگوں کی کھلی عداوت کا مرکز قرار پاتی ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ان حالات کی کتنی خوبصورت عکاسی کی ہے۔

"نبوت کا بار امانت کوئی معمولی بوجھ نہ تھا یہ وہ کوہ گراں تھا جسے آسمانوں اور پہاڑوں نے بھی اٹھانے سے معذوری ظاہر کر دی تھی' حضور نبی کریم ﷺ نے دعوت توحید کا آغاز کیا تو مکہ کی ساری فضا سلگنے لگ گئی۔ لوگوں کے اطوار بدل گئے' ہر چہرہ پر نفرت' ہر آنکھ میں عناد کے شعلے ناچنے لگے" (۱)

ایسے دلگداز اور روح فرسا حالات میں' حکیم و خبیر رب کائنات کی طرف سے سورۃ الانشراح کا نزول وقت کے عین تقاضوں کے مطابق ہوا۔ جسٹس صاحب کے بقول:

"ان سراسر ناموافق حالات میں قلب نبوت کے لئے راحت و سکون کا اگر کوئی پیغام ہو سکتا تھا تو وہ اس کے کریم پروردگار کا ہی ارشاد ہو سکتا تھا چنانچہ جبرائیل امین حاضر ہوئے اور یہ سورت اپنے ملکوتی اور نورانی ہونٹوں سے تلاوت کر کے سنائی' ہر آیت میں ایک عظیم احسان کا مژدہ' ہر آیت میں دلجوئی اور بندہ نوازی اپنے جوبن پر ہے" (۲)

لیکن ایسے سنگین ... ت میں کیا کوئی بھی شخص یہ تصور کر سکتا تھا' کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات آسکتی تھی کہ آنے والے زمانوں میں حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت کا آوازہ اس قدر بلند ہوگا؟

آیئے اب ذرا اس آیت کریمہ کی روشنی میں حضور ﷺ کے رفع ذکر کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کا تحقیقی مطالعہ کریں۔ سب سے پہلے ہم کتاب و

marfat.com

Marfat.com

سنت کی روشنی میں اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

مشہور مفسر ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت ابو سعیدؓ سے مروی یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اتانی جبریل فقال: ان ربی و ربك یقول: کیف رفعت ذکرك؟ قال الله اعلم قال: اذاذکرت ذکرت معی'' (۳)

''جبرائیل میرے پاس آئے اور کہا کہ بے شک میرا رب اور آپ کا رب فرماتا ہے میں نے آپ کا ذکر کیسے بلند کیا ہے؟ حضور ﷺ نے کہا: اللہ ہی سب سے بڑھ کر جاننے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب میرا ذکر کیا جائیگا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائے گا۔''

قرآن حکیم کی بکثرت آیات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ اللہ کے رسول مکرم ﷺ کا ذکر آیا ہے یہاں صرف چند آیات بیان کی جاتی ہیں سورۃ التوبہ میں مومنین کی صفات کا ذکر ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ۔ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(۴)

''اور ایمان والے' اور ایمان والیاں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ نیک باتوں کا آپس میں حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہتے ہیں' اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہتے ہیں۔ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ضرور ان پر رحمت کرے گا''۔

marfat.com
Marfat.com

شک اللہ بڑا اختیار والا بڑا حکمت والا ہے۔"
اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کے اتباع کی تلقین سے متصل یہ ارشاد فرمایا:

قُلْ اَطِیْعُوااللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْافَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ(۵)

"آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو‘ اس پر بھی اگر وہ روگرداں رہیں تو اللہ کافروں سے ذرا بھی محبت نہیں کرتا۔"

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کی حدود کے بیان کے ساتھ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو جنت میں داخلے کا ذریعہ قرار دیا گیا:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ(۶)

"یہ سب خداوندی ضابطے ہیں‘ اور جو کوئی اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کرے گا اللہ اسے بہشت کے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی‘ ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

اسی سورت میں اسلامی تمدن اور حکمرانی کے اصول و آداب کی اساسی رہنمائی کی نشاندہی کی گئی ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا(۷)

marfat.com
Marfat.com

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو' اور رسول کی اور اپنے
میں سے اہل اختیار کی اطاعت کرو' پھر اگر تم میں باہم اختلاف
ہو جائے کسی چیز میں' تو' اس کو اللہ اور اس کے رسول کی
طرف لوٹا دیا کرو' اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو' یہی
بہتر بھی ہے اور انجام کے لحاظ سے اچھا بھی۔"

اس مضمون سے قریب ہی انبیاء' صدیقین' شہداء' صالحین کی حسن رفاقت کے حصول کی راہ اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کے حوالے سے یوں سمجھائی گئی ہے:

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا(۸)

"اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا' تو ایسے لوگ ان
کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا خاص انعام کیا ہے' یعنی
پیغمبر اولیاء شہداء' اور صالحین اور یہ کیسے اچھے رفیق ہیں۔"

سورۃ انفال کے آغاز میں ہی اللہ اور رسول کا ذکر دوبار کیا گیا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ'
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(۹)

"یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کے بارے میں سوال کرتے
ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ غنیمتیں اللہ کی ملک ہیں' اور رسول
کی' پس اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنے آپ کی اصلاح کرتے
رہو' اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو' اگر تم ایمان
رکھتے ہو۔"

marfat.com
Marfat.com

ایک اور آیت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کا دوبار اکٹھا ذکر کیا گیا ہے'

وَلَوْاَنَّهُمْ رَضُوْامَاآتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٖ اِنَّااِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ(۱۰)

''کاش یہ اس پر راضی ہوتے' جو کچھ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا' اور کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے' اللہ ہم کو اپنے فضل سے اور رسول بھی اور دیں گے۔ ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔''

اس آیت میں حضور ﷺ کے ''بلاغ مبین'' کا فریضہ ادا کرنے کے بعد تمام تر ذمہ داری روگردانی کرنے والوں پر ڈالی گئی ہے:

''قُلْ اَطِيْعُو اللّٰهَ وَاَطِيْعُو الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْ افَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَاحُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْاوَ مَاعَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ'' (۱۱)

''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ کی عبادت کرو' اور رسول کی اطاعت کرو' پھر اگر روگردانی کرو گے تو سمجھ لو کہ رسول کے ذمہ اسی قدر ہے جس کا باران پر رکھا گیا ہے اور تمہارے اوپر اسی قدر جس کا بار تمہارے اوپر رکھا گیا ہے اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو ہدایت پا جاؤ گے' اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔''

سورۃ الاحزاب میں جہاں اللہ تعالیٰ نے فرزندان توحید کو تقویٰ اور صالح اعمال اختیار کرنے پر مغفرت اور بخشش کی نوید مسرت سنائی ہے وہاں اللہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کو بڑی کامیابی قرار دیا ہے:

marfat.com
Marfat.com

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَفَوْزًا عَظِيْمًا (١٢)
"اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی' اس نے حقیقی کامیابی حاصل کی"

٭ اشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقت فاذلم تفعلوا و تاب اللّٰہ علیکم فاقیموا الصلاۃ واتواالزکوٰۃ واطیعوا اللّٰہ ورسولہ واللّٰہ خبیر بما تعملون (١٣)
"کیا تم اس سرگوشی سے پہلے خیرات کے حکم سے ڈر گئے' سو خیر' جب تم نہ کر سکے اور اللہ نے تمہارے حال پر توجہ فرمائی' تو تم نماز کے پابند رہو' اور زکوٰۃ دیا کرو اور کہا مانو اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ کو پوری خبر ہے تمہارے اعمال کی"۔

درج ذیل آیات میں اہل ایمان کو مصیبت کی اُمڈتی ہوئی گھٹاؤں میں اپنے معبود حقیقی سے کامل وابستگی کی تلقین اور اس کی عطا فرمودہ ہدایت کی نعمت کے ذکر میں اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا:

"ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللّٰہ ومن یومن باللّٰہ یھد قلبہ واللّٰہ بکل شئی علیم و اطیعوااللّٰہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلغ المبین"(١٤)
"کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی' اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے' اور اسے راہ دکھاتا ہے' اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی' پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے"۔

marfat.com
Marfat.com

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ پورا قرآن حکیم ہی عظمت مصطفیٰ ﷺ اور حضور ﷺ کی رفعتوں کے ذکر سے معمور ہے۔ مذکور بالا چند آیات پر ہی نظر ڈالیں۔ حیات انسانی کے مختلف شعبوں اور گوشوں میں فرزندان توحید کو رہنما اور زریں اصول عطا کئے جا رہے ہیں۔ اطاعت رسول اور حدیث و سنت کی شرعی، معاشرتی اور بالخصوص آئینی حیثیت کو اجاگر کیا جا رہا ہے لیکن وہ خاص بات جس کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ "اذا ذکرت ذکرت معی" کے ارشاد کے مطابق رب کائنات نے اپنے محبوب اور عبد کامل کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ متصل بیان فرما کر حضور ﷺ کے رفع ذکر کی طرف اشارہ فرما دیا اور پھر اسے اتنی وسعت عطا فرمائی کے ہر نئے مرحلے پہ حضور ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

امام رازی نے بڑی عمدگی سے حضور ﷺ کے رفع ذکر کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے۔

واعلم انه عام فی کل ماذکر وه من النبوة و شهرته فی الارض والسموت اسمه مکتوب وانه یذکر معه فی الشهادة والتشهدو انه تعالی ذکره فی الکتب المتقد مة وانتشار ذکره فی الافاق وانه ختمت به النبوة وانه یذکر فی الخطب والا ذان و مفاتیح الرسائل وعندالختم وجعل ذکره فی القرآن مقرونا بذکره(۱۵)

"اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ آسمان و زمین میں آپ ﷺ کی نبوت اور شہرت کو شامل ہے۔ آپ ﷺ کا نام گرامی لکھا ہوا ہے۔ شہادت اور تشہد میں بھی آپ ﷺ کا ذکر موجود ہے۔ علاوہ ازیں اللہ رب العزت نے کتب سابقہ میں بھی آپ ﷺ کا ذکر کیا ہے اور سارے عالم میں اس کو پھیلا دیا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہوئی۔ خطبہ 'اذان' خطوط کے آغاز واختتام میں آپ ﷺ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے نام کو ذکر فرمایا ہے۔"

امام قرطبیؒ نے "وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ" کی تشریح میں بعض مزید گوشوں کا بھی ذکر کیا ہے:

"وروى عن الضحاك عن ابن عباس قال: يقول له لا ذكرت معى فى الاذان والا قامة و التشهد ويوم الجمعة على المنابر و يوم الفطر و يوم الاضحى وايام التشريق ويوم عرفة وعند الجمار وعلى الصفا والمروة وفى خطبة النكاح وفى مشارق الارض و مغاربها......"(١٦)

"ضحاک ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ ﷺ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اذان' اقامت' تشہد' جمعہ کے دن' جمعرات کے موقعہ پر صفا اور مروہ کے درمیان' خطبہ نکاح میں بھی روئے زمین کی ہر سمت مشرق و مغرب میں بھی"

امام قرطبیؒ نے ایک مثال سے واضح کیا ہے کہ بالفرض کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اسکی حمد و ثنا بیان کرے' جنت' دوزخ' ہر شے کی تصدیق کرے لیکن حضور رسالتمآب ﷺ کی رسالت کی گواہی نہ دے تو اسے کوئی نفع حاصل نہ ہوگا اور وہ کافر ہی شمار ہوگا۔

سید قطب شہید نے حضور ﷺ کے رفع ذکر کے اس منفرد اعزاز کو بڑے فکر انگیز انداز میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

marfat.com
Marfat.com

''وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ''...... رفعناه فی الملاء الاعلی' ورفعنا فی الارض ورفعناه فی هذا الوجود جميعا...... رفعناه فجعلنا اسمك مقرونا باسم اللّٰه كلما تحركت به الشفاة: ''لا اله الااللّٰه محمد رسول اللّٰه'' وليس بعد هذا رفع' وليس وراء' هذا منزلة' وهو المقام الذی تفردبه۔ صلی اللّٰہ علیه وسلم۔ دون سائر العالمين...... ورفعنالك ذكرك فی اللوح المحفوظ' حين قدر اللّٰه ان تمر القرون وتكرالا جيال: وملا بين الشفاءه فی كل مكان تهتف بهذا الاسم الكريم مع الصلاة والتسليم والحب العميق العظيم ورفعنالك ذكرك وقدار تبط بهذا المنهج الالهی الرفيع وكان محجر دالا ختيار لهذا الامر رفعة ذكر لم ينلها احد من قبل ءلا من بعد فی هذا الوجود......'' (۱۷)

''ہم نے ملاء اعلیٰ' زمین اور تمام موجودات میں آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کیا ہم نے آپ ﷺ کے نام کو اللہ کے ساتھ بیان کیا۔ جب بھی (انسان) **لا اله الا الله محمد رسول الله** اپنے منہ سے ادا کرے گا اس بلندی اور عظمت کے بعد بلندی و رفعت کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ مقام صرف آپ ﷺ کو عطا ہوا۔ لوح محفوظ میں بھی ہم نے ذکر بلند کیا۔ نسل در نسل ہر مکان و زمان میں آپ ﷺ کے اسم مبارک آنے پر محبت واحترام سے درود و سلام بھیجا جاتا رہے گا''

marfat.com
Marfat.com

عظمت مصطفیٰ ﷺ کے بے حد و شمار پہلو ہیں اور ان میں سے رفع ذکر کا یہ پہلو اتنا وسیع ہے کہ مفسرین میں سے متقدمین اور متاخرین نے جس شرح و بسط سے اس پر لکھا ہے اسے جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑی ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے لیکن اختصار کے پیش نظر آپ ﷺ کے رفع ذکر کے مختلف ان گنت مراحل میں سے فقط دو مراحل کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

پہلا مرحلہ حضور ﷺ کے ظہور قدسی سے پہلے کا ہے یہ مرحلہ معلوم تاریخ (Known History) کے مطابق ہزاروں برس پہلے اور سائنسی تحقیق کے مطابق کروڑوں سال پہلے ہوا اہم اس مرحلے کے صرف دو پہلوؤں کے مختصر ذکر پر اکتفا کریں گے۔ ایک پہلو نور محمدی ﷺ کی تخلیق کے بیان پر مشتمل ہے اور دوسرا پہلو حضور ﷺ سے متعلق ان بشارات پر مبنی ہے جن کا ذکر قرآن حکیم سے پہلے نازل ہونے والی کتب مقدسہ میں کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں متعدد آیات میں حضور اکرم ﷺ کی ان رفعتوں اور عظمتوں کا ذکر ہے جو آپ کے ظہور قدسی اور اعلان نبوت سے بہت قبل زمانے سے متعلق ہیں بخوف طوالت یہاں صرف ایک آیت کا ذکر کیا جاتا ہے:

"وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۱۸)

"اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا جو کچھ میں تم کو کتاب و حکمت عالی قسم سے دوں، پھر تمہارے پاس

marfat.com
Marfat.com

کوئی رسول اس چیز کی تصدیق کرنے والا آئے' تو تم
ضرور اس رسول پر ایمان لانا' اور ضرور اس کی مدد کرنا' پھر
فرمایا' کیا تم اقرار کرتے ہو' اس پر میرا عہد قبول کرتے
ہو؟ وہ بولے ہم اقرار کرتے ہیں' فرمایا تو تم گواہ رہنا' اور
میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو
کوئی اس کے بعد بھی روگردانی کرے گا' سو یہی لوگ تو
نافرمان ہیں۔"

مولانا محمود حسن نے اس آیت کریمہ کے فوائد میں نہایت مستند اور
عمدہ بات تحریر کی ہے:

"اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول
اللہ ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیاء سابقین سے
لیا گیا ہوگا اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ ہی قول و قرار لئے ہونگے کیونکہ
ایک آپ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم
شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی
آنے والا نہ تھا اور آپ ہی کا وجود مسعود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی
حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنیوالا تھا"(۱۹)

علامہ ابن کثیر نے احادیث کے حوالے سے اس امر کا ذکر کیا ہے اگر
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تشریف لے آئیں تو
النبی الخاتم ﷺ کی پیروی ہی کریں گے۔ اس کے بعد علامہ ابن کثیر نے نہایت
پیارا تبصرہ کیا ہے لکھتے ہیں:

فالرسول محمد خاتم الانبیاء صلوت الله
وسلامه علیه دائما الی یوم الدین هوالا مام
الاعظم الذی لووجدفی ای عصر و جد لکان
هوالواجب الطاعة المقدم علی الانبیاء کلهم

marfat.com
Marfat.com

ولهذا كان امامهم ليلة الاسراء لما اجتمعوابيت المقدس وكذلك هو الشفيع فى المحشر فى اتيان الرب جل جلاله لفصل القضاء بين عباده وهوا المقام المحمود الذى لا يليق الاله والذى يحيد عنه اولوالعزم من الانبياء والمرسلين حتى تنتهى التوبة اليه فيكون هوالمخصوص به صلوت الله وسلامه عليه (۲۰)

"آپ ﷺ رہتی دنیا تک خاتم النبیین (آخری نبی) ہیں۔ تمام انبیاء کے امام اعظم ہیں اسی لئے شب معراج میں بیت المقدس میں تمام انبیاء کے امام بنے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں سے قبل محشر میں بندوں کے لئے سفارش کرنے والے ہوں گے یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ کے علاوہ کسی اور نبی کے شایان شان نہیں"

نور محمد ﷺ کی تخلیق کا ذکر ارشادات نبوی میں بھی واضح طور پر موجود ہے:۔

وعن العباس' ان جاء الى النبى صلى اللهعليه وسلم فكانه سمع شياء فقام النبى على المنبر فقال: من انا؟ فقالوا: انت رسول الله فقال: "انامحمد ابن عبد الله بن عبد المطلب' ان الله خلق الخلق فجعلنى فى خيرهم' ثم جعلهم فرقتين فجعلنى فى خيرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنى في خير هم بيتا" (۲۱)

"حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں کچھ بات سن کر حاضر ہوئے'

marfat.com

Marfat.com

آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور (حاضرین) سے پوچھا میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا اور مجھے ان میں سے بہترین بنایا۔ پھر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا اور پھر مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر مختلف خاندانوں میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین خاندان میں پیدا کیا۔ میں انسان اور خاندان کے اعتبار سے ان تمام سے بہتر ہوں۔

آپ ﷺ نے اپنے ایک اور ارشاد میں نور محمدی کی تخلیق اور اپنی نبوت کی تخلیق کو آدم علیہ السلام سے بھی قبل بتایا:

وعن ابی هريرة قال: قالوا : يا رسول الله ! متى و حببت لك النبوة؟ قال: ''وآدم بين الروح الجسد(۲۲)

''صحابہ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ آپ ﷺ کو نبوت کب عطا ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب کہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے (یعنی آدم کی ابھی تخلیق نہیں ہوئی تھی)''

سی مضمون کی ایک حدیث حضرت عرباض سے مروی ہے:

وعن العرباض بن سارية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: ''انى عندالله مكتوب خاتم النبيين وان آدم المنجدل فى طينة وساخبركم باول امريا مرى' دعوة ابراهيم وبشارة عيسىٰ ورؤيا امى التى رات حين وضعتنى وقد خرج لها نوراضاء لها قصور الشام'' (۲۳)

marfat.com

Marfat.com

"عرباض بن ساریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ کے ہاں میرا نام خاتم النبیین لکھا ہوا ہے جبکہ آدم تخلیقی مراحل میں تھے۔ میرا آغاز حضرت ابراھیم کی دعا' عیسیٰ کی بشارت اور بوقت ولادت والدہ محترمہ کے خواب ہیں۔ والدہ سے ایک ایسا نور نکلا جس سے شام کے محلات تک روشن ہو گئے"

اس مضمون کی بکثرت احادیث موجود ہیں جنہیں معتمد اور ثقہ محدثین نے ذکر کیا ہے۔(۲۴)

تورات کو کتب مقدسہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے قرآن حکیم نے تورات اور انجیل میں حضور ﷺ کے بارے میں بشارات کی نشاندہی کی ہے۔ ارشاد باری ہے:

"اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۲۵)

"جو لوگ اس امی رسول و نبی کی پیروی کرتے ہیں' جسے وہ اپنے ہاں لکھا ہوا پاتے ہیں' توریت اور انجیل میں' انہیں وہ نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے' اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں جائز بناتا ہے' اور ان پر گندی چیزیں حرام رکھتا' اور ان پر سے بوجھ اور قیدیں جو ان پر اب تک تھیں' اتار دیتا ہے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کا ساتھ دیا' اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے

marfat.com

Marfat.com

ساتھ اتارا گیا ہے' سو یہی لوگ تو ہیں' پوری کامیابی حاصل کرنے والے۔"

آیت مذکورہ میں بشارت کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی صفات اور آپ کی علامات بیان کی گئی ہیں اور حضور ﷺ کی تعظیم' مدد اور پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کے لئے کی گئی دعائے ابراہیمی کا بھی ذکر کیا ہے:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ آيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (۲۶)

"اے ہمارے پروردگار' ان میں ایک پیغمبر انہی میں سے بھیج' جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب الٰہی اور دانائی کی تعلیم دے اور انہیں پاک صاف کرے' یقیناً تو بڑا زبردست ہے' بڑا حکمت والا ہے"

ایک اور مقام پر قرآن عزیز نے بشارت کے صریح الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کا ذکر کیا ہے:

وَاِذۡقَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ يٰبَنِيۡۤ اِسۡرَآئِيۡلَ اِنِّيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوۡرٰةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِيۡ مِنۡۢ بَعۡدِ اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ" (۲۷)

"اور وہ وقت بھی یاد کرو' جب عیسیٰ علیہ السلام بن مریم' نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا ہوں' تصدیق کرنے والا تورات کی جو مجھ سے پیشتر ہے' اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آنے والے

marfat.com
Marfat.com

ہیں، جن کا نام احمد ہو گا پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں
لائے تو بولے یہ صریح جادو ہے"

اب تورات اور انجیل سے چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کی بشارت موجود ہے حضور ﷺ کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں تورات میں یہ مذکور ہے :

"ہاجرہ تو کہاں سے آئی اور کدھر جاتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنی بی بی سارہ کے پاس سے بھاگ آئی ہوں۔ خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو اپنی بی بی کے پاس لوٹ جا اور اپنے آپ کو اسکے قبضہ میں کر دے اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤنگا یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا اور خداوند کے فرشتہ نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے ہاں بیٹا ہو گا اور اس کا نام اسمٰعیل رکھنا اس لئے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا"۔ (۲۸)

تب خدا نے فرمایا کہ بے شک تیری بیوی سارہ کے ہاں تجھ سے بیٹا ہو گا تو اس کا نام اسحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اسکی اولاد سے اپنا عہد جو ابدی عہد ہے باندھ دونگا اور اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے آبرومند کرونگا اور اسے بہت بڑھاؤنگا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اس سے بڑی قوم بناؤنگا" (۲۹)

حضور ﷺ کے بارے میں تورات میں حضرت موسیٰ کے حوالے سے یہ بیان ہوا ہے :

خداوند تیرے لئے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اسکی سننا یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہو گا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے

marfat.com
Marfat.com

لیئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لونگا"(۳۰)

"اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دیکر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے اور اس نے کہا:

خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں آیا اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا"(۳۱)

پیش کردہ اقتباسات پر نظر دوڑائے کیا حضور ﷺ کے جدامجد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں برکت کے صریح کلمات حضور ﷺ کی آمد کی گواہی نہیں دے رہے؟ پھر اس سے بھی بڑھ کر خداوند کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ صریح بشارت میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے حکم دونگا وہی وہ ان سے کہے گا پوری تاریخ ادیان عالم میں یہ بشارت "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى" کے مصداق محمد عربی ﷺ کے سوا کسی اور پر صادق آتی ہے؟ اور سینا اور شعیر کے تناظر میں کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے والی اور آتشی شریعت والی شخصیت سوائے رسول عربی ﷺ کے کسی اور کو قرار دیا جاسکتا ہے؟

اب انجیل سے فقط دو حوالے پیش کئے جاتے ہیں:

"انھوں نے اس سے کہا ان بدکاروں کو بری طرح ہلاک کریگا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے باغبانوں کو دے گا جو موسم پر اس کو پھل دیں۔ یسوع نے ان سے کہا کیا تو نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا

marfat.com
Marfat.com

وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہیں؟

اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دیدی جائیگی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالے گا اور جب سردار کاہنوں اور فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور وہ اسے پکڑنے کی کوشش میں تھے (۳۲)

''اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں ایلیاہ نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں پس انہوں نے اس سے کہا پھر تو کون ہے؟ تا کہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو یہ فریسیوں کی طرف سے بھیجے گئے تھے انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب میں ان سے کہا کہ میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں (۳۳)

اگرچہ انجیل میں بہت کچھ تحریف اور تصرف ہو چکا ہے لیکن بغیر کسی تعصب کے دیکھنے والا کیا اس امر کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ کونے کے سرے کا پتھر (جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا لیکن جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالے گا) قصر نبوت کی آخری اینٹ خاتم النبیین رسول عربی ﷺ کے سوا کوئی اور ہو سکتا ہے؟ پھر وہ عظیم شخصیت جس کا ذکر ''نبی'' کے الفاظ سے بار بار ہوا اور بقول یوحنا ''میرے بعد کا آنیوالا جس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں پوری تاریخ عالم

marfat.com
Marfat.com

میں سوائے سید الانبیاء والمرسلین' كَافَةً لِلنَّاسِ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا رَحْمَةً لِلْعَالَمِيْنَ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوااور کون ہو سکتا ہے ؟

ان اقتباسات سے واضح طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی آمد سے چھ سو برس پہلے یہود کو یہ بتادیا تھا کہ تمہاری بداعمالی کی وجہ سے خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے کہ وہ فیضان جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسحاق شاخ میں چلا آرہا تھا ہمیشہ اسماعیلی شاخ کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضور ﷺ کے اعلان نبوت کو چودہ سو برس گزر چکے ہیں۔ کیا یہود میں سے کسی نے آج تک نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ؟ ہرگز نہیں بلکہ تاریخ ادیان گواہ ہے کہ اب اسلام ہی آخری نبی کا آخری دین ہے۔

ان اقتباسات سے یہ بھی واضح ہے کہ یہود میں اور بعد میں مسیحیت میں بھی ایک آنیوالے عظیم نبی کا انتظار موجود تھا جس کی واضح شہادت یہود کا یثرب کی سرزمین میں آکر آباد ہونا تھا۔

توریت وانجیل کے مذکورہ بالا اقتباسات پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ادیان عالم کی دیگر کتب مقدسہ میں بھی حضور ﷺ کی آمد آمد کی بشارت کے اشارے ملتے ہیں۔

گویا حضور ﷺ کے ظہور قدسی سے قبل ہی آپ کا ذکر لوگوں کی زبان پر اور مقدس کتابوں کے اوراق کی زینت تھا اور عالم انسانیت بڑی بے تابی سے محسن انسانیت کے انتظار میں تھا۔

دوسرا مرحلہ

رفع ذکر کا دوسرا مرحلہ رسول ﷺ کے ظہور قدسی کے بعد کا ہے۔
اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے آپ کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجہؓ آپ پر ایمان لائیں پھر آپ کے مزاج شناس دوست ابوبکر صدیقؓ ایمان کی نعمت

marfat.com
Marfat.com

سے بہرہ ور ہوئے علاوہ ازیں آپ کے مثالی سلوک اور عظیم کردار سے متاثر آپ کے پروردہ غلام حضرت زیدؓ نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی۔ اس ابتدائی دور میں تبلیغ کا سلسلہ نہایت رازداری سے خفیہ طریق پر جاری رہا۔ آپ کی سرگرم تبلیغ اور سیدنا صدیق اکبرؓ کی پرجوش تحریک سے بہت سے حضرات مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان سابقون اولون میں حضرت عمر' حضرت عثمان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن وقاص' حضرت زبیر 'حضرت عمار' حضرت خباب' حضرت ارقم' حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابہ کا شمار ہوتا ہے جو آنے والے دور میں ہدایت کے درخشندہ تابناک روشن ستارے بنے۔ یہ تحریک آہستہ آہستہ خفیہ طور پر اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی کہ "فاصدع بما تومر" (۳۶) انذر عشیر تک الاقربین" (۳۷) کے ارشادات باری کے حوالے سے آپ کو دعوت عام پر مامور کر دیا گیا اور پھر وہ محبوب و مکرم ہستی جو صادق وامین کے نام سے معروف تھی اسے

يٰاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (۳۸)

"اے وہ شخص جس پر بقول خود اس کے نصیحت نامہ اترا ہے تو تو مجنون ہے" کے حوالے سے مخاطب کیا جانے لگا۔ آپ ﷺ کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (۳۹)

"بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پریشان خیالات ہیں نہیں بلکہ یہ کہ انہوں نے اسے گھڑ لیا ہے' نہیں بلکہ وہ تو ایک شاعر ہیں۔"

آپ ﷺ اس حقیقت پر مبنی پیغام حق پر کہ موت کے بعد لوگوں کو رب کائنات کے حضور جولبد ہی کے لئے حاضر ہونا ہے کفار قریش نے یہاں تک کہہ دیا کہ قرآن حکیم تو جادو منتر کی کتاب ہے۔

وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (۴۰)

marfat.com

Marfat.com

"اور آپ ان سے کہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد اٹھائے
جاؤ گے' تو جو لوگ کافر ہیں' ضرور کہہ اٹھیں گے کہ یہ تو کھلا
ہوا جادو ہے۔"

گویا آپ ﷺ کا لایا ہوا نسخہ ء کیمیا...... قرآن حکیم جس کی تحدی اور چیلنج کا وہ جواب پیش کرنے سے قاصر رہے انہوں نے اسے پریشان خوابی' من گھڑت کلام' شعر اور سحر کہہ کر اپنی خفت مٹانے کی ناکام کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کی شان و عظمت کے خلاف کفار مکہ کی ان گستاخیوں کا بڑے دلنشین انداز میں جواب نازل فرمایا:

وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا یَنۡبَغِیۡ لَهٗ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ وَّ
قُرۡاٰنٌ مُّبِیۡنٌ (٤١)

"اور ہم نے آپ کو شعر و شاعری نہیں سکھائی' اور نہ وہ آپ
کے شایان شان ہے۔ یہ قرآن تو ایک نصیحت اور کھلی ہوئی
آسمانی کتاب ہے"۔

سورۃ الطّور میں تو ان کے لغو اور بیہودہ الزامات پر کائنات کے خالق و مالک کی طرف سے اس انداز میں تنقید فرمائی گئی ہے کہ ان الزامات کا بودا پن پورے طور پر واضح ہو جائے۔

"فَذَکِّرۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ اَمۡ
یَقُوۡلُوۡنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیۡبَ الۡمَنُوۡنِ"

"اے پیغمبر ﷺ تم نصیحت کرتے رہو' تم اپنے پروردگار کے
فضل سے نہ تو کاہن ہو اور نہ دیوانے۔ کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ
شاعر ہے اور ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار
کر رہے ہیں۔"

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح میں بڑی عمدہ بات کہی ہے:

marfat.com
Marfat.com

"یہ لوگ آپ کو کبھی کاہن کہتے ہیں اور کبھی مجنون۔ ان کا یہ قول خود اپنی تردید کر رہا ہے۔ ایک ہی شخص کاہن اور مجنون نہیں ہو سکتا۔ کاہن تو وہ شخص ہے جو اپنے اندر مافوق الفطرت بصیرت اور فراست کا مدعی ہوتا ہے وہ لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا ہے اور ان کے سربستہ رازوں کا انکشاف کرتا ہے اس کا کلام مقفیٰ اور مسجع ہوتا ہے اس کا اسلوب اور اس کا لہجہ عام لوگوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے اس کے برعکس مجنون اس شخص کو کہتے ہیں جس کی عقل میں فتور واقع ہو جائے جو غور و فکر کی صلاحیت سے محروم ہو جائے تمہارے اس الزام کے ابطال کے لئے کافی ہے۔ (۴۳)

کفار مکہ کی تمام تر سازشیں اور منصوبہ بندیاں ناکام ہوئیں۔ ان لوگوں کا آپ کو شاعر' ساحر' کاہن اور مجنون مشہور کرنے کا نتیجہ ان کی امیدوں کے قطعاً خلاف نکلا بلکہ وہ محسن انسانیت کے رفع ذکر کا باعث بنا۔ ہوا یوں کہ جو شخص بھی کفار قریش کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوتا وہ ایک تجسّس لے کر صورت احوال کا خود جائزہ لینے کے لئے مکہ مکرمہ میں وارد ہوتا اور حضور ﷺ کو دیکھ کر' اور صاحب قرآن ﷺ سے قرآن کریم سن کر مشرف بہ اسلام ہو جاتا۔ کفار قریش کی جب سب تدابیر ناکام ہو گئیں تو انہوں نے آخری چارہ کار کے مطابق ایک نئی راہ نکالی۔ قرآن حکیم نے کس خوبصورتی سے اس کی منظر کشی کی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ
وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (٤٤)

"اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت' اور اس کے
درمیان غل مچادیا کرو' شاید اسی طرح تم غالب آجاؤ"

یعنی قرآن حکیم کی صوتی تاثیر' معنوی محاسن و کمالات کی اثر آفرینی کو زائل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ان کے پاس رہ گیا تھا کہ جس وقت قرآن مجید پڑھا جا رہا ہو تو شور مچانا شروع کر دیا جائے تاکہ نہ کسی کے کان میں قرآن مجید کی تلاوت کی آواز پہنچے اور نہ ہی وہ اس کے اثر سے متاثر ہو لیکن ان کی یہ تدبیر بھی

marfat.com
Marfat.com

ناکام ہوئی اور اسلام کا نور اور اس کے ہادی کا چرچا روز بروز پھیلتا چلا گیا۔

یہ کارخانہء قدرت ایک حکیم و خبیر رب کائنات کی حکمت بالغہ پر مبنی نظام پر چل رہا ہے بعض دفعہ انسانی فکر ظاہری حالات و اسباب کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی مشن کی ناکامی کا تصور کرتی ہے لیکن پوشیدہ حکمتیں اس بظاہر ناکامی کو آئندہ عظیم کامیابی و کامرانی کا پیش خیمہ بنا دیتی ہیں۔ ظاہری ناکامیوں اور لوگوں کے اذیت بھرے رویے کو دیکھ کر انسان دل کی گہرائیوں میں خود کو دکھی محسوس کرنے لگتا ہے لیکن وہی دکھی دل ہے "جو شکستہ ہو تو عزیز تر نگاہ آئینہ ساز میں" کے مصداق خالق کائنات کے انوار کا مرکز و محور بن جاتا ہے۔

محسن انسانیت نے شعب ابی طالب میں محصوری کے دکھ جھیلے۔ قریش کی اذیت رسانی پر صبر جمیل کا مظاہرہ کیا۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی مونس و غمخوار شخصیت کی رحلت کا سخت صدمہ برداشت کیا۔ جناب ابو طالب کی وفات نے کفار کے ظلم و ستم میں اور اضافہ کیا اور اندوہناک حالات میں بھی تبلیغی مشن کو جاری رکھا اور نئے افق کی تلاش و جستجو دامن گیر ہوئی اور آپ ﷺ نے طائف کا رخ کیا۔ وہاں پیش آنے واقعات نے تازہ دکھوں اور غموں سے آپ کو روشناس کرایا۔

سیرت نگاروں نے ان حالات و واقعات کی جو منظر کشی کی ہے پڑھ کر انسان دم بخود رہ جاتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کوہ عزم بنے رہے۔ لوگوں کے گستاخانہ رویے نے آپ کو مایوسیوں سے دوچار نہ کیا ہاں آپ کا دل بھر آیا اور بارگہ صمدیت میں دست دعا دراز ہوئے اور مالک کائنات، رب العالمین کے حضور پناہ چاہی تاکہ رب کریم کا دامن عافیت آپ ﷺ کے لئے اور زیادہ وسیع ہو۔ دعا سے حضور ﷺ کو یک گونہ طمانینت حاصل ہوئی حضور ﷺ جب وہاں سے وادی نخلہ میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے رفع ذکر کا ایک نیا وسیع شعبہ قائم فرمادیا۔

آپ ﷺ صبح کی نماز میں قرآن حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنات کے ایک گروہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ وادی کا فطری حسن، صبح کا سہانا سماں، قرآن

marfat.com
Marfat.com

حکیم کی پر سوز تلاوت جس کے کرنے والے خود صاحب قرآن ﷺ ہوں۔ جنات پر ایک وجد آفرین کیفیت طاری ہو گئی۔ خود قرآن حکیم نازل کرنے والے علیم و خبیر آقا نے اپنے حبیب کریم کے رفع ذکر کا ایک نیاباب کھول دیا اس واقعہ کا سورۃ الاحقاف میں یوں ذکر فرمایا ہے :

وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَيۡكَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ‌ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا‌ ۚ فَلَمَّا قُضِىَ وَلَّوۡا اِلٰى قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِيۡنَ‏ قَالُوۡا يٰقَوۡمَنَاۤ اِنَّا سَمِعۡنَا كِتٰبًا اُنۡزِلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ يَهۡدِىۡۤ اِلَى الۡحَـقِّ وَاِلٰى طَرِيۡقٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ‏ يٰقَوۡمَنَاۤ اَجِيۡبُوۡا دَاعِىَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوۡا بِهٖ يَغۡفِرۡ لَـكُمۡ مِّنۡ ذُنُوۡبِكُمۡ وَيُجِرۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ‏ وَمَنۡ لَّا يُجِبۡ دَاعِىَ اللّٰهِ فَلَيۡسَ بِمُعۡجِزٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَيۡسَ لَهٗ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءُ‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ‏ (۴۵)

"اور اس وقت کا ذکر کیجئے جب ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لائے' جو قرآن سننے لگے تھے' غرض جب وہ لوگ آپ کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے 'اے ہماری قوم والو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی' جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے' اور حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے' اور اے ہماری قوم والو' کہا مانو اللہ کی طرف بلانے والے کا اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں محفوظ کر دے گا عذاب دردناک سے' اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا' تو وہ زمین میں کہیں بھی اللہ کو نہیں ہرا سکتا' اور اللہ کے سوا اس کا کوئی حامی نہ ہو گا یہی لوگ تو صریح گمراہی میں پڑے ہیں"

marfat.com

Marfat.com

"جب انہوں نے (جنات نے) قرآن کریم کی آیات کو سنا توان کے دل کی دنیا بدل گئی۔ خود اسلام قبول کیا اور اسلام کے داعی و مبلغ بن کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اس کے علاوہ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد جنات کی حاضری کا سلسلہ جاری رہا وہ حضور ﷺ کی زبان اقدس سے کلام الٰہی سنتے۔ شریعت کے مسائل دریافت کرتے اور اپنی قوم میں جا کر ان کی تبلیغ کرتے" (۴۶)

علامہ ابن کثیر نے جنات کی تبلیغ کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے:

"حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت فاروق اعظمؓ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ نے پوچھا تم میں سواد بن قارب ہے؟ خاموشی طاری رہی۔ آئندہ سال پھر آپ نے یہی سوال دہرایا میں نے عرض کیا یہ سواد کون صاحب ہیں؟ فرمایا ان کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب و غریب ہے اسی اثناء میں حضرت سواد بھی آپہنچے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے سواد اپنے ایمان لانیکا واقعہ بیان کرو، سواد بولے: "اے امیر المومنین! میں نہر میں تھا اور ایک جن میرا تابع تھا ایک شب میں سویا ہوا تھا اور اس نے آکر مجھے خواب میں کہا اٹھو اور میری بات غور سے سنو اللہ تعالیٰ نے قبیلہ لوئی بن غالب سے ایک نبی معبوث فرمایا ہے۔ دوڑو اور اس پر ایمان لاؤ تین رات یوں ہی ہوتا رہا اس کے بار بار کہنے سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں اونٹنی پر سوار ہوا اور مکہ مکرمہ پہنچا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ لوگ حضور ﷺ کے آس پاس حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ جب حضور اقدس ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا مرحبا بک یا سواد بن قارب! قد علمنا ما جاء بک "اے سواد! خوش آمدید جو تجھے لے آیا ہے ہم اس کو بھی جانتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے چند شعر عرض کئے ہیں اجازت ہو تو پیش کروں۔ حضور ﷺ نے اجازت دی۔ انہوں نے قصیدہ پیش کیا ابتدا میں اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا پھر بڑے محبت بھرے انداز میں اپنے ایمان کا اعلان کیا (قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:)

marfat.com
Marfat.com

فاشهد ان الله لارب غيره
وانك مامون على كل غائب
الى الله یاابن الاكر مین الاطائب
فمرنا بمايا تيك ياخير مرسل
وان كان فيما جاء شيب الذوائب
وكن لى شفيعا يوم الاذو شفاعة
سواك بمغن عن سواد بن قارب(۴۷)

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے اے بزرگوں اور پاکبازوں کے فرزند تمام رسولوں سے آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت قریب ہے جو وحی آپ ﷺ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے ہم حضور کے ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ تعمیل حکم میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں یارسول اللہ اس روز سواد بن قارب کی شفاعت فرمایئے جبکہ حضور کے بغیر کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی"

علامہ ابن کثیر نے جنوں کا حضور ﷺ کی تلاوت سننے کے بارے میں مختلف روایات کا ذکر کیا ہے اور ایک خاص نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جنوں نے "کتابا انزل من بعد موسی" کیوں کہا لکھتے ہیں :

"ولم یذکروا عیسیٰ لان عیسیٰ علیہ السلام انزل علیہ الانجیل فیہ مواعظ وترقیقات وقلیل من التحلیل والتحریم وھو فی الحقیقۃ لشریعۃ التوراۃ فالعمدۃ ھو التوراۃ فلھذا قالوا انزل من بعد موسیٰ(۴۸)

"یہاں عیسی علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی جو وعظ و نصائح پر مشتمل ہے اور حلت و حرمت سے متعلق مسائل بہت کم ہیں۔ نیز انجیل تورات کی تکمیلی صورت ہے۔ اصل مرجع تورات ہے لہذا قرآن حکیم میں یہ کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کیا گیا ہے۔"

marfat.com
Marfat.com

جنات انسان سے قبل پیدا کئے گئے تھے شیطان جنات میں سے ہی تھا ان کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔ انسانوں کی طرح جن بھی ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں یہ بھی انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں جیتے مرتے ہیں۔ ان کے ہاں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے ان کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ قرآن حکیم نے جا بجا جنات کا ذکر کیا ہے بلکہ ایک مکمل سورت "سورۃ جن" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سرور عالم ﷺ سے جنات نے قرآن حکیم سننے کی سعادت حاصل کی جس سے نہ صرف یہ کہ وہ مسحور ہوئے بلکہ ان کے قلب و نظر میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا اور نور ایمان سے ان کے سینے روشن ہو گئے اور پھر اس دین حق کے مبلغ بن گئے اور اپنے قبائل میں جا کر انہیں یہ بتایا:

"انا سمعنا قرآنا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا.....الخ"(۴۹)

"آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس وحی آئی اس بات کی جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا' پھر انہوں نے کہا' ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے' جو راہ راست بتلاتا ہے' سو ہم اس پر ایمان لائے' اور ہم اپنے پروردگار کا شریک کسی کو نہ بنائیں گے' اور ہمارے پروردگار کی شان بڑی ہے' اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا' نہ اولاد اور ہم میں جو احمق پڑے ہیں' وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے ہیں' اور ہمارا تو خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی اللہ کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے' اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ سو انہوں نے ان جنات کی نخوت اور بڑھا دی اور انہوں نے بھی گمان کر رکھا تھا' جیسا کہ تم نے گمان کر رکھا ہے کہ اللہ کسی کو دوبارہ نہ اٹھائے گا اور ہم نے آسمان کی تلاشی لینا چاہی تو ہم نے اس کو شدید پہرے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا' اور ہم آسمان کے موقعوں پر جا بیٹھا کرتے تھے' خبریں سننے کے لئے' سو جو اب سننا چاہتا ہے' اپنے لئے تیار شعلہ پاتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے انہیں ہدایت

marfat.com
Marfat.com

دینے کا قصد کیا ہے' اور ہم میں نیک بھی ہوئے اور ہم میں بعض اور طرح کے غرض کہ ہم مختلف طریقوں کے تھے اور ہم نے تو سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین پر اللہ کو کہیں بھی نہیں ہرا سکتے اور نہ اس سے بھاگ ہی کر ہرا سکتے ہیں اور ہم نے ہدایت کی بات جب سن لی تو اس پر ایمان لے آئے' اور ہم میں بعض مسلم ہیں اور بعض ہم میں سے بے راہ۔ تو جس نے اسلام قبول کر لیا' اس نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا۔

چودہ آیات میں پھیلا ہوا یہ مضمون ان کی سرگزشت' ان کے عقائد و اطوار' ان کے معمولات' ان کے مختلف طبقات کے بیان پر مشتمل ہے تاہم مرکزی نقطہ یہ ہے کہ انہوں نے "قرآناً عجبا" کے حوالے سے اس کیفیت کی شدت اور احساس کا ذکر کیا ہے جو رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت سننے پر ان پر طاری ہوئی اور یہ امر بھی مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس دین حق کی حقانیت اور نورانیت کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نہ صرف یہ کہ قبول کیا بلکہ اس کے فروغ کیلئے اپنے قبائل میں اور اپنے حلقہ اثر میں تبلیغی مساعی بھی انجام دیں اور ان انسانوں کی مذمت کی ہے جو جنوں کی پناہ مانگ کر ان کے غرور میں اضافہ کرتے ہیں۔

قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر مظہری میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے۔

"بنی تمیم کا ایک شخص جس کا نام رافع بن عمر تھا وہ اپنے اسلام لانے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں عالج ریگستان میں سفر کر رہا تھا مجھے نیند آ گئی میں نے اونٹنی بٹھائی اور سونے سے پہلے جاہلیت کے دستور کے مطابق میں نے بلند آواز سے کہا "اعوذ بعظیم هذا الوادی من الجن" (جنات کے شر سے میں اس وادی کے سردار کی پناہ مانگتا ہوں) پھر میں سو گیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور وہ اس سے میری اونٹنی ذبح کرنا چاہتا ہے میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا ادھر ادھر دیکھا کوئی آدمی نہ تھا پھر سو گیا۔ دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار جب سویا اور اسی منظر سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا تو اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری اونٹنی تھر تھر کانپ رہی ہے کوئی آدمی ہاتھ میں نیزہ لئے کھڑا

marfat.com
Marfat.com

ہے ایک بوڑھے آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے۔ اسی اثنا میں تین جنگلی بیل دوڑتے ہوئے ادھر آنکلے۔ اس بوڑھے نے کہا کہ میری پناہ لینے والے اس انسان کی ناقہ کے عوض تم ایک وحشی بیل پکڑ لو۔ پھر اس نے مجھ سے کہا جب کبھی ایسی وادی میں رات گزارنے کا اتفاق ہو تو کسی جن کی پناہ نہ لیا کرو بلکہ یہ کہا کرو کہ اعوذ باللہ رب محمد من ھول ھذا الوادی کہ میں اللہ تعالیٰ سے جو محمد ﷺ کا پروردگار ہے اس وادی کے خوف سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں نے پوچھا محمد ﷺ کون ہیں؟ شیخ نے کہا محمد عربی لاشرقی ولا غربی کہ محمد ﷺ نبی عربی ہیں نہ انکا شرق سے کوئی تعلق ہے نہ غرب سے۔ میں نے پوچھا وہ کہاں رہتے ہیں۔ اس نے بتایا یثرب میں' جہاں کھجوروں کے بکثرت نخلستان ہیں۔ صبح ہوئی تو اونٹنی پر سوار ہو کر میں نے مدینہ منورہ کی راہ لی۔ حضور ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو میرے کچھ عرض کرنے سے پہلے جو گزشتہ رات مجھ پر بیتی تھی سب کا ذکر فرما دیا اور مجھے اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ میں نے اسلام قبول کیا"(۵۰)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس واقعہ کے اختتام پر حضرت سعید بن جبیر کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"وَكُنَّا نَرٰى اِنَّهٗ هُوَ الَّذِىْ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ" مِنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ" (۵۱)

نیز علامہ خفاجی کے حوالے سے بارگہ رسالت میں جنوں کے وفود کے بارے میں یہ بھی تحریر کیا ہے:

"وذکر الخفاجی انه قددلت الاحادیث علی ان وفادة الجن کانت ست مرات وھذا یدل انه صلی الله علیه وسلم کان مبعوثا الی الجن والانس جمیعا وقال مقاتل لم یبعث قبله نبی الی الانس والجن والله تعالیٰ اعلم (۵۲)

marfat.com
Marfat.com

"خفاجی کہتے ہیں : احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جنوں کے وفود آپ ﷺ کے پاس چھ دفعہ آئے۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ جن وانس سب کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں مقاتل کا قول ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو بھی جن وانس دونوں کی طرف مبعوث نہیں گیا۔ حقیقت حال سے اللہ ہی باخبر ہے"

امام بوصیریؒ نے اپنے قصیدہ بردہ میں جنات کا ذکر ان اشعار میں کیا ہے :

والجن تهتف و الانوار ساطعة
والحق يظهر من معنى ومن كلم
عمواو صموا فاعلان البشائر لم
يسمع وبارقة الانذار لم تشم

"اور جن آواز دیتے تھے آپ کے ظہور کی اور انوار بلند ہوتے تھے اور حق یعنی نبوت ظاہر ہوتی تھی ان انوار سے اور کلموں سے اندھے اور بہرے ہو گئے کافر کہ انہوں نے خوشخبریوں کے اعلان نہ سنے اور ڈرانے کی بجلیاں نہ دیکھیں"

گویا سرور دو عالم ﷺ کا مبارک ذکر اب انسانوں کے حلقے سے نکل کر تیزی سے جنات کی وسیع دنیا میں پھیلنے لگا۔ بھلا جس کے ذکر کو رب کائنات خود رفعتوں پر پہنچانا چاہے اس کی عظمتوں اور رفعتوں کا کیا کہنا۔

عام الحزن کے بعد طائف والوں کے نازیبا سلوک سے فطری طور پر آزردگی اور افسردگی محسن انسانیت کے قلب اطہر پر طاری تھی گو جنات کی وسیع دنیا میں تبلیغی مشن کے آغاز سے قدرے سکون حاصل ہوا لیکن وہ دل جو "لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ" (۵۳) کے مصداق بھٹکے ہوئے لوگوں کو جادہ مستقیم پر لانے اور انہیں فوز و فلاح کا راستہ دکھانے کے لئے بے چین ہو' اسے بھلا کب قرار آسکتا ہے۔ لیکن حکیم و خبیر رب کائنات کے حکیمانہ نظام میں حضور ﷺ کو ان مشکلات اور مصائب سے گزارنا ضروری تھا۔ جب سب طرف سے جفاؤں کا ہجوم ہو

marfat.com
Marfat.com

جائے۔ جبر و اذیت رسانی' لوگوں کا شعار بن جائے' امیدوں اور آشاؤں کے چراغ بجھتے نظر آنے لگیں تو خالق حقیقی سے وابستگی میں اور اضافہ ہوتا ہے بقول شاعر "تنگ کیا بتوں نے تو خدا یاد آیا" ان حالات میں "انابت الی اللہ" اور رجوع الی الحق کا جذبہ بے ساختہ ابھر آتا ہے اور سب ظاہری سہاروں کو توڑ کر بندہ اپنے دل کو جب اپنے آقا و مولا سے جوڑتا ہے تو اس کی لذت و حلاوت کی کیفیت کو الفاظ میں سمویا نہیں جا سکتا اور اس کیفیت کا منطقی بلکہ روحانی نتیجہ اور ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ رحمت خداوندی رم جھم برسنے لگتی ہے۔ چنانچہ آپ کو وسیع اور بیکراں کائنات' جس میں یہ دنیا' یہ عام محسوس و مشہود...... ایک نقطہ سے بھی کم ہے' کی عظیم سیر کرانے کا پروگرام مشیت الٰہی نے طے فرمایا قرآن حکیم نے بڑے دلنشین اور فصیح و بلیغ انداز میں صرف ایک آیت کریمہ میں معجزاتی طور پر آپ کے اس جسمانی و روحانی سفر کی نشاندہی کی ہے۔

"سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِالْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ آیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ"" (۵۴)

"پاک ذات ہے وہ جو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا' جس کے اردگرد کو ہم نے بابرکت بنا رکھا ہے تاکہ اپنے بندہ کو ہم عجائب قدرت دکھائیں۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

جملہ مفسرین کرام اور امت مسلمہ کا اس امر پر کامل اتفاق ہے کہ آپ کو اسراء و معراج جسمانی طور پر ہوا۔ قرآن حکیم کی مذکورہ بالا آیت بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے۔ متجددین نے چونکہ محض اپنی کم نظری کی بنا پر اسے محض روحانی سفر قرار دینے کی کوشش کی ہے اس لئے عصر حاضر کے مفسرین نے شکوک و شبہات کا شافی ازالہ کرنے کے لئے مبسوط بحثیں کی ہیں۔ لیکن ہم اپنے موضوع کے حوالے سے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے اصل مدعا کی

marfat.com
Marfat.com

طرف آتے ہیں کہ اس عظیم ملکوتی سیر جو بقول شاعر کے :

عظمتیں شب معراج کی جانے کوئی
جس کے استقبال میں رک جائے نبض کائنات

کا ذکر کر کے جس میں اس رفیع الذکر نبی ﷺ کی عظمتیں اوج کمال کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ علامہ الوالحسنات سید محمد احمد قادری نے اپنی تفسیر "تفسیر الحسنات" میں علامہ آلوسی کے حوالے سے بڑی پیاری اور عمدہ بات تحریر کی ہے۔

"مسئلہ معراج اتنا عظیم الشان مسئلہ ہے کہ اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی البتہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ محبّ قادر وہ ہے جو کسی شے سے عاجز نہیں اس نے اپنے حبیب ﷺ کو نور سے پیدا فرمایا اور اپنی زیارت کے لئے بلایا اور آپ کی طرف جنہیں بھیجا اور اخص الخواص ملائکہ تھے چنانچہ جبرائیل جو رسول الملائکہ ہیں ان کے ذمہ یہ خدمت لگی کہ وہاں سرکار مدینہ کا رکاب تھامے چلیں اور میکائیل علیہ السلام باگ پکڑے ہوئے چلیں حتیٰ کہ وہ پہنچے جہاں تک پہنچے" (۵۵)

کروڑوں اور اربوں کلومیٹر کا یہ فاصلہ حضور ﷺ نے کس شان و شوکت سے طے کیا۔ اس کا اندازہ سواری' خدام' مقامات سیر' مشتاقان دید اور منزل و میزبان کی ناقابل بیان عظمتوں سے لگایا جاسکتا ہے۔ علامہ ابوالحسنات نے ذکر کیا ہے کہ لیلۃ الاسراء میں پانچ سواریاں تھیں۔

☆ پہلی سواری براق تھا جو بیت المقدس تک لے گیا۔
☆ دوسری سواری معراج کے ذریعے بیت المقدس سے سماء دنیا تک فائز ہوئی۔
☆ تیسری سواری اجنحة الملائكة تھے۔ انہوں نے سماء دنیا سے سماء سابع تک پہنچایا۔
☆ چوتھی سواری جناح رسول الملائکہ جبرائیل علیہ السلام تھے جس کے ذریعے حضور ﷺ سماء سابع سے سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے۔
☆ پانچویں سواری رفرف تھا جس نے سدرۃ المنتہیٰ سے قاب قوسین تک پہنچایا۔

marfat.com
Marfat.com

پھر آلوسی فرماتے ہیں کہ سواریوں کا تعین محض اظہار کرامت و رفعت منزلت کے لئے تھا ورنہ

"فَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّوْصِلَهٗ اِلٰى اَيِّ مَوْضِعٍ اَرَادَ فِى اَقَلِّ مِنْ طَرْفَتِهِ الْعَيْنِ" (٥٦)

"اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ چاہتا تو چشم زدن سے پہلے جہاں تک چاہتا لے جاتا"

علامہ آلوسی نے "طویل مسافت" کے بارے میں بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

"تولى امره سبحانه بماشاء حتى حصل فاى مسافة تطول على ذلك الحبيب الربانى واى جسم يمنع عن الحزق لذلك الجسد النورانى"

"وانما اسرى به صلى الله عليه وسلم ليلا لمزيد الاحتضال به عليه الصلوة والسلام فان الليل وقت الخلوة واختصاص و مجالسة الملوك ولا يكاد يدعوالملك لحضرته ليلا الا من هو خاص عنده وقداكرم الله تعالىٰ فيه قوما من انبيائه عليهم السلام بانواع الكرامات...... وقال ابن الجوزى فى ذلك ان النبى صلى الله عليه وسلم سراج والسراج لا يوقد الا ليلا وبدر وكذا مسير' البدر فى الظلم(٥٧)

"آپ ﷺ کی اسراء کی حکمت یہ ہے تاکہ مجلس میں زیادہ وقار اور رونق ہو کہ رات عموماً خلوت اور بادشاہوں کی خصوصی مجالس کا وقت ہے۔ بادشاہ رات کی مجالس میں خصوصی لوگوں ہی کو مدعو کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء میں سے بہت ساری کرامات سے نوازا۔ ابن الجوزی اس موضوع پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں آپ کی

marfat.com
Marfat.com

بعثت نور ہے اور نور یعنی چراغ رات ہی کو جلایا جاتا ہے۔ آپ کی ذات مثل بدر ہے اور بدر رات کی تاریکی ہی میں روشنی پھیلاتا ہے۔"

علامہ آلوسی نے ابوالقاسم سلیمان الانصاری کے حوالے سے یہ ذکر کیا ہے:

"لما وصل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی الدرجات العالیہ والمراتب الرفیعۃ اوحی اللّٰہ تعالیٰ الیہ یا محمد بم ا شرفک قال بنسبتی الیک بالعبودیۃ فانزل اللّٰہ تعالیٰ سبحن الذی اسری بعبدہ" (۵۸)

"علامہ ابوالحسنات نے حضور ﷺ کی بارگہ صمدیت میں اس آرزو پر کہ انہیں "عبد" کی نسبت عطا ہو' بڑی پیاری بات لکھی ہے: "تمام مدارج تقرب میں درجہ عبدیت ہی ایک خاص مقام ہے کہ اس سے بلند مقام بندے کا اور کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ جتنے خطابات ہیں اور جتنے مناصب ہیں وہ سب اس سے ادنیٰ اور فروتر ہیں۔ (۵۹)

"شب معراج" کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابوالحسنات رقمطراز ہیں:

"جس طرح آفتاب کا منور کن جمال کواکب کے دعاوی حسن کو توڑ دیتا ہے جس طرح صباحت یوسفی مصر کے مغروران زیبائی کو شرمندہ کر دیتا ہے اسی طرح مدنی تاجدار کے ملاحت حسن کے حضور کنعانی صباحت کو سر نیاز خم کرنا پڑتا ہے ایسے ہی کائنات کے سلسلہ لیل و نہار کی تمام زیب و زینت والے اوقات حبیب و محبوب کے شب وصال کے حضور سر بگریباں ہیں" (۶۰)

علامہ قرطبی نے حضرت ابوسعید الخدریؓ کی روایات کے حوالے سے حضور ﷺ کے اس مبارک سفر کی کچھ تفصیلات بیان کی ہیں کہ حضور ﷺ نے

marfat.com
Marfat.com

امت یہود سے التفات نہ فرمایا اور نہ ہی امت نصاریٰ سے اور نہ ہی دنیا کی طرف ملتفت ہوئے پہلی دو آوازوں نے افراد کی صورت میں آپ کو استفسار کے بہانے روکنا چاہا (جب کہ دنیا ایک حسین و جمیل آراستہ عورت کے روپ میں ظاہر ہوئی نیز آپ نے شراب پر دودھ کو ترجیح دیکر فطرت کو پسند فرمایا اور یہ ساری تعبیرات جبرائیل علیہ السلام نے یہود' نصاریٰ' دنیا اور دودھ کے انتخاب کے بارے میں) آپ کی خدمت میں بیان کیں۔(۶۱)

علامہ رازی نے "لنريه' من ايتنا" کی تفسیر میں اس مبارک سفر کی حکمتوں کی نشاندہی کی ہے اور خاص طور پر اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عام الحزن اور سفر طائف کی وجہ سے جو آزردگی اور افسردگی اور مشرکین مکہ کے ناروا رویے پر جو تاسف کی کیفیت آپ کے قلب مبارک پر طاری ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے مشاہدے اور ان عظیم نشانیوں کے محیر العقول مناظر دیکھ کر آپ کو قوت نفس اور ثبات قلب کی دولت نصیب ہوئی اور دین حق کی تبلیغ میں پیش آمدہ رکاوٹوں کے مقابلے کے لئے عزم و حوصلہ اور ولولہ ء تازہ حاصل ہوا۔ علامہ رازی لکھتے ہیں:

"لنريه من آياتنا و هذا كلام مجمل وفى تفصيله وشرحه وجوه"

(یہ کلام مجمل ہے اور اس کی تفصیل اور شرح میں بہت سے پہلو ہیں)

اس کے بعد امام رازی نے جنت و جہنم کے دیکھنے' انبیاء و ملائکہ سے ملاقات' آسمانوں' کرسی اور عرش کے مشاہدے کی حکمتوں پر بھرپور روشنی ڈالی ہے(۶۲)

پیر محمد کرم شاہ الازھری رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ معراج پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی خوبصورت بات کہی ہے:

"واقعہ معراج کی اہمیت صرف اسی قدر نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے اور برگزیدہ رسول ﷺ کو زمین و آسمان بلکہ ان سے بھی ماورا اپنی قدرت و کبریائی کی آیات بینات کا مشاہدہ کرایا بلکہ اس میں ستم رسیدہ اہل اسلام

marfat.com
Marfat.com

کے لئے بھی ایک مژدہ ہے کہ شب غم اب سحر آشنا ہونے والی ہے تمہارا آفتاب اقبال ابھی طلوع ہوا چاہتا ہے۔ شرق و غرب میں تمہاری سطوت کا ڈنکا بجے گا لیکن مسند اقتدار پر متمکن ہونے کے بعد اپنے پروردگار کو فراموش نہ کرنا۔ اس کی یاد اور ذکر میں غفلت سے کام نہ لینا۔ (۶۳)

واقعہ معراج کی کچھ تفصیلات سورہ النجم میں مذکورہ ہوئی ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے "وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی" کی مبسوط تشریح کے آخر میں بڑا عمدہ نکتہ بیان کیا ہے کہ نجم سے مراد حضور ﷺ اور ھویٰ سے مراد "نزول من السماء ليلة المعراج" ہے۔ بحث کو سمیٹتے ہوئے امام جعفر صادق کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"فلا شك ان نزول القرآن لهداية الناس و نزول محمد ﷺ بعد عروجه لهداية الخلق نعمة جليلة من الله تعالىٰ لا نظير لهما" (٦٤)

علامہ اقبالؒ نے مولانا عبدالقدوس گنگوہی کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ اتنی بلندیوں اور رفعتوں پر انہیں رسائی ہوئی ہوتی تو وہ عرش پر اس نعمت عظمیٰ کو چھوڑ کر کبھی فرش پر نہ آتے بڑی پیاری اور فکر انگیز بات کہی ہے کہ نبی مشن کی تبلیغ کو اپنے روحانی حظ و کیفیت پر ترجیح دیتا ہے کیونکہ نبی کے سامنے انفرادی اور روحانی لذت ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ نسل انسانی کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔

علامہ پانی پتیؒ "وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى" کی توضیح میں فرماتے ہیں :

كان محمد ﷺ اذا يوحى اليه فى كمال رفعة استعداده وعلو مرتبته والافق الناحية على منتهى دائرة الامكان حيث يكون وراء ذلك دائرة الوجوب التى لا يتصور هناك للسالك سير قدمى" (٦٥)

marfat.com
Marfat.com

گویا سرور عالم ﷺ دائرہ امکان کی آخری حد پر تھے کہ اس کے آگے دائرہ وجوب تھا جس کے اندر کوئی سالک قدم نہیں رکھ سکتا "ولقد راہ" کی تشریح میں قاضیؒ تحریر کرتے ہیں۔

"واللہ لقد رای محمد ﷺ ربه جل وعلا اوجبرائیل علی صورته التی خلق علیها علی اختلاف القولین" (۶۸)

اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کسی نبی نے جبرائیل کو اصل شکل میں نہیں دیکھا۔

دیدار کی وہ کیفیات، جس سے حضور ﷺ بارگہ صمدیت میں مشرف ہو رہے تھے الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتیں جب سدرہ پر ہر طرف نور چھایا ہوا ہو گا تو اس منظر کی عظمتوں اور نیرنگیوں کا محدود تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ سرور عالم نے وہاں اپنے رب عظیم کی عظیم نشانیوں کو دیکھا۔

ان میں ہر نشانی خواہ وہ سواری کی صورت میں براق یا رفرف تھی یا سات آسمانوں کی بیکراں وسیع دنیا یا جلیل القدر انبیاء کرام سے شرف ملاقات یا بے شمار فرشتے یا انتہائی وسیع و محیط "سدرہ" جس پر انوار کی ضیاء پاشیاں ایک محیر العقول حسین منظر پیش کر رہی تھیں۔ ہر نشانی اپنی عظمتوں میں بے مثال تھی لیکن رفیع الذکر نبی ﷺ ان جملہ عجائبات، رب کائنات کی ان سب عظیم نشانیوں کو بیک وقت دیکھ رہے تھے۔

حدیث کی کتب میں واقعہ معراج کے بارے میں حضور ﷺ کے بکثرت مشاہدات کا ذکر ملتا ہے۔ (۶۷)

واقعہ معراج آپ ﷺ کی رفعتوں اور عظمتوں کا بیان ہے، انبیائے کرام سے ملاقات، نماز میں ان کی امامت آسمانوں پر آپ کا تعارف کروڑوں اربوں نہیں کھربوں بلکہ ان گنت اور ناقابل شمار فرشتوں میں آپ کا ذکر جنت اور اس کے حسین مناظر کے مشاہدات، دوزخ اور اس کی ہولناکیاں، لوح و قلم کا جہاں، پوری

marfat.com
Marfat.com

کائنات میں مختلف النواع احکام الہیہ کے اجراء کے لئے تحریر کئے جانے والے فرامین کی محیر العقول آوازیں' سدرۃ المنتہیٰ کی دور دور تک پھیلی ہوئی وسعتوں میں ضیاء پاش اور ضوء ریز نور کا علم۔ انسانی قلم میں وہ تاب کہاں کہ ان مناظر کی قلمی تصویر پیش کر سکے۔ ہاں ایک بات جو واضح طور پر اور نکھر کر سامنے آتی ہے کہ حضور ﷺ کے رفع ذکر کا آوازہ اب عالم سماوی میں بھی بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔

لیکن کیا یہ رفع ذکر کا منتہائے کمال تھا؟ ہر گز نہیں بلکہ ابھی تو کمالات کو اپنے عروج پر پہنچنا ہے۔ رفع ذکر کے تو ابھی بہت سے ارضی و سماوی مرحلے باقی ہیں! جب تک رب کائنات کا ذکر جاری ہے حبیب ﷺ کا ذکر رفعت کی منزلوں کو طے کرتا ہوا آگے ہی بڑھتا چلا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

حواشی

1۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القرآن
2۔ ایضا
3۔ تفسیر ابن کثیر' 525/4
4۔ التوبہ/71
5۔ آل عمران/32
6۔ النساء/13
7۔ النساء/59
8۔ النساء/69
9۔ الانفال/1
10۔ التوبہ/59
11۔ النور/54
12۔ الاحزاب/71
13۔ المجادلہ/13
14۔ التغابن/11-12
15۔ تفسیر کبیر' 32/6
16۔ القرطبی' الجامع لاحکام القرآن' 20/106-107
17۔ سید قطب' فی ظلال القرآن' 190/10
18۔ آل عمران 81-82
19۔ قرآن مجید مترجم (محشی) /78
20۔ مختصر تفسیر ابن کثیر 296/1
21۔ ترمذی' کتاب المناقب' باب فی فضل النبی ﷺ 584/5
22۔ ترمذی' ایضاً' 585/5

marfat.com
Marfat.com

23۔ شرح السنۃ
24۔ تفصیل کے لئے دیکھئے' جان جاناں از ڈاکٹر محمد مسعود احمد' انٹر نیشنل پبلی کیشنز حیدر آباد۔
25۔ الاعراف' /157
26۔ البقرہ' /129
27۔ الصف' /6
28۔ پیدائش 16:8-11
29۔ ایضا 17:19-20
30۔ استثناء 18:15-19
31۔ ایضا 33:-1-3
32۔ انجیل متی 21-41-46
33۔ انجیل یوحناء 1:19-27
34۔ سبا /28
35۔ الفرقان /1
36۔ الحجر /94
37۔ الشعراء /38214 الحجر /6
38۔ الانبیاء /5
39۔ ھود /7
40۔ یسین /69
41۔ الطور /29-30
42۔ ضیاء القرآن /4/653
43۔ حم السجدہ /26
44۔ الاحقاف /29-32
45۔ تفسیر ابن کثیر /4/164

marfat.com
Marfat.com

46۔ تفسیر ابن کثیر 169/4

47۔ ایضاً' 171/4

48۔ الجن/1-14

49۔ تفسیر مظہری 88/10

50۔ ایضاً' 89/10

51۔ ایضاً' 82/10

52۔ الشعرا /3

53۔ بنی اسرائیل/1

54۔ تفسیر الحسنات 751/3 بحوالہ روح المعانی 474/4

55۔ ایضاً' 750/3 بحوالہ المعانی 472/4

56۔ روح المعانی' 473/4

57۔ ایضاً' 467/4

58۔ تفسیر الحسنات' 731/3

59۔ ایضاً' 733/3

60۔ الجامع لاحکام القرآن'

61۔ التفسیر الکبیر 152/20

62۔ ضیاء القرآن 632/2

63۔ تفسیر مظہری 103/9

64۔ ایضاً 104/9

65۔ تفسیر مظہری 109/9

66۔ تفسیر قطبی' 206/10 وبعد نیز دیکھئے بخاری' کتاب التوحید' باب قولہ وکلم اللہ معراج کی تفصیلات کے لیے 3/8۔2 وبعد' ایضاً بدالخلق' باب ذکر الملائکۃ 77/4 و بعد' ترمذی' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ الاسراء' 307/5 و بعد' مسلم' کتاب الایمان' باب الاسراء برسول اللہ' 99/1 وبعد۔

marfat.com
Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی روحانی زندگی کی چند جھلکیاں

وہ ہادی برحق جس نے عقائد و افکار کی دنیا میں انقلاب برپا کیا' وہ مصلح اعظم جس نے خستہ حال معاشرے کو ایک صحت مند اور خوشحال معاشرے میں بدل دیا' جس نے نظام معیشت کو صالح بنیادوں پر استوار کیا' جس نے سیاست و قانون کو نفاق سے نکال کر اخلاق کی اعلیٰ وارفع اساس عطا فرمائی' وہ مفکر اعظم جس نے اذہان و قلوب کی دنیا بدل ڈالی۔ وہ ہمہ پہلو عظیم شخصیت جو سربراہ مملکت بھی ہے' سپہ سالار بھی ہے' مقنن بھی ہے' قاضی و منصف بھی ہے اور مدبر و منتظم بھی ہے۔ وہ حامل خلق عظیم جو دوسرے ادیان دوسری اقوام اور دوسرے ممالک کے ساتھ معاملات و تعلقات کو اخلاقی بنیادوں پر قائم کرنے کا ایک ایسا معیار پیش کرتے ہیں کہ پوری تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ شہنشاہ کونین ﷺ کہ گدا سے سلطان تک اس کے در کے بھکاری ہیں۔ وہ عظیم تاریخی شخصیت کہ چار ہزار برس کی معلوم تاریخ (KNOWNHISTORY) میں کسی بھی شخص پر اس سے زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں۔ وہ عدیم النظیر پر عظمت شخصیت جس کی عملی' فکری' ذہنی اور روحانی

marfat.com

Marfat.com

تربیت کسی دنیوی دانش گاہ یا کائنات ارضی میں بسنے والے کسی معلم کی مرہون منت نہیں بلکہ اس وسیع اور بیکراں کائنات کے خالق و مالک نے اس کی ہمہ پہلو تربیت کا خود اہتمام فرمایا۔ آج ہم اس ہادی اعظم ﷺ کی روحانی زندگی کی چند جھلکیاں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے بچپن' آپ کی جوانی اور قبل از بعثت زندگی میں آپ کی حیات طیبہ کے ہر ہر ورق پر روحانیت کے نقش و نگار نظر آتے ہیں لیکن ہم یہ ذکر جمیل اس وقت سے شروع کرتے ہیں جب آپ ﷺ نے روحانی زندگی کا باقاعدہ اہتمام فرمایا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مروج بت پرستی میں کبھی حصہ نہ لیا۔ آپ ﷺ نے اس فطری طریق کو اختیار فرمایا جو جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار فرمایا تھا۔ کائنات میں تدبر و تفکر' خالق کے سامنے اظہار عبودیت' خلق سے خالق تک پہنچنے کا فطری طریق' ابتداء میں یہ تفکر ظاہری رسوم کا پابند نہ تھا کہ ہم اسے کسی مخصوص عبادت کا نام دیں۔ لیکن روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اپنے معبود حقیقی کو پالینے کی سچی تڑپ کبھی مخفی نہیں رہتی۔ یہ سچ ہے کہ ہم کسی کے قلب کی گہرائیوں میں جھانک نہیں سکتے لیکن آنسو دل کی ترجمانی اور عکاسی بطریق احسن کردیتے ہیں۔

دمرع الفتی عما یجن تترجم
وانفاسه یبدین ماالقلب یکتم

خلوت غار حرا

آپ ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ برس کی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ گہرے غور و فکر میں منہمک رہنے لگے۔ اس دوران صبح کی مانند روشن خواب آپ ﷺ کو نظر آتے۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے:

اول مابدی به رسول اللهﷺ من الوحی الرویا
الصالحته فی النوم فکان لایری رویا الاجاءت

marfat.com
Marfat.com

مثل فلق الصبح

اپنے محبوب پروردگار سے راز و نیاز میں جو لذت و حلاوت ہے اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جو اس وادی سے گزرا ہو۔ کیف و مستی اور جذب و شوق کی اس کیفیت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ علائق دنیا سے کنارہ کش ہو کر عزلت نشینی اختیار کریں اور گوشہ عافیت ڈھونڈھ کر اطمینان قلب سے اس شور و شغب کی دنیا سے الگ تھلگ اپنے محبوب آقا و مالک کی عبادت کریں۔ آپ ﷺ کا یہ ذوق آپ ﷺ کو غار حرا میں لے گیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :

ثم حبب الیه الخلاء و کان یخلو بغارحرافیتحنث فیه و هو التعبداللیالی ذوات العدد الحدیث

سید قطب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

وخلاصتها ان رسول اللهﷺ کان یتحنث فی غار حراء قبل البعثته بثلاث سنوات ای یتطهر و یتعبدو کان تحنثه علیه الصلوة والسلام شهر امن کل سنته هو شهر رمضان یذهب فیه الی غار حراء علی مبعدة نحو میلین من مکه

”اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ غار حرا میں عبادت میں مشغول رہتے۔ بعثت سے تین سال قبل آپ ﷺ پاک صاف رہتے اور حضور حق میں سر تسلیم خم کرتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ عبادت ہر سال ایک مہینہ ہوتی اور وہ مہینہ رمضان کا ہوتا جس میں آپ غار حرا میں جو مکہ سے قریبا دو میل کے فاصلے پر ہے ‘تشریف لے جاتے“

marfat.com
Marfat.com

زاد ختم ہوتا تو آپ ﷺ توشہ لینے کے لیے اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہؓ کے پاس آتے۔

غار حرا میں آپ ﷺ کے معمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے سید قطب رقمطراز ہیں:

ویقضی و قته فی العبادة والتفکیر فیما حوله
من مشاهد الکون و فیما وراء ها من قدرة مبدعة

"اور آپ ﷺ اپنا وقت عبادت اور اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی کائنات کے مشاہدے اور اس میں غور و فکر میں گزارتے اور آپ ﷺ کا تخیل اس سے بھی ماوراء قدرت کی نیرنگیوں کی طرف منعطف ہو جاتا۔"

اس خلوت اور عزلت میں کیا حکمت تھی' اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید قطب لکھتے ہیں:

وکان اختیاره ﷺ لهذه العزلة طرفا من تدبیر
الله له لیعده لما ینتظره من الا مرالعظیم ففی
هذه العزلته کان یخلو الی نفسه و یخلص من
زحمته الحیوة و شوا غلها الصغیرة

"اور آپ ﷺ کی یہ عزلت گزینی اللہ تعالیٰ کی ایک اچھوتی تدبیر تھی تاکہ آپ ﷺ کو بہت بڑے منصب کے تقاضے پورے کرنے کے لیے تیار کیا جائے۔ پس اس عزلت گزینی میں آپ ﷺ زندگی کی زحمتوں اور چھوٹی بڑی مصیبتوں سے نجات پا کر من کی دنیا میں سراغ زندگی پانے میں مشغول ہو جاتے۔"

ہر وہ روح جو نفوس انسانی کی اصلاح اور پیغام ربانی کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینا چاہے اس کے لیے کچھ وقت خلوت اور عزلت میں بسر کرنا ضروری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

موصوف کے الفاظ میں :

ولا بدلای روح یراد لهاان توثر فی واقع الحیاۃ البشریة فتحولها جهة اخری لا بدلهذه الروح من خلوة و عزلة بعض الوقت و انقطاع عن شواغل الارض و ضجته الحیوة و هموم الناس الصغیرة التی تشغل الحیوة

"ہر اس روح کے لیے جس کا مقصود یہ ہو کہ وہ حیات انسانی پر اثر انداز ہو اور اس میں انقلاب بپا کر دے لازمی ہے کہ وہ کچھ وقت خلوت و عزلت کے لئے مختص کر دے اور اس کائنات ارضی کے مختلف مشاغل' زندگی کی شور شوں سے اور لوگوں کے چھوٹے بڑے غم و فکر سے جو زندگی کو مصروف کر دیتے ہیں' خود کو الگ کر لے۔

چنانچہ آپ ﷺ تفکر و تدبر اور مراقبوں میں اپنا وقت گذارتے حتی کہ بفضلہ تعالیٰ آپ ﷺ کا آئینہ قلب اور زیادہ شفاف ہو گیا۔ آپ ﷺ روحانی بالیدگی کی اوج کمال پر پہنچ گئے۔ اب وقت آگیا تھا کہ رب کائنات جس نے آپ ﷺ کی تربیت کا اعلیٰ انتظام فرمایا تھا اس مقدس سرزمین کے رہنے والے صادق وامین کو وہ عظیم امانت سپرد کر دے۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک اب چالیس برس کی ہو چکی تھی۔ پیر کے دن رمضان المبارک کے آخری عشرے میں حضرت جبرائیل حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اعلان نبوت کا اذن عطا ہوا۔

روحانی اعمال

نبوت کے فرائض چہارگانہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ معبود حقیقی سے آپ ﷺ کی وابستگی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ غم و مسرت کے موقع پر' صلح و جنگ کے موقع پر صحت و بیماری کی حالت میں آپ ﷺ اپنے آقا و مولا کے حضور دعاؤں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ جنگ کے مد و جزر میں تلواروں کی جھنکار سے

marfat.com

Marfat.com

فضا مرتعش ہے۔ تیروں کی بارش ہو رہی ہے لیکن آپ ﷺ اشکبار آنکھوں سے اپنے مالک حقیقی کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ اپنے دل کے انکسار اور لگاؤ کے ساتھ اپنے آقا و مولیٰ کو پکارتے ہیں۔ دنیا کی پوری تاریخ میں ڈھونڈھنے سے بھی آپ کو یہ روشن مثال نہیں ملے گی کہ دشمن مد مقابل ہو اور صلوٰۃ الخوف ادا ہو رہی ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ دو رکعت ادا فرماتے ہیں اور باقی صحابہ دو گروہوں میں تقسیم ہو کر باری باری ایک ایک رکعت پیچھے ادا کر رہے ہیں۔

حب الٰہی کی تپش نے حضور نبی کریم ﷺ کی پوری عملی زندگی میں ایک تحریک پیدا کر دی تھی جس کا مقصود رضوان من اللّٰہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ کے مراقبے، غور و فکر، کائنات میں تفکر و تدبر اور آپ ﷺ کی بھرپور عملی زندگی کا مقصود وحید محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول تھا۔ اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ کا حامی و ناصر اور محافظ تھا۔ اس لئے آپ ﷺ چٹان کی طرح مستحکم ارادوں کے ساتھ پورے یقین و اعتماد کے ساتھ ثابت قدم اور اپنے آقا و مولا کے مشن کی تکمیل میں سرگرم عمل رہے۔

پانچ فرض نمازوں کے علاوہ آپ ﷺ دیگر مختلف مواقع پر بھی نماز ادا فرماتے۔

ہر فرض نماز کے ساتھ متعدد نوافل ادا فرماتے (جو ہمارے لیے سنت موکدہ یا مندوب ہیں) دن کے ابتدائی حصے میں نماز اشراق پڑھتے۔ دن کے ذرا گرم ہونے پر چاشت کی نماز ادا فرماتے۔ چاند گرہن اور سورج گرہن کے مواقع پر بارش کے لئے دعا کے موقع پر، سفر کے آغاز میں اور سفر کے اختتام پر نمازوں کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ رمضان المبارک میں آپ ﷺ کی عبادت اپنے منتہائے کمال کو پہنچ جاتی۔ بعض راتوں میں تو قیام اتنا طویل ہو جاتا کہ خدشہ لاحق ہو جاتا کہ کہیں سحری تناول فرمانے سے بھی نہ رہ جائیں۔ رمضان المبارک میں آپ ﷺ اعتکاف فرماتے۔ اپنی زندگی کے آخری رمضان میں آپ ﷺ مسلسل بیس دن معتکف رہے۔

marfat.com
Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق آپ ﷺ تہجد کے لئے اٹھتے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ تہجد رات کے آخری حصے میں ادا فرماتے۔ حضور حق میں مسلسل اور طویل قیام فرماتے جس سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آ گیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟" فرمایا اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا؟ "کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ ہوں"

ذوق عبادت سے آپ ﷺ جسمانی مشقت کی پروانہ کرتے اور آپ کی کوشش یہ ہوتی کہ بارگاہ صمدیت میں آپ کا قیام اور طویل ہو جائے۔ سورہ مزمل آپ کے عبادت کے ذوق و شوق کی بہترین عکاسی کرتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے مثالی روحانی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے سید قطب لکھتے ہیں:

وقیل لرسول اللہ ﷺ قم فقام وظل قائما بعد ھا اکثر من عشرین عاما لم یسترح ولم یسکن ولم یعش لنفسہ ولا لا ھلہ قام و ظل قائما علیٰ دعوۃ اللہ

رسول اکرم ﷺ سے رب کریم نے فرمایا "قم" یعنی میرے حضور قیام کرو تو آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور بیس برس سے زیادہ عرصے تک قیام کا یہ سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی آرام و استراحت کا خیال نہ کیا۔ آپ ﷺ کی زندگی آپ ﷺ کا جینا اپنے یا اہل و عیال کیلئے نہ تھا۔ ارشاد خداوندی کی تعمیل میں آپ ﷺ ہمیشہ کمربستہ رہے۔

عبادت کی روحانی حلاوت و لذت نے جب جسمانی مشقت کو نظر انداز کئے رکھا اور شب بیداری دو چار روز کی نہیں پورے ایک سال کی مسلسل شب بیداری سے حضور اکرم ﷺ کے پاؤں مبارک سوج گئے تو رحمت باری جوش میں آئی اور

marfat.com

Marfat.com

تخفیف کا حکم نازل ہوا:

سید قلب کے الفاظ ہیں:

فقد نزلت بعد عام من قيام الليل حتى ورمت اقدام الرسول ﷺ وطائفته من الذين معه

پس ایک برس گزرنے کے بعد سورہ مزمل کا آخری حصہ نازل ہوا جب کہ مسلسل ایک سال بھر شب بیداری سے حضور نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک سوج گئے تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا گروہ بھی آپ کے ساتھ عبادت میں شریک تھا۔

مونس و غمخوار رفیقہ حیات نے آپ ﷺ کی اس مشقت کو دیکھ کر خدمت اقدس میں درخواست کی کہ آپ تھوڑا آرام فرما لیا کریں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

مضى عهد النوم يا خديجة

"اے خدیجہ! سونے اور آرام کا زمانہ بیت گیا"

اور پھر زندگی بھر شب بیداری، تعب اور جہاد کا وسیع سلسلہ جاری رہا۔

علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت سعد بن ہشام نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور نبی کریم ﷺ کے راتوں کو قیام کرنے کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے جواباً کہا:

الست تقرايا يها المزمل؟

کیا تم سورۃ المزمل نہیں پڑھتے؟

سورۃ مزمل سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تہجد کے علاوہ رات کے دیگر حصوں میں بھی آپ ﷺ کا سلسلہ عبادت جاری رہتا۔ قرآن حکیم کے الفاظ آپ ﷺ کے حضور حق میں طویل قیام پر شاہد عادل ہیں:

marfat.com

Marfat.com

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِصۡفَهٗۤ اَوِانۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِیۡلًا اَوۡزِدۡ عَلَیۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا

(آپ پوری رات' سوائے تھوڑے حصہ کے نماز میں کھڑے رہا کریں' آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیں یا آدھی رات سے کچھ زیادہ بڑھا دیں اور قرآن حکیم کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں)

بعض مفسرین کرام نے قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا سے رات کا کچھ حصہ مراد لیا ہے جس کی خود سیاق و سباق کلام سے نفی ہوتی ہے اور قرآن حکیم میں دوسری جگہ وَمِنَ الَّیۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَسَبِّحۡهُ لَیۡلًا طَوِیۡلًا ارشاد باری تعالیٰ سے اسی امر کی تائید ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کا اکثر و بیشتر حصہ قیام فرمایا کرتے تھے۔ سورۃ مزمل کی ان آیات سے متصل ہی دوسری آیات میں آپ ﷺ کے رات کے قیام کی حکمت پر روشنی ڈالی گئی ہے :

اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡكَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا ٥ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیۡلِ هِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِیۡلًا ٥ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ٥ وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلًا

''بے شک ہم آپ پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ دراصل رات کا اٹھنا نفس کو خوب روند دیتا ہے اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔ دن کے اوقات میں تو آپ کے لئے بہت مصروفیات ہیں۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کے ہو رہو''

سید قطب ناشئۃ الیل کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

لان للذکر فیها حلاوته وللصلوة فیها خشوعها و للمنا جاة فیها شفافیتها و انها لتسکب فی القلوب انسا و راحته و شفافیة و نورا قد لا یجد۔ ¹

marfat.com
Marfat.com

فی صلاۃ النہار و ذکرہ

”رات کے تاریک اور سہانے سماں میں اللہ کے ذکر میں ایک خاص حلاوت حاصل ہوتی ہے ایسے وقت میں نماز میں خشوع پیدا ہوتا ہے اور بندہ اپنے معبود سے جو مناجات کرتا ہے وہ جوہر اخلاص سے آئینے کی طرح شفاف ہوتی ہے اور دل کو انس و محبت' راحت' اخلاص اور روشنی بخشتی ہے اور یہ وہ بات ہے جو دن کی نماز یا دن کے ذکر میں حاصل نہیں ہوتی“

سید محمود آلوسی واذکراسم ربک کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے۔

ذکرہ تعالی علی ای وجه کان من تسبیح و تهلیل و تحمید و صلوة وقراءۃ قرآن وغیر ذالك

”اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے خواہ اس کی نوعیت کوئی بھی ہو۔ تسبیح و تقدیس بیان کی جائے' لاالہ الااللہ کا ذکر کیا جائے' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے' نماز پڑھے یا قرآن حکیم کی تلاوت کرے اور اسی طرح کی ہر وہ عبادت جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کو شامل ہو“

علامہ موصوف تبتل کے معانی و مطالب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ای وانقطع الیه تعالیٰ بالعبادۃ و جرد نفسك عماسواہ عزوجل و استغرق فی مراقبته سبحنه

”اللہ تعالیٰ سے کامل وابستگی کے لئے علائق دنیوی سے انقطاع کر لیجئے اور خود کو ماسوا سے فارغ کر لیجئے اور ہمہ تن دھیان اللہ جل سبحانہ کی طرف مرکوز کر لیجئے“

marfat.com
Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے معبود حقیقی کی یاد سے وابستہ تھا۔ دن میں بھی ذکر و اذکار اور فرائض و نوافل کا سلسلہ جاری رہتا۔ رات کو یہ سلسلہ طویل ہو جاتا جیسا کہ سورۃ مزمل کے آخری رکوع کی آیات سے واضح ہے:

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَ اللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

"اے نبی تمہارا پروردگار اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات کے قریب اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو اور تمہارے صحابہ میں سے بھی ایک گروہ آپ کے ساتھ عبادت میں شریک ہوتا ہے۔ اللہ کو رات اور دن کا خوب اندازہ ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم عام مومنین اسے پورا نہ کر سکو گے لہٰذا اس نے تم پر مہربانی فرمائی۔ اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو"

اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور مہربانی سے مسلمانوں پر تو تخفیف ہو گئی۔ رات کا قیام فرض نہ رہا نفل ہو گیا۔ اب طول قیام کی بجائے قرآن کریم کی تلاوت کم کرنے کی بنا پر مختصر قیام رہ گیا۔ لیکن محبوب رب العالمین ﷺ کا معمول قدرے تخفیف کے ساتھ قریباً وہی رہا۔

سید قطب رحمۃ اللہ کے الفاظ میں:

اما رسول اللہ ﷺ فقد مضی علی نهجه مع ربه لا یقل قیامه عن ثلث اللیل یناجی ربه فی خلوة من اللیل وهداة و یستمد من هذه الحضرة زادالجهاد علی ان قلبه ما کان ینام وان نامت

marfat.com

Marfat.com

عيناه فقد كان قلبه ﷺ دائما مشغولا بذكر الله متبتلا لمولاه و قد فرغ قلبه من كل شئی الامن ربه

"جہاں تک رسول اکرم ﷺ کا تعلق ہے تو آپ ﷺ کا معمول عبادت اپنے رب کے تعلق میں وہی رہا۔ آپ ﷺ کا قیام حضور حق میں کبھی بھی تہائی رات سے کم نہ ہوتا۔ آپ ﷺ اپنے رب کریم سے مناجات میں مصروف رہتے۔ رات کی تنہائی میں جب رات گہری اور پر سکون ہو جاتی اس حضوری میں اپنے معبود حقیقی سے آپ ﷺ زندگی کا توشہ اور جہاد کی اعانت کے ملتجی ہوتے۔ آپ کا دل کبھی نہ سوتا اگرچہ آپ کی آنکھوں پر نیند طاری ہوتی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کا قلب ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا۔ اپنے آقا و مولا کے لیے آپ ﷺ خود کو ماسوا اللہ سے منقطع کر لیتے اور آپ کا دل سوائے اپنے رب کریم کے ہر ماسوا سے فارغ ہوتا"۔

یہاں ایک نکتے کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر تخفیف کا یہ عمل بقول سید قطب یا دیگر مفسرین صرف ایک برس بعد تھا تو ایک برس کا عرصہ بھی کچھ کم نہیں ہوتا لیکن اگر اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ سورہ مزمل کے آخری حصے کی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں جیسا کہ آیات کے سیاق و سباق سے نظر آتا ہے تو یہ عرصہ مکمل دس برس کا ہے۔ گویا یہ عرصہ طویل بالخصوص اور اس کے بعد تا حین حیات بالعموم آپ ﷺ حضور حق میں اتنا طویل قیام فرماتے رہے۔

چار باتیں انبیاء و رسل علیہم السلام کا طریق رہی ہیں۔
حیاء داری' خوشبو لگانا' مسواک اور نکاح

marfat.com
Marfat.com

معبود حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے قبل حضور اکرم ﷺ صفائی' نظافت اور پاکیزگی کا بہت خیال فرماتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کو نماز کے لیے اٹھتے تو سب سے پہلے مسواک کرتے۔ حضرت ربیعہ بن کعبؓ کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ رات ہی کو وضو کے لیے پانی اور مسواک کا اہتمام رکھتے تھے۔

خشیت الٰہی

جب حب الٰہی اور خوف خداوندی کا امتزاج ہو تو عبادت میں لذت و حلاوت کا کیا کہنا: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

"ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر پر نہ پایا۔ پس میں نے آپ کو تلاش کیا۔ ناگہاں میرے ہاتھ آپ کے قدموں پر پڑے جب کہ آپ ﷺ سجدہ میں تھے آپ ﷺ سجدہ میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے اللہ! میں تیری رضا مندی کے ذریعے تیری ناراضگی سے اور تیرے عفو و درگزر کے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیری رحمت کے ذریعے تیرے غصے سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری تعریف کرنے سے قاصر ہوں تو ایسی عظیم ذات ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثنا بیان کی ہے"۔

حضور نبی کریم ﷺ پر خشیت الٰہی سے رقت طاری ہو جاتی' آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور آپ ﷺ بے ساختہ رونے لگتے۔ نماز پڑھنے کے دوران آپ ﷺ کے اندر سے ایسی آواز آتی جیسی کہ دیگ کے جوش مارنے یا چکی کی آواز ہوتی ہے۔

حضرت مطرف بن عبداللہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے اندر سے ایسی آواز آرہی تھی جیسی کہ دیگ کے جوش

marfat.com
Marfat.com

مارنے کی آواز ہوتی ہے"

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور آپ ﷺ کے سینے سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسی چکی کی آواز ہوتی ہے اور یہ آپ کے رونے کی آواز تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی رات کی عبادت کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ رات کو تھوڑی دیر آرام فرماتے پھر حضور حق میں قیام فرماتے پھر تھوڑا آرام فرماتے پھر عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ہاں ایک رات سوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ رات کو بیدار ہوئے۔ مسواک کی۔ وضو فرمایا اور پھر یہ آیات کریمہ پڑھیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ......الخ پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں جس میں قیام' رکوع اور سجدے کو بہت طویل کیا۔ پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور سو گئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے سونے سے سانس کی مخصوص آواز آنے لگی۔ تین بار آپ نے اسی طرح کیا اور چھ رکعتیں پڑھیں۔ ہر دفعہ مسواک کی' وضو کیا اور مذکورہ بالا آیات کو پڑھا پھر تین رکعتیں وتر کی پڑھیں۔

سورہ آل عمران کی ان گیارہ آیات کریمہ (۱۹۰تا۲۰۰) پر غور فرمایئے۔ معانی و مطالب کا بحر ذخار ہے جو انسانی زندگی میں انقلاب لے آئے۔ کائنات میں تفکر و تدبر' اللہ تعالیٰ کا ذکر' اس کی رحمت و مغفرت کی طلب' قیامت کے دن اسکے فضل واحسان کے لئے دعا' مجاہدین کے لیے اللہ کی نصرت و تائید کا وعدہ' دنیا کی بے ثباتی' اہل تقویٰ کی مقبولیت اور اہل ایمان کے لیے صبر' باہمی ربط اور تقویٰ اختیار کرنے کا زریں اصول جو فلاح و کامرانی کا ضامن ہے۔ یہ مضامین ہوں اور قرآن حکیم کی صوتی تاثیر اور موسیقیت ہو اور آدھی رات کا وقت ہو جب دن کے شور و شغب کی بجائے ایک محشر سکوت فضا پر طاری ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ محبوب رب العالمین ﷺ کے خشوع قلب کی ان کی زبان مبارک ترجمانی کر رہی

marfat.com
Marfat.com

ہو۔ ذرا تصور کیجئے کہ وہ پر سوز پر کیف منظر کس قدر موثر اور رقت انگیز ہو گا!!!

نبوی دعائیں

حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں حضور اکرم ﷺ کے معمول کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ دعا کرتے۔

"اے میرے معبود! سب حمد و ستائش تیرے ہی لیے ہے۔ تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور جو کچھ ان میں ہے۔ سب تعریف تیرے لیے ہے۔ تیرے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جو کچھ ان میں ہے سب حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور سب حمد و ستائش تیرے لئے ہے۔ تو حق ہے' تیرا وعدہ حق ہے' تیری ملاقات حق ہے' تیرا قول ہے' جنت حق ہے' دوزخ حق ہے' انبیائے کرام کی بعثت حق ہے' محمد حق ہے' قیامت حق ہے۔اے میرے معبود! تیرے لئے میرا سر تسلیم خم ہے۔ تجھ پر ہی میں ایمان لایا ہوں' تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے' تیری ہی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ میرا جدال تیری مدد سے ہے۔ تیرے ہی حضور اپنی فریاد لایا ہوں۔ پس اے بخشنے والے میری وہ سب خطائیں بخش دے جو مجھ سے پہلے سرزد ہوئیں یا بعد میں ہوں گی وہ سب جنہیں میں نے پوشیدہ طور پر کیا اور وہ بھی جنہیں میں نے ظاہر طور پر کیا۔ تو ہی اول ہے' تو ہی آخر ہے' تیرے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے حضور اکرم ﷺ کی متعدد دعائیں منقول ہیں جو آپ ﷺ رات کی نماز شروع کرتے وقت فرماتے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس دعا پر غور کیجئے اپنے معبود سے وابستگی درجہ کمال پر نظر آتی ہے اور خود کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لیے تمنا و آرزو کا بے ساختہ اظہار ہوتا ہے۔ قلب و نظر ہی نہیں' سمع ہی نہیں بلکہ جسم کے رگ و ریشہ اور خون و پوست ہر شے آقا و مولا کی تجلیات و نور سے مستنیر ہو جائے۔ آپ ﷺ بارگاہ

marfat.com
Marfat.com

ایزدی میں ان الفاظ میں التجا کرتے ہیں :

"اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما' میری آنکھوں میں نور پیدا کر' میرے کانوں میں نور عطا فرما' میری دائیں جانب نور ہو' میری بائیں جانب نور ہو' میرے اوپر نور ہو' میرے نیچے نور ہو' میرے سامنے نور ہو' میرے پیچھے نور ہو' میرے واسطے نور پیدا فرمادے (بعض راویوں نے یہ بھی لکھا ہے) اور میری زبان میں نور ہو (بعض نے یہ بھی لکھا ہے) میرے پٹھوں میں نور ہو' میری جلد میں نور ہو (اور بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں) میری جان میں نور پیدا فرما اور نور کو میرے لئے اور بڑھادے (اور مسلم کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) اے اللہ! مجھے نور عطا فرما"

حضرت حذیفہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رکعتوں میں لمبی لمبی سورتیں تلاوت فرماتے۔ اس ضمن میں وہ حضور نبی کریم ﷺ کی رات کی عبادت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں :

فصل اربع رکعات قرافیهن البقرة وال عمران والنساء والمائدة والانعام

"پس حضور نبی کریم ﷺ نے چار رکعتیں ادا فرمائیں اور ان رکعتوں میں سورہ بقرۃ' سورہ آل عمران' سورہ نساء اور سورہ مائدہ یا انعام پڑھیں"

گویا حضور نبی کریم ﷺ کے ذوق عبادت کا تقاضا ہوتا کہ حضور حق میں قیام ہو اور قرآن حکیم کی پرسوز تلاوت کبھی ختم نہ ہو۔ چار رکعتوں میں پانچ پارے تلاوت کرنا اور وہ بھی ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کوئی ایک آیت اس کا مضمون آپ ﷺ کے ذہن و قلب کو اس قدر متاثر کرتا کہ آپ ﷺ اسی ایک آیت کو بار بار پڑھتے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں :

قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی اَصْبَحَ بِاٰیَۃٍ والآیۃ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم

"رسول اکرم ﷺ نے رات کو قیام فرمایا اور نماز میں صبح تک یہ آیت پڑھتے رہے (جس کا ترجمہ ہے) اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو غالب حکمت والا ہے"

روزہ

تزکیہ نفس اور روحانی بالیدگی کے حصول کا ایک بہت بڑا ذریعہ روزہ ہے۔ قرآن حکیم نے اسے تقویٰ کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ بندہ اپنی خواہشات اور طعام محض خوشنودی خداوندی کے لیے چھوڑتا ہے۔ نماز کی طرح حضور اکرم ﷺ روزے کا بہت اہتمام فرماتے۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں :

"میں نے رسول اکرم ﷺ کو متواتر دو مہینے روزے رکھتے نہیں دیکھا مگر شعبان اور رمضان میں کہ آپ ﷺ ان دونوں مہینوں کے مسلسل روزے رکھتے"

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں :

"رسول اکرم ﷺ جب روزہ رکھتے تھے تو برابر روزہ رکھے چلے جاتے۔ یہاں تک کہ ہم کہنے لگتے کہ اب وہ کبھی روزہ نہ چھوڑیں گے اور کبھی روزہ چھوڑے رہتے حتیٰ کہ ہم یہ کہنے لگتے کہ اب وہ کبھی روزہ نہ رکھیں گے اور میں نے اس امر کو کبھی نہ دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پورے مہینے کے

marfat.com
Marfat.com

روزے رکھے ہوں سوائے ماہ رمضان کے اور آپ ماہ شعبان
کے اکثر روزے رکھتے۔"

گویا حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کا پورا مہینہ فرض روزے رکھتے۔ شعبان کے پورے مہینے کے روزے رکھتے ماسوا چند دنوں کے' باقی سال بھر کبھی روزے رکھتے چلے جاتے اور کبھی چھوڑ دیتے۔ بعض ایام کا روزہ حضور نبی ﷺ اہتمام سے رکھتے۔ مثلاً آپ عاشورے کا روزہ رکھتے۔ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"بارگہ الٰہی میں بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش کئے جارہے ہوں اور میں روزے کی حالت میں ہوں"

حضرت معاذہ عدویہؒ کہتی ہیں کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا "کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے؟" انہوں نے فرمایا "ہاں" پھر میں نے پوچھا "مہینے کے کن دنوں میں روزے رکھتے تھے" تو انہوں نے فرمایا "آپ ﷺ کو اس امر کی پرواہ نہ تھی جن دنوں میں چاہتے روزہ رکھ لیتے تھے"

ایام بیض (چاند کی تیرھویں' چودھویں' پندرھویں) کے روزہ کا حضور ﷺ خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے:
"رسول اکرم ﷺ ایام بیض کے روزے کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ نہ حضر میں نہ سفر میں"

المختصر روحانی کمالات' روحانی بالیدگی کے حصول کے لئے جتنے بھی طریقے ممکن ہیں طول قیام' سجود' روزہ' ذکر و فکر' شب بیداری' تضرع و زاری' دعا' تلاوت قرآن حکیم یہ سب کے سب لاریب حضور نبی کریم ﷺ کے شب و روز کے معمولات نظر آتے ہیں۔ طہارت' نظافت' تعطر' سفید لباس' خیالات کی

marfat.com
Marfat.com

پاکیزگی ہر لمحہ اپنے خیالات اور جذبات پر ضبط تام اپنے معبود حقیقی کے ساتھ ایک والہانہ لگاؤ۔ یہ وہ اعمال ہیں جو روحانیت کی جان ہیں اور یہ سب کے سب حضور اکرم ﷺ کے مرغوب اور آپ ﷺ کے معمولات تھے۔

ایک مفکر قوم کو اپنے افکار سے بیدار کر سکتا ہے۔ ایک مصلح اپنی سعی و کاوش سے معاشرے کی مقدور بھر اصلاح کا بیڑا اٹھا سکتا ہے۔ ایک حکمران اور فاتح فتح و ظفر سے بامراد ہوتے ہوئے اپنی سلطنت کی توسیع کر سکتا ہے اور اسے مستحکم بنا سکتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص مفکر، مصلح اور فاتح ہونے کے ساتھ روحانی بالیدگی کے منتہائے کمال پر بھی ہو۔ پوری تاریخ عالم میں ہمیں ایسی عظیم ہستی سوائے رسول اکرم ﷺ کے کوئی نہیں ملتی جو مفکر بھی ہو، مصلح بھی، حکمران اور فاتح بھی، معاشرت، معیشت، سیاست، قانون، تعلیم، اخلاق اور عقائد و افکار میں عظیم انقلاب برپا کرے لیکن اس کے ساتھ وہ روحانیت کا سر چشمہ اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے روحانی الذہن افراد کے لیے ایک بے مثال دائمی نمونہ عمل بھی ہو۔ زندگی کے اہم شعبہ میں سے کون سا شعبہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے بھرپور اور مثالی کردار انجام نہ دیا ہو۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ رحمت خداوندی نے آپ ﷺ کی روحانی بالیدگی کو سیراب و شاداب کر رکھا تھا۔

جب ہم حضور اکرم ﷺ کے روحانی کمالات پر نظر ڈالتے ہیں تو حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ تجلیات و انوار الٰہیہ کی آپ ﷺ پر بارش ہوتی رہتی ہے۔ اگر آپ ﷺ حضور حق میں طویل قیام کرتے ہیں اور مشقت و تعب کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ آپ کا ذوق عبادت اور قیام کا تقاضا کرتا ہے تو دوسری طرف معبود حقیقی کے آپ ﷺ پر انعامات کا سلسلہ بھی لامتناہی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عائشؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

رَاَیۡتُ رَبِّیۡ عَزَّوَجَلَّ فِیۡ اَحۡسَنِ صُوۡرَۃٍ قَالَ : فِیۡمَا یَخۡتَصِمُ الۡمَلَاءُ الۡاَعۡلٰی؟ قُلۡتُ: اَنۡتَ اَعۡلَمُ۔ قَالَ: فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیۡنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدۡتُ بَرۡدَھَا بَیۡنَ ثَدۡیَیَّ فَعَلِمۡتُ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَالۡاَرۡضِ وَتَلَاوَکَذٰلِكَ نُرِیۡ اِبۡرَاھِیۡمَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوَاتِ وَالۡاَرۡضِ وَ لِیَکُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ

"میں نے اپنے رب کریم کو خواب میں بہترین صورت میں دیکھا' رب کریم نے مجھ سے پوچھا۔ ملائکہ مقربین کس معاملے میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا" اے اللہ! تو ہی خوب جانتا ہے" رب کریم نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک اور لطافت میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھے آسمانوں اور زمین کی تمام درمیانی چیزوں کا علم حاصل ہو گیا" پھر حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی و کذلك......الی اخرہ یعنی اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھائی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں شامل ہو جائے"

حضرت معاذ بن جبلؓ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث پاک مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز میں رسول کریم ﷺ نے تشریف لانے میں تاخیر فرمائی اور قریب تھا کہ سورج مشرق سے نمودار ہو جائے کہ آپ ﷺ تیزی سے تشریف لائے۔ تکبیر کہی گئی اور رسول اکرم ﷺ نے نماز ادا کی اور قرات وارکان نماز میں تخفیف فرمائی اور سلام پھیر کر بلند آواز میں فرمایا "جہاں بیٹھے ہو اسی جگہ بیٹھے رہو" اس کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

انی قمت من اللیل فتوضات و صلیت ماقدرلی
فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا انابربی
تبارك و تعالی فی احسن صورة فقال یا محمدا
قلت: لبیك رب قال: فیما یختصم الملاء الاعلی؟
قلت : لاادری۔ قالها ثلاثا۔ قال فرایت وضع كفه
بین كتفی حتی وجدت بردانا مله بین ثدی
فتجلی لی كل شی وعرفت۔

"میں رات کو نماز کے لیے اٹھا' وضو کیا اور جس قدر نماز مقدر میں تھی پڑھی اور نماز میں مجھ کو اونگھ آگئی یہاں تک کہ نیند مجھ پر غالب ہو گئی۔ ناگہاں میں نے اپنے بزرگ و برتر خدا کو بہترین شکل و صورت میں دیکھا۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا "اے محمد!" میں نے عرض کیا "حاضر ہوں اے پروردگار" فرمایا "ملائکہ مقربین کس چیز پر بحث و گفتگو کر رہے ہیں؟" میں نے عرض کیا "خداوندا! مجھے معلوم نہیں" تین بار اللہ جل شانہ نے یہ بات پوچھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ رب جلیل نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا جس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اور لطافت کو میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا۔ میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں تمام اشیاء سے واقف ہو گیا"

وسعت مشاہدہ

جو یائے حق اور سالک راہ کے لیے اگرچہ مشاہدہ حق کی گفتگو بھی ہزاروں لذتوں کا باعث ہوتی ہے۔ لیکن وہ خوش بخت جسے مشاہدہ حق ہی میسر آجائے اس کی مسرتوں اور سعادتوں کا کیا کہنا! جیسا کہ قرآن حکیم کی مذکورہ آیت (۲ : ۷۵) سے ظاہر ہے۔ اس مشاہدے کا مقصد یقین کو اور زیادہ مستحکم اور قوی

marfat.com

Marfat.com

بنانا ہے تا کہ مشاہدہ حق سے بہرہ ور ہونے کے بعد اشیاء کی حقیقت سے واقف ہو کر ایک پیغمبر اس کارگہ حیات میں اپنے آقا و مولیٰ کے مشن کی تکمیل احسن طریقے سے کر سکے۔

حضور اکرم ﷺ قرآن حکیم میں مذکور اپنے اوصاف کے مطابق بشیر ونذیر بھی تھے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور نعمتوں کے مرکز جنت کی بشارت دیتے اور پیغام الٰہی کے جھٹلانے والوں کو اس کے عذاب اور عذاب کے مقام دوزخ سے ڈراتے۔ قدرت الٰہیہ نے آپ ﷺ کو ان دونوں کی کیفیت سے باخبر اور آگاہ کرنے کے لیے جنت و جہنم کا مشاہدہ کرایا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ صلی لنایو ماالصلوۃ ثم رقی المنبر فاشار بیدہ قبل قبلۃ المسجد فقال: قدرایت الان مذصلیت لکم الصلوۃ الجنۃ والنار ممثلتین فی قبل ھذا الجدارفلم ار کالیوم فی الخیر والشر (رواہ البخاری)

"ایک روز رسول اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر مسجد کے قبلے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا "میں نے ابھی ابھی تم کو نماز پڑھاتے پڑھاتے اس دیوار کے آگے جنت اور دوزخ کو ایک خاص شکل و صورت میں دیکھا ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آج تک میں نے جس قدر اچھی اور بری چیزیں دیکھی ہیں وہ جنت و دوزخ کی اچھائی و برائی کے مقابلے میں کوئی حیثیت و حقیقت نہیں رکھتیں"۔ (امام بخاری نے روایت کیا)

تورات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے متعلق یہ لکھا ہے:

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے مطابق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی وادی میں بیت فغفور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں اور موسیٰ اپنی

marfat.com
Marfat.com

وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا"

اب حضور اکرم ﷺ کے چشمہ معرفت کی طرف نظر کیجئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی متفق علیہ حدیث طویل میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رحلت کا بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ آخر میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

والله لوانی عنده لا ریتکم قبره الی جنب الطریق عندا لکثیب الاحمر

"خدا کی قسم! اگر میں بیت المقدس کے قریب ہوتا تو تم کو موسیٰ کی قبر دکھاتا جو سر راہ ریت کے ایک سرخ تودے کے قریب ہے"

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور جمہور مفسرین اور علماء امت کا اس امر پر اتفاق ہے اور قرآن حکیم اس بات پر شاہد عادل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو معراج جسد مبارک کے ساتھ ہوا اللہ تعالیٰ نے آپ کے روحانی کمالات کو جلا بخشنے کے لیے آپ کو آسمانوں' زمین' جنت' دوزخ اور متعدد ارفع و اعلیٰ مقامات کی سیر کرائی اور آپ تجلیات و انوار الہیہ سے فیض یاب ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے ان کے حلیے بیان فرمائے۔ ابن عباسؓ کی متفق علیہ روایت کے الفاظ یہ ہیں :

قال رایت لیلة اسری بی موسی رجلا ادم طوالا جعدا کانه من رجال شنوء ة و رایت عیسی رجلا مربوع الخلق الی الحمرة و البیاض سبط الراس ورایت مالکا خازن النار والد جال فی ایات اراهن الله ایاه

"حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شب معراج میں میں نے موسیٰ کو دیکھا جو دراز قد' گندم گوں تھے اور ان کے بال

marfat.com

Marfat.com

گھنگھریالے تھے گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے ایک آدمی ہیں اور میں نے عیسیٰ کو دیکھا جو پیدائش کے اعتبار سے متوسط قدو قامت کے تھے' ان کا رنگ سرخ و سفید تھا اور سر کے بال سیدھے اور میں نے دوزخ کے داروغہ مالک کو دیکھا اور دجال کو دیکھا۔ ان دونوں کو ان علامات میں دیکھا جو خداوند تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی مضمون کی ایک متفق علیہ روایت مروی ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضور نبی کریم ﷺ کی ملاقات کا ذکر بھی ہے کہ شب معراج میں میری ملاقات موسیٰ سے ہوئی۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کی صفات بیان کیں اور فرمایا وہ ایک (خوف خدا سے) مضطرب آدمی ہیں۔ سر کے بال گھنگھریالے گویا کہ وہ قبیلہ شنوہ کے ایک مرد ہیں اور میں نے عیسیٰ سے ملاقات کی جو متوسط قامت اور سرخ رنگ کے ہیں گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور ان کی اولاد میں میں ان سے بہت مشابہ ہوں۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو دودھ اور شراب کے دو برتن پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"پھر مجھے دو برتن دیئے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب اور مجھ سے کہا گیا کہ ان میں جس کو پسند کر لے لو۔ میں نے دودھ لے لیا اور پی لیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا "تمہیں فطرت کی راہ دکھائی گئی۔ اگر تم شراب لے لیتے تو تمہاری امت گمراہ ہو جاتی"

یہ ہے حضور اکرم ﷺ کی روحانی عظمت کہ آپ انبیائے کرام سے ملاقات فرما رہے ہیں اور آپ ﷺ کے مشاہدات اتنے عمیق ہیں کہ آپ ان میں

marfat.com
Marfat.com

سے ہر ایک کا حلیہ پورے وثوق سے بیان فرما رہے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک روایت حضور نبی کریم ﷺ کے عمیق مشاہدے اور روحانی عظمت کی منہ بولتی تصویر ہے:

"ہم نے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کیا۔ ہم جب ایک جنگل میں پہنچے تو رسول اکرم ﷺ نے پوچھا "یہ کون سا جنگل ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ وادی ازرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں" اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ کا رنگ اور بالوں کی کیفیت بیان کی اور فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام اس جنگل سے کانوں میں انگلیاں دیئے ہوئے بلند آواز سے لبیک لبیک کہتے ہوئے گزر رہے ہیں۔"

یہاں سے آگے بڑھے اور ثنیہ پر پہنچے (ثنیہ وہ راستہ ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے) حضور اکرم ﷺ نے پوچھا یہ کون سی ثنیہ ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہرشی ہے یا لفت ہے آپ ﷺ نے فرمایا گویا کہ میں یونس علیہ السلام کی طرف دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں اور اُونی جبہ پہنے ہوئے ہیں ان کی اونٹنی کی مہار کھجوروں کے درخت کے پوست کی ہے اور اس وادی سے لبیک کہتے ہوئے گزر رہے ہیں"

کشف احوال

حضور اکرم ﷺ سعد بن معاذؓ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد فارغ ہوتے ہیں تو آپ پر ان کا حال منکشف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں۔

"سعد بن معاذؓ کے وفات پا جانے پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے جنازہ پر گئے پس جس وقت رسول اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی اور

marfat.com
Marfat.com

ان کو قبر میں اتار کر قبر کی مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے تسبیح (سبحان اللہ) پڑھی۔ ہم بھی دیر تک سبحان اللہ پڑھتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا' یارسول اللہ ﷺ! آپ نے تسبیح اور تکبیر کیوں پڑھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اس بندہ صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی پھر خدا نے (ہماری تسبیح و تکبیر کو قبول کرتے ہوئے) اس کو کشادہ کر دیا"

ابن عمرؓ نے بھی اسی مضمون کو ایک روایت میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سعد وہ شخص ہے جس کے لیے عرش نے حرکت کی (یعنی ان کی روح آسمان پر پہنچنے کے وقت) اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اس کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے اور قبر ان پر تنگ کی گئی پھر ان کی قبر کشادہ کر دی گئی۔"

حضور اکرم ﷺ قبرستان سے گذرتے ہیں' آپ ﷺ پر ان کے حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ ابن عباسؓ کی متفق علیہ روایت میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

مرالنبی ﷺ بقبرین یقال انهما لیعذبان و مایعذبان فی کبیر اما احدهما فکان لا یستتر من البول (وفی روایته المسلم) لا یستنزه من البول واما الاخر فکان یمشی بالنمیمة ثم اِخذ جریدة رطبة فشقها بنصفین ثم غرز فی کل قبر واحدة قالوا: یارسول اللّٰه! لم صنعت هذا؟ فقال: لعله ان یخفف عنهما مالم یبسا

"ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا ان دو قبر والوں کو عذاب دیا

marfat.com
Marfat.com

جا رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں
سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل
خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی، درمیان
سے چیر کر اس کے دو حصے کئے اور ایک ایک حصہ دونوں
قبروں پر گاڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ ﷺ!
آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟" حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد
فرمایا "تاکہ اس سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے جب
تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج کو گرہن ہوا۔ پس رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے نماز میں طویل قیام فرمایا اتنی دیر کہ سورہ بقرۃ اتنی دیر میں پڑھی جا سکے پھر طویل رکوع کیا اور یہ رکوع پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے لیکن یہ قیام پہلے قیام سے کم تھا پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر رکوع کیا پھر سر اٹھایا سجدہ کیا اور نماز مکمل کر دی۔ اس عرصے میں سورج روشن ہو گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ نہ تو ان کو کسی کی موت سے گرہن ہوتا ہے اور نہ کسی کی پیدائش سے۔ پھر جب تم گرہن کو دیکھو تو خدا کو یاد کرو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! نماز کی حالت میں ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی جگہ کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑنے کا ارادہ کر رہے ہیں پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے کی جانب کچھ ہٹ رہے ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا:

"انی رایت الجنته فتنا ولت منها
عنقوداولواخذته لاکلتم منه مابقیته الدنیا و
رایت النار فلم ارکالیوم منظر اقطً افظع"

marfat.com

Marfat.com

(میں نے جنت کو دیکھا اور اس کے پودے سے انگور کا خوشہ توڑنے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر میں اس خوشے کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے۔ پھر میں نے دوزخ کو دیکھا اور آج کے دن تک ایسا کوئی خوفناک منظر میری نظر سے نہیں گذرا)

امت کے رؤف ورحیم اور شفیق' روحانیت کے اس سرچشمے کے سامنے امت کے ثواب اور گناہ بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عرضت علی اجورامتی حتی القذاة یخر جها الرجل من المسجد و عرضت علی ذنوب امتی فلم ارذنبا اعظم من سورة من القران/وایته اوتیها رجل ثم نسیها''

(میری امت کے ثواب میرے روبرو پیش کئے گئے یہاں تک کہ مسجد کی صفائی کرنے کا ثواب بھی اور پیش کئے گئے میرے سامنے میری امت کے گناہ' ان گناہوں میں مجھے اس سے بڑا گناہ نظر نہیں آیا کہ کسی کو قرآن کی کوئی سورة یا آیت یاد ہو پھر اس نے اس کو بھلا دیا ہو)

کمال سماعت

بارگہ رسالت ﷺ میں امت مسلمہ جو ہدیہ درود و سلام پیش کرتی ہے وہ آپ کی خدمت میں پہنچانے کے لیے فرشتے مامور ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

ان للّٰه ملئکته سیاحین فی الارض یبلغون من امتی السلام

marfat.com
Marfat.com

"خدا کے بہت سے فرشتے زمین پر سیر کرنے والے ہیں جو مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں"

کروڑوں بندگان خدا جب آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے ہیں تو بارگہ رسالت سے اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مامن احد یسلم علی الارد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیه السلام

"تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔"

حضور اکرم ﷺ نے ایک بہت بڑی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرمایا:

صلّوا علی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم

"مجھ پر درود بھیجو: اس لیے کہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے خواہ تم کہیں بھی ہو"

علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں اس ضمن میں بڑا لطیف مضمون بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اور یہ امر واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا جسد اطہر زمین میں شگفتہ و شاداب ہے چنانچہ جب صحابہؓ نے آپ سے استفسار کیا کہ ہمارا درود و سلام کا ہدیہ تحفہ آپ تک کیسے پہنچایا جائے گا جب کہ آپ زمینی اثرات سے متاثر ہو چکے ہوں گے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجساد کو کسی قسم کا ضرر پہنچائے"

marfat.com

Marfat.com

اور اگر (ظاہری وصال کے بعد) حضور اکرم ﷺ کا جسد اطہر آپ کی قبر مبارک میں (تازہ و شاداب) نہ ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز ایسا جواب نہ دیتے اور یہ امر بھی بالکل درست اور واضح ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو امت کا سلام حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔

علامہ ابن قیم نے جسد و روح کے تعلق بالخصوص نبی اکرم ﷺ کے جسد اطہر اور روح مبارک کے باہمی تعلق کو بڑے عمدہ پیرائے میں مدلل بیان کیا ہے۔

اعجاز نظر

ڈاکٹر علی عبد الجلیل راضی نے حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے روحانی پہلوؤں پر اپنے مخصوص و منفرد اسلوب میں روشنی ڈالی ہے اور مختلف سائنسی اور طبی حوالوں سے اور یورپ کے مختلف روحانی افراد کی مثالوں سے حضور اکرم ﷺ کے کمالات روحانی بیان کئے ہیں۔ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے حالت بیداری میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی شکل میں دیکھنے کا ذکر کیا ہے:

بینما انا امشی اذ سمعت صوتا من السماء فرفعت بصری فاذا الملك الذی جاء نی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت منه فرجعت فقلت: زَمِّلُوْنِی فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالیٰ یا اَیُّهَا الْمُدَّثِرُ

"جس وقت میں چل رہا تھا میں نے اچانک آسمان سے ایک آواز سنی۔ میں نے نگاہ اوپر اٹھائی تو وہی فرشتہ جو غار حرا میں مجھے ملا تھا ایک ایسی کرسی پر بیٹھا نظر آیا جو آسمان و زمین کے مابین محیر العقول وسعت کے ساتھ نظر آ رہی تھی۔ پس مجھ پر

marfat.com
Marfat.com

رعب طاری ہو گیا اور میں گھر کی طرف لوٹا اور گھر والوں سے
کہا "مجھے اوڑھا دو (گھر والوں نے آپ ﷺ کو کمبل یا لحاف
اوڑھا دیا) تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی یٰۤاَیُّھَا
الْمُدَّثِّرُ...... الخ (اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے)

اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد موصوف اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اکثر و بیشتر انسانی صورت میں تشریف لاتے اور اس کی توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں:

فی الواقع لم یکن هناك حاجته لظهور جبریل
علی هیته الملك بعد ان وثق فیه محمد وارجع
ظهوره علی هیته بشریته جمیلته حتی یالفها
صاحبه و للملائکته قدرة علی التشکل
بالصورة التی یحبونها

" دراصل اب جبرائیل کو فرشتے کی صورت میں آنے کی
ضرورت باقی نہ رہی تھی کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کو ان
کے بارے میں پورا وثوق حاصل ہو چکا تھا اور جبرائیل ہمیشہ
ایک حسین و جمیل مرد کی صورت میں ظاہر ہوتے تاکہ
حضور نبی کریم ﷺ ان سے مانوس رہیں اور فرشتوں کو بفضلہ
تعالیٰ یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ جو شکل اختیار کرنا چاہیں کر
سکتے ہیں"

چنانچہ جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے رمضان المبارک کے مہینے میں آپ کے ساتھ قرآن حکیم کا دور کرتے۔

ڈاکٹر راضی حضور اکرم ﷺ کی روحانی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وکان النبی یری مناظر مختلفة عدارویته
لجبریل کان یری اشخاصا وامکنة و مشاهدا لا

marfat.com
Marfat.com

يراها غيره وقتئذ فقد جاء في كتب السيرة انه نعى لهم النجاشي ملك الجشه في اليوم الذى مات فيه و قال استغفر والا خيكم كمانعى جعفر اوزيد اقبل ان يجى خبر هما و عيناه تذرفان

"نبی اکرم ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ اور بھی مناظر دیکھتے۔ آپ ﷺ مختلف اشخاص، مختلف مقامات اور مختلف مناظر دیکھتے جنہیں اس وقت اور کوئی نہ دیکھ پاتا۔ سیرت کی کتابوں میں یہ بیان ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی موت کا اس روز ذکر کیا جس روز اس کی وفات ہوئی اور آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرو۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے جعفر اور زید کی شہادت کی خبر اطلاع آنے سے قبل دے دی اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔"

ڈاکٹر راضی حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں:

كنامع رسول الله ﷺ اذسمع وجبة (سقطة) فقال النبي ﷺ: ماهذا؟قلنا: الله ورسوله اعلم. قال: هذا حجررمى به النار منذ سبعين خريفا فهو يهوى في النار الان حتى انتهى الى مقرها

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اچانک کسی بہت بڑی چیز کے گرنے کی آواز سنی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "یہ کیا ماجرا ہے؟" ہم نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں" آپ ﷺ نے فرمایا "یہ وہ پتھر ہے جسے جہنم میں آج سے ستر برس قبل پھینکا گیا چنانچہ یہ اپنی طویل مسافت

marfat.com
Marfat.com

طے کرتے ہوئے اب آگ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچا ہے"
اس حدیث پاک کی سائنسی تشریح کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں:

ویمکننا ان نفسر ھذا علمیا بان القوم سمعوا سقطة حجر فی مکان بعید ولم یروہ...... فالمعنی العلمی لھا ان الحجر قد استغرق سبعین سنة فی مسارہ من المکان الذی بدابہ حتی وصولہ للارض

"اور ہمارے لئے ممکن ہے کہ ہم اس کی تفسیر علمی یوں کریں کہ صحابہ کرامؓ نے کسی پتھر کے دور گرنے کی آواز سنی اور نہ دیکھا...... پس اس کی علمی تشریح یہ ہے کہ پتھر کو اپنی مسافت طے کرنے میں ستر برس لگے حتیٰ کہ اس جگہ سے جہاں سے اس کے سفر کا آغاز ہوا تھا وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچا"

روحانی معجزات

بہر کیف پتھر کے گرنے کا علم تو میری ناچیز رائے میں آپ ﷺ کا ایک ادنیٰ روحانی کمال ہے۔ وہ عظیم شخصیت جس کے معجزات کا ذکر خود قرآن حکیم نے کیا ہو اس کی عظمتوں کو کما حقہ کون جان سکتا ہے۔ شق قمر' معراج و اسراء' دعوت مباہلہ' نصرت ایزدی' رومیوں کے غلبہ سے متعلق پیشگوئی' غار ثور میں اعانت خداوندی' فرشتوں کی مدد' اطلاع من اللہ' رویائے فتح اور اس قسم کے متعدد معجزات قرآن حکیم میں مذکور ہیں' خود قرآن حکیم حضور اکرم ﷺ کا ایک زندہ اور روشن معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کے معجزات کے تفصیلی ذکر سے قبل بڑی عمدہ بات کہی ہے:

marfat.com
Marfat.com

بل كانت شمائله واحواله شواهد قاطعة بصدقه حتى ان العربى القح كان يراه فيقول والله ماهذا وجه كذاب فكان يشهده له بالصدق بمجرد شمائله فكيف من شاهدا خلاقه و مارس احواله فى جميع مصادره و موارده

"حضور اکرم ﷺ کے عادات و خصائل اور آپ ﷺ کے حالات آپ ﷺ کی سچائی پر قطعی حجت تھے۔ حتیٰ کہ ایک خالص بدو آپ ﷺ کو جب دیکھتا تو بے ساختہ پکار اٹھتا "خدا کی قسم! یہ روئے مبارک جھوٹ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا" گویا کہ وہ آپ ﷺ کے مطلق شمائل سے آپ کے سچا ہونے کا یقین کر لیتا۔ پس ان لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی عظمت کس قدر ہو گی جنھوں نے آپ ﷺ کے احوال وانوار کا مفصل اور مسلسل مشاہدہ کیا"

اس کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے پچاس سے زائد معجزات گنوائے ہیں۔

طب روحانی

انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی کا ذکر ہے کہ وہ مریضوں کو چھوتے تھے تو وہ بفضلہٖ تعالیٰ اچھے ہو جاتے تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

"حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ بیمار ہوئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان پر ہاتھ پھیرا تو وہ بفضلہٖ تعالیٰ فوری طور پر درست اور صحت یاب ہو گئے۔"

marfat.com
Marfat.com

دکتور علی عبدالجلیل راضی نے حضور نبی کریم ﷺ کے روحانی کمالات کے ذکر میں ''العلاج الروحی'' کے عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بیماروں کا علاج متعدد روحانی طریقوں سے فرمایا کرتے جن میں ایک طریق یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اور دعا فرماتے۔ اس ضمن میں انہوں نے متعدد مثالیں دی ہیں۔ حضرت سعدؓ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے چند احادیث مبارکہ کا ذکر کیا ہے:

''حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ جب وہ بیمار تھے تو حضور نبی کریم ﷺ عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں ''آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے اور شکم پر پھیرا دعا فرمائی اے اللہ! سعد کو صحت یاب فرما''

حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں کی خنکی اور لطافت انہوں نے اپنے جگر میں محسوس کی اور جب کبھی انہیں یہ واقعہ یاد آتا ہے تو وہ آپ ﷺ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں۔

''میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہ سکتا تھا۔ پس میں نے اس امر کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور دعا فرمائی اے اللہ! اسے ثبات بخش اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا پس اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہ گرا''

ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک بار بطحا کی طرف نکلے پس لوگ آپ ﷺ کے ہاتھ تھام لیتے اور اسے اپنے چہروں پر پھیرتے ابو جحیفہ کہتے ہیں ''میں نے بھی آپ ﷺ کے دست مبارک کو تھام لیا اور اسے اپنے چہرے پر پھیرا۔ آپ کا ہاتھ برف سے ٹھنڈا اور مشک وکستوری سے زیادہ معطر تھا''

marfat.com
Marfat.com

ام المومنین حضرت صدیقہؓ حضور اکرم ﷺ کا معمول مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"رسول اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی شخص ہمارے پاس آکر بیماری کی شکایت کرتا حضور نبی کریم ﷺ اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور دعا فرماتے' اے لوگوں کے معبود حقیقی! سختی کو دور فرما اور شفا عطا فرما تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ سوائے تیری شفا کے کوئی شفا نہیں تیری عطا فرمودہ شفا ہی بیماری کا ازالہ کرتی ہے۔"

ڈکتور موصوف نے حضور اکرم ﷺ کے دوسرے روحانی علاج کے طریقوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

روحانی عظمت

تاریخ ادیان عالم میں روحانی پیشواؤں کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ انہوں نے مقدور بھر فضائل اخلاق کی تعلیم دی۔ لوگوں کو نیکی کا راستہ اختیار کرنے اور بری باتوں کے چھوڑنے کے لیے کہا لیکن وہ خود صرف روحانی دنیا کے ہی ہو کر رہ گئے اور رہبانیت اختیار کر لی...... جب کہ حضور اکرم ﷺ کو ہادیان عالم میں یہ منفرد مقام حاصل ہے کہ جہاں آپ ﷺ نے معاشرت' معیشت' سیاست' قانون' تعلیم و تربیت' منزلی نظام اور سب سے بڑھ کر عقائد و افکار کی دنیا میں انقلاب برپا کیا وہاں آپ ﷺ نے روحانی تقاضوں کو کبھی فراموش یا نظر انداز نہیں کیا۔ دیگر مذاہب کے روحانی پیشواؤں کی توجہ کا مرکز من کی دنیا رہی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کا کمال یہ ہے کہ مادی اور روحانی تقاضوں کو بطریق احسن مکمل فرماتے ہیں۔ اگر تمام شعبہ ہائے حیات میں بھرپور کردار ادا کر کے آپ ﷺ پوری انسانیت کے لئے دائمی نمونہ عمل ہیں تو پھر روحانیت کی دنیا میں دنیا بھر کے روحانی الذہن افراد کے لئے بہترین اسوہ بھی ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

آپ ﷺ کے روحانی کمالات کا ایک عظیم القدر اور عدیم النظیر پہلو یہ بھی ہے کہ آج جب دنیا کے عظیم روحانی پیشواؤں کی زندگی کے حالات پردہ اخفا میں ہیں یا بہت کم میسر ہیں بلکہ بعض کے تو زمانے کا بھی تعین دشوار ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے سامنے ہے۔ سیرت نگاروں نے حضور اکرم ﷺ کی عبادات و معمولات کو اس قدر اہتمام سے محفوظ کیا ہے کہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی جو شخص بھی روحانیت کی وادی میں قدم رکھے گا اسے سوائے حضور اکرم ﷺ کی عظیم روحانی شخصیت کے کوئی اور نمونہ میسر نہیں آتا جس کی کتاب زندگی کا ایک ایک ورق روشن اور تابناک ہو اور دعوت فکر و عمل دے رہا ہو۔

آج بلاد اسلامیہ میں مادی تقاضوں کے لئے تگ ودو جاری ہے بیداری کی ایک لہر دوڑ رہی ہے لیکن روحانی اقدار کی طرف توجہ منعطف نہیں کی جارہی اور اس حقیقت کو نظر انداز کیا جارہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تمام تر کامیابیاں دراصل آپ ﷺ کی روحانی زندگی کا برگ وبار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حکمت ربانی کے چشمہ نور اور منبع روحانیت کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔

ہم اپنے اس مضمون کو ایک سیرت نگار کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں :

"He was the greatest of sufis, saints and darvishes, They became blessed with his super natural power only with drink of spiritual fountain of the greatest saint of arabia"

اور آخر میں علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کے ان الفاظ میں بارگاہ صمدیت میں دعا کرتے ہیں :

marfat.com
Marfat.com

"اے اللہ! تو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جنہیں تو نے ساری کائنات کی امارت وسیادت کے لیے چنا اور جو سید الکونین ہیں۔ جنہیں تو نے بہترین خصلتوں سے آراستہ کیا' معجزات سے نوازا اور کائنات کی طرف بھیجا تاکہ پوری انسانیت کو پاکیزہ اخلاق سے سنواریں۔ ان پر ایسا درود و سلام نازل فرما جو سب سے کامل اور سب سے جامع ہو اور جس کی برکتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہوں۔ ایسا درود پاک نازل فرما جو تیرے اس قرب کے مناسب ہو جس سے تو نے بجز ان کے کسی کو نہیں نوازا اور تیری اس محبت کا عکاس ہو جس کے ساتھ ازل سے ابد تک ہمارے نبی علیہ السلام کو مخصوص کیا"۔

marfat.com
Marfat.com

خلق محمد ﷺ

اللہ تعالیٰ کی نعمت توفیق سے ہمیں یہ زریں موقعہ حاصل ہوا ہے کہ سیرت النبی ﷺ جیسے اہم موضوع پر اہل علم اپنے افکار و تاثرات کا اظہار فرما رہے ہیں۔ خدا کرے کہ کسی ایسے ٹھوس مشترک پروگرام پر جمع ہو جائیں کہ خدمت دین کی سعادت حاصل ہو سکے۔ اس ضمن میں ناچیز نے بھی اپنے تاثرات پیش کرنے کی سعی ناتمام کی ہے۔ چنانچہ اپنی علمی بے بضاعتی کے کامل اعتراف کے ساتھ آپ کی خدمت میں "خلق محمدی علیٰ صاحبہا التحیہ" پر یہ مختصر مقالہ پیش کر رہا ہوں۔ محسن انسانیت اور خلق مجسم کے اخلاق عالیہ کو' جس کی شہادت خود خداوند قدوس نے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ' کے ارشاد عالی سے دی ہو' موضوع مقالہ بنانا اور پھر اسے علماء و فضلاء کی مجلس میں پیش کرنا اس ناچیز کی استطاعت سے بالاتر ہے۔ محض حصول سعادت کے لئے اور امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے اس قول کے پیش نظر کہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کریمہ کے بیان سے ایمان میں تازگی اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔ ذکر رسول ﷺ سے تجدید ایمان کر رہا ہوں۔ مقالہ کو پیش کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مادی لحاظ سے تعمیر و ترقی

marfat.com
Marfat.com

کے اس دور میں جو دینی اخلاقی اقدار کے اعتبار سے دور انحطاط کہلانے کا زیادہ مستحق ہے' اصلاح احوال کی کوئی صورت تلاش کی جائے' تاکہ جمود و تعطل اور غفلت و خوابیدگی کے سارے پردوں کو چاک کرتے ہوئے اس عظمت رفتہ کے حصول کے لئے جو تخلقوا باخلاق اللہ کے ارشاد نبوی کی تعمیل میں امت مسلمہ کو حاصل ہوئی تھی۔ازسرنو اپنی امکانی مساعی عمل میں لاسکیں۔

خلق کا مفہوم

خلق محمدی پر اپنی گذارشات پیش کرنے سے قبل مختصر طور پر یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ خلق سے کیا مراد ہے؟ اقوام عالم میں تصور اخلاق کیا رہا ہے؟ پیغمبر اسلام نے اخلاق کا معیار کس درجہ کمال تک پہنچایا؟ اور فضائل اخلاق کے کون سے درخشندہ' تابناک' انمول اور انمٹ نقوش تاریخ عالم پر ثبت کئے' خلق محمدی سے متعلق غیر مسلموں اور خود مسلمانوں کا رویہ کیا رہا ہے اور سب سے آخر میں یہ کہ دور حاضر میں ان اخلاقی اقدار کی اشاعت و ترویج کیسے ممکن ہے یہی وہ چند مباحث ہیں جو میری اس ناچیز کوشش کا ماحصل ہیں۔

خلق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے' امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

الخلق و الخلق فی الاصل واحد کالشرب والشرب لکن خص الخلق بالهیئات والاشکال والصور المدرکة بالبصرو خص الخلق بالقوی والسجایا المدرکة بالبصیرة

گویا کہ خلق ہیت و شکل انسانی کے ساتھ خاص ہے اور محاسن خلق کا مشاہدہ نگاہ کرتی ہے۔ جبکہ محاسن خلق کا احساس بصیرت سے ہوتا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ اپنی شاہکار تصنیف "احیاء علوم الدین" میں خلق کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں "خلق نفس کی اس ہیت راسخہ کا نام ہے جس سے تمام افعال بلا تکلف صادر ہوں اگر یہ افعال عقلاً و شرعاً عمدہ اور قابل تعریف

marfat.com
Marfat.com

ہوں۔ تو اس ہیت کو خلق حسن اور اگر برے ہوں اور قابل مذمت ہوں تو اس ہیئت کو خلق بد کہتے ہیں"۔

امام صاحب اپنی دوسری تصنیف "میزان العمل" میں خلق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حسن خلق اس کا نام ہے کہ وہ تمام بری عادتیں ترک کر دی جائیں۔ جن کی تفصیل شرع میں بیان کر دی گئی ہے اور ان سے ایسا ہی پرہیز کیا جائے جیسا کہ عام نجاستوں سے کیا جاتا ہے۔ اور ان کے مقابلے میں تمام اچھی عادتوں کو اس طرح اپنا لیا جائے کہ طبیعت ان کی یک گونہ کشش اور شوق محسوس کرنے لگے اور تمام بری عادتوں سے دور ہو کر ہر وقت ان ہی کے درپے ترجیح رہنے میں خوشی اور تسکین پائے۔ "گویا امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک بقول ڈاکٹر ز کی مبارک "نفس کو شریعت اسلامیہ کے ساختہ و پرداختہ قالب میں ڈھالنے اور انبیاء و صدیقین، شہدا و صوفیہ اور دوسرے علمائے اسلام کے نقش قدم کی طرف نفس کو مائل و راغب کرنے کا نام اخلاق ہے۔"

حسن خلق کی سب سے مختصر اور جامع تعریف امام ترمذی نے حضرت عبداللہ مبارک سے روایت کی ہے۔ هو اطلاقة الوجه و بذل المعروف وكف الاذى یعنی انسان ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ ہر وقت بھلائی کو پیش نظر رکھے اور لوگوں کو کسی قسم کی اذیت دینے سے مجتنب رہے۔ تقریباً اسی مفہوم کو سید سلیمان ندوی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

"اخلاق در حقیقت انسانوں کے باہمی تعلقات میں خوش بینی اور اچھائی برتنے کا نام ہے۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاق کے اصول اربعہ طہارت، اخبات، سخاوت اور عدالت کو قرار دیا ہے اور باقی تمام فضائل اخلاق کو انہی چار کی فروع مانا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اقوام عالم میں اخلاق کے تصور کا سر سری جائزہ

اخلاق کسی ایک قوم یا کسی ایک دین کی اجارہ داری نہیں بلکہ تخلیق آدم سے ہی فضائل اخلاق کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس وسیع و عریض کائنات خداوندی میں آنکھ کھولتے ہی ہیں کہ انہیں "اذھب وسلم علی اولئك النفر" کے ارشاد باری سے تلقین کی جاتی ہے کہ خندہ پیشانی سے فرشتوں کو سلام کہہ کر خلق اور حسن معاشرت کا ثبوت دیں۔ علاوہ ازیں پوری نسل انسانی کو "فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَ هَاوَ تَقْوٰهَا" کے ارشاد ربانی کے مطابق فضائل ورذائل اخلاق سے متعلق جبلی طور پر آگاہ کر دیا گیا ہے چنانچہ دنیا کی تمام اقوام میں اخلاق کا تصور موجود رہا ہے۔ ہندو دینی ادب میں ویدوں کی تعلیم کا جائزہ لیں یابعد کے ہندو فلسفہ نجات کے چھ مشہور طریقوں میں نیائے۔ ویشیشکہ 'سانکھیہ یوگ۔ پروہ مماساور فلسفہ ویدانت کا مطالعہ کریں تو تصور الٰہ کے ازبس تخالف و تباین کے باوجود اخلاقی تعلیمات لوگوں کی ہدایت ور ہنمائی کے لیے موجود نظر آتی ہیں اور والدین کی اطاعت' لوگوں سے نیک سلوک' صفائی قلب' صداقت' سخاوت اور عمل صالح کی جابجا تلقین کی گئی ہے۔

بدھ مذہب جسے بقول ای۔ آر۔ پائک مذہب کے بجائے طریق فلسفہ کہنا زیادہ مناسب ہے 'اگرچہ اس میں تصور الٰہ مفقود ہے لیکن وہ بھی ایک اخلاقی نظام پیش کرتا ہے اور اپنے پیرو کاروں کو فکر' ارادہ' قول' فعل' معاش' کوشش وغیرہ میں درست روش اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

تورات اور انجیل میں اگرچہ یہود و نصاریٰ کی بعض وقتی مصلحتوں کے راہ پانے سے غیر اخلاقی تعلیم موجود ہے لیکن اگر تعصب سے بالاتر ہو کر بنظر تحقیق ان کی اصل تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں بھی اخلاقی تعلیم کا وافر عنصر موجود ہے۔ یہود کے احکام عشرہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مواعظ اس کی روشن مثالیں ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

یونانیوں میں سقراط (۴۷۰ تا ۳۹۹ ق م) نے اخلاق کو موضوع بحث بنایا۔ اس کے شاگرد افلاطون نے اخلاق کے فضائل اربعہ (حکمت' شجاعت' عفت اور عدل) کا تعین کیا اور یہ کہا کہ ان چار صفات کو پیش نظر رکھنے سے انسان ہر برائی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ پھر اس کے شاگرد ارسطو (۳۸۴۔۳۲۲ ق م) نے فلسفہ اخلاق کو پیش کیا' اس کی اہمیت مقدور بھر اجاگر کرنے کی کوشش کی اور یہ ثابت کیا کہ فضیلت اخلاق افراط و تفریط کا درمیانی راستہ ہے۔ المختصر دنیا کی مختلف اقوام کے مفکرین نے حسب استعداد فلسفہ اخلاق کو موضوع بنایا۔ تاہم یہ کہنا کہ اخلاق کا تصور ہندو رشیوں کے مسلسل گیان و دھیان کا ماحصل تھا یا یونانیوں کے غور و فکر کا نتیجہ کسی طرح درست نہیں بلکہ در حقیقت اخلاق ان تمام ہادیان مذاہب کی تعلیمات کا اثر ہے جو مختلف اقوام و ملل کی طرف مختلف وقتوں میں مبعوث کیے گئے اور جس کی طرف قرآن حکیم نے ان آیات میں نشاندہی کی ہے:

وَاِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

اسلامی تصور اخلاق

بعض حضرات فوراً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب تمام ادیان میں بنیادی طور پر اخلاقی تعلیم موجود ہے تو اس میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی خصوصیت کیا ہوئی؟ اس کا جواب بڑا واضح ہے۔ اسلام نے بعض دیگر ادیان کی طرح کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہی اور صرف وہی ہدایت ربانی کا امین ہے بلکہ وہ تو "مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ" کے ارشاد الٰہی کے مطابق پہلی اقوام کو ہدایت ربانی پہنچنے کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ لیکن اس کا طرہ امتیاز یہ ہے کہ اس نے جہاں "اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" کہہ کر دین کو مکمل کر دیا اور "فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ" کہہ کر یہ ثابت کیا کہ

marfat.com
Marfat.com

قرآن جملہ ہدایات ربانی کا نچوڑ ہے وہاں نبی کریم ﷺ کو "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ" کہہ کر فضائل اخلاق کی تکمیل کا بھی روشن ثبوت پیش کیا۔ امام مالک سے مروی نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ :۔

"بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ" گویا کہ آپ نے اپنی بعثت کا مقصد اخلاق حسنہ کی تکمیل ہی قرار دیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں "حق تو یہ ہے کہ نزول قرآن سے مقصد اصلی' نفوس بشریہ کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے" اگر خود ارکان اسلام کا جائزہ لیا جائے تو روز روشن کی طرح یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ عبادات سے بھی مقصود اخلاق حسنہ کا پیدا کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں نماز کو مانع فحشاو منکر و بغی قرار دینا' روزے کو تقویٰ کا باعث ٹھہرانا' زکوٰۃ کو انسانیت کا مداوا بتانا' حج کو مسلمانوں کے بے پناہ مصالح و فوائد کا باعث بیان کرنا' علاوہ ازیں نبی اکرم ﷺ کی شان میں یُعَلِّمُھُمۡ وَیُزَکِّیۡھِمۡ کے الفاظ کا استعمال' سب مذکورۂ بالا مقصد کی وضاحت کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں مذکور فضائل اخلاق کا اگر جائزہ لیا جائے تو انسان دم بخود ہو کر رہ جاتا ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کی طرف اس نباض فطرت نے رہنمائی نہ فرمائی ہو اور فضائل اخلاق کی تلقین نہ کی ہو۔ صبر' شکر' توکل' اخلاص' صدق' عفو' قناعت' سعی و کاوش' پابندی وقت' چال' آواز اور گفتار میں نرمی یہ وہ فضائل ہیں جو فرد کی بطریق احسن تعمیر کرتے ہیں۔ ایفائے عہد' تواضع' شیریں زبانی' دوستی' صلہ رحمی' اتفاق باہمی' اقارب' یتامیٰ' مساکین' ابن سبیل سے نیک سلوک' اصلاح بین الناس' مشورہ' رازداری' حسن معاشرت' آداب مجلس' آداب اذن' آداب حجاب یہ وہ اخلاق عالیہ ہیں جن کو اپنانے سے قوموں کی تقدیریں بدل گئیں۔

محاسن اخلاق کی تلقین کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے رذائل اخلاق سے مجتنب رہنے کی تلقین کی۔ چنانچہ جھوٹ' افترا' بہتان' قول بے عمل' فضول شعر گوئی' ریاکاری' خوشامد' رشوت' رعونت' تکبر' غصہ' حرص' بخل' اسراف'

marfat.com
Marfat.com

حسد، بدگوئی، بزدلی، بدکاری، یاسیت، سرمایہ پرستی، گالی، فسق و فجور، استہزاء، فحشا، بغی، تعصب، اعتدا، نافرمانی، طغیان، غفلت، ہوائے نفس کی پیروی وغیرہ وہ رذائل اخلاق ہیں جن کی قرآن حکیم نے نشاندہی کی ہے اور جو انسانیت کی فلاح و سعادت کو مذلت و ضلالت کے گہرے غار میں دفن کر دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات جن کے اخلاق سے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا "کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن" تمام محاسن اخلاق کی جامع تھی۔ آپ نے امت مسلمہ کے ذہن و قلب میں اخلاق کی اہمیت جاگزیں کرنے کی پوری پوری سعی فرمائی۔

نبی اکرم ﷺ کے ان اقوال مبارکہ سے اخلاق کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

۱) ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا

۲) ان من خیارکم احسنکم اخلاقا

۳) اکمل المومنین ایمانا احسنہم اخلاقا

مذکورہ بالا احادیث میں اخلاق کو بارگاہ رسالت میں تقرب کا باعث انسانیت کی کسوٹی، میزان عمل میں اخلاق کا دیگر اعمال سے وزنی ہونا حتیٰ کہ اسے ایمان کی اکملیت کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ حضرت نواس بن سمعانؓ کے استفسار میں کہ نیکی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حسن خلق۔

حضرت معاذؓ نے معلم انسانیت ﷺ سے وصیت اور نصیحت کی تلقین کی التجا کی تو آپ نے فرمایا "یامعاذ احسن خلقك للناس" اخلاق کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لئے پیغمبر اسلام نے اساس اخلاق توحید، رسالت اور معاد و مسئولیت کے نظریے پر رکھی۔ کیونکہ جب تک کوئی انسان خوف خدا اور نعمت ایمان سے بہرہ ور نہ ہو اس کے افعال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ المختصر اسلام میں اخلاق کی اہمیت کس قدر ہے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ اسلام کے پورے نظام حیات کا محور اخلاق حسنہ ہی ہے اور نظام معاشرت ہو یا نظام معیشت یا نظام سیاست عبادات ہوں یا معاملات، حتیٰ کہ حدود و تعزیرات میں

marfat.com

Marfat.com

بھی اخلاق حسنہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

خلق محمدی کے نمونے

نبی اکرم ﷺ کی جملہ تعلیمات اخلاق محض فکری اور نظری نہ تھیں۔ آپ نے خود ان پر بطریق احسن عمل پیرا ہو کر امت مسلمہ کے لیے اسوہ حسنہ مہیا کیا آپ کی پوری زندگی محاسن اخلاق کی آئینہ دار ہے۔

فخر رسل' محسن انسانیت' سید البشر' نبی اکرم ﷺ اپنے قول و فعل' گفتار و کردار میں' خلق مجسم' حد درجہ متحمل مزاج اور رحیم و شفیق تھے۔ صلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر "من محمد رسول اللّٰہ" کے بجائے "من محمد بن عبداللّٰہ" کے لکھے جانے پر راضی ہو جانا' فتح مکہ کے موقع پر خون کے پیاسے دشمنوں کو "لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" کا پیغام رحمت دینا' قریش کی دلداری کی خاطر بیت اللہ کی عمارت کو بنیاد ابراہیمی پر از سر نو استوار کرنے کی بجائے اسی حالت میں باقی رہنے دینا' امیر حمزہؓ کے قاتل وحشی کو معاف کر دینا' سفاکی کی بدترین مثال پیش کرنے والی ہندہ کو عفو و درگزر سے نوازنا' اپنے جانی دشمن ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کو نادم سر جھکائے بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے پر کمال شفقت سے پیش آنا' مشرکین کی سنگ باری سے زخمی ہونے پر بددعا کے بجائے "اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" کے الفاظ سے ان کے حق میں دعا کرنا' جنگ میں بوڑھوں' عورتوں اور بچوں سے نیک سلوک کی تلقین کرنا' سایہ دار و پھلدار درختوں کو ضائع کرنے سے روکنا' بیوگان' یتامیٰ و مساکین کا خیال رکھنا' مزدوروں کی مزدوری ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دینے کی تلقین فرمانا' غلاموں کو بند غلامی سے آزاد کرنے کی رغبت دلانا "الخلق عیال اللّٰہ" کہہ کر پوری مخلوق خدا کے ساتھ بلا تفریق مذہب و ملت نیکی اور بھلائی سے پیش آنا یہ رحمتہ للعالمین' رؤف و رحیم اور خلق مجسم ہونے کی وہ روشن مثالیں ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مکہ میں قحط کے موقع پر ابو سفیان اموی' مسلمانوں کا جانی دشمن' دربار رسالت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ حضور ہمیشہ احسان اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہم حضور کے قرابت دار ہیں اور رحم کے ملتجی ہم پر احسان فرمایئے کہ اس قحط شدید سے نجات ملے۔ رحمت عالم اس کی دشمنی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فوراً سردار نجد ثمامہ بن اثال کو جو نعمت ایمان سے مشرف ہو چکا ہے حکم دیتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں فوراً غلہ پہنچانے کا بندوبست کرے۔

جنگ طائف ان حملہ آوروں کے ساتھ ہوئی جن سے حنین واوطاس میں شدید محاربہ ہوا۔ یہ لوگ ان مقامات سے شکست کھا کر طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے اور اپنی ان کی فوجی طاقت زوروں پر تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد حضور ﷺ کو معلوم ہوا کہ دشمن محاصرے کی شدت سے سخت تکلیف میں ہے۔ بھوک نے ان کی ہلاکت کو بہت قریب کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے محاصرہ اٹھا دینے کا حکم دے دیا۔ چند صحابہ کرامؓ نے جنگی اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض بھی کیا کہ اب تو قلعہ فتح ہی ہونے والا ہے۔ مگر حضور ﷺ نے ازراہ رحم و کرم جو حکم دیا تھا اس کی تعمیل کی گئی۔

آپ کی شجاعت اور دلیری کا یہ عالم تھا کہ فوجوں کی قیادت خود فرماتے۔ عظیم خطرہ کے موقع پر بھی آپ نے تذبذب کا اظہار نہ کیا۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں "ماسئل رسول اللہ شیئاقط فقال لا"۔

آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی کام کرنے سے عار محسوس نہ کرتے۔ خانگی امور میں امہات المومنین کا ہاتھ بٹاتے۔ پوری زندگی آپ نے کھانے میں کسی قسم کے نقص یا خامی کی نشاندہی نہ کی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ کی تشریف آوری پر تعظیماً کھڑے ہو جاتے' آپ نے انہیں فرمایا "لا تقوموا کما یقوم الاعاجم" مسجد کی تعمیر ہوئی تو آپ نے بنفس نفیس ایک مزدور کی حیثیت سے اس میں کام کیا۔

marfat.com
Marfat.com

آپ کی طہارت و پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ دن میں کئی کئی بار مسواک کا استعمال فرماتے۔ گیسو اور ریش مبارک کو کنگھی سے آراستہ رکھتے۔ خوشبو آپ کو از حد محبوب تھی۔ آپ کی امانت اور دیانت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مخالفین بھی آپ کو "صادق" اور "امین" کے القاب سے مخاطب کرتے۔

آپ کی مؤدت و شفقت' رافت و رحمت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت لبوں پر تبسم ہوتا۔ گفتگو میں نرمی اور لطف و کرم کا اظہار ہوتا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو از راہ بغض و عناد السام علیکم کہا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے رہا نہ گیا اور فوری کہا بل علیکم السام واللعنته سرور دو عالم نے حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ان اللہ رفیق یحب الرفق فی الامر کله نبی اکرم ﷺ کی رحمت و رافت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کو ایک سچا آسان اور قابل عمل دین دیا۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ کے حوالے کے مطابق حضرت موسیٰ کے اس پر خلوص مشورے پر کہ ان امتك لا تطیق آپ نے ۵۰ کے بجائے ۵ نمازوں کی سہولت حاصل کی۔ قوانین شرعی میں ہمیشہ امت کی سہولت کا خیال رکھا جب کبھی دو باتوں میں آپ کو اختیار دیا جاتا آپ ان میں سے آسان تر اختیار فرماتے۔ مسافر' مریض' مضطرب کے لیے احکام شرعیہ میں رخصت کا ہونا۔ قانون سازی میں عدم حرج' قلت تکلیف اور تدریج کا ملحوظ رکھنا یہ آپ کی امت مسلمہ سے گہری ہمدردی و شفقت کا روشن ثبوت ہیں۔ آپ کی یہ شفقت صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ مشرکین کے لئے بھی ہر وقت دست بدعا رہتے۔

پروردگار دو عالم نے فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ اَنْ لَایَکُوْنُوْ امُؤْمِنِیْنَ

المختصر آپ کے فضائل اخلاق کی مثال اس بحر ذخار کی ہے جس میں سے ایک قطرہ بھی بیان نہیں ہو سکا۔

داماں نگه تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں تو از تنگی داماں گله دارد

marfat.com
Marfat.com

ہمارا اخلاقی انحطاط

نبی اکرم ﷺ کے ان فضائل اخلاق کا بیان سن کر ہمیں ایمان کی تازگی حاصل ہوتی ہے اور ہمارا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے لیکن کیا ہم نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ ہم نے اخلاق محمدی کو کہاں تک اپنایا ہے' یا اغیار میں ان کی ترویج و اشاعت کہاں تک کی ہے۔ اپنوں نے علمی اور عملی ہر دو صورتوں میں اکثر اسے نظر انداز کئے رکھا۔ اور بیگانوں کے ساتھ ساتھ بعض مسلمانوں کو بھی تبلیغ سے محروم رہنے کے باعث صحیح صورت حال سے آگاہی نہ ہو سکی۔ ان کی معلومات کا ماخذ صرف وہی زہر آلود لٹریچر ہوتا ہے جو متعصب مستشرقین کی تصنیف ہے۔

اس ضمن میں ہمارے علمائے کرام نے سیرت سے متعلق انگریزی لٹریچر سے کبھی اعتنا ہی نہیں فرمایا۔ اور ہمارے فضلا نے اس کے حل کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔

خلق محمدی پر مستشرقین کے ناروا حملے

اس وقت جتنے انسائیکلو پیڈیا معروف و مروج ہیں ان کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبھی میں حضور کی سیرت پر ناروا اور نازیبا حملے کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ بعض جگہ ذم بصورت مدح کا پہلو اختیار کیا گیا۔ نتیجتاً یہ زہر آلود جراثیم قارئین کے ذہنوں میں لاشعوری طور پر سرایت کرتے چلے جاتے ہیں۔

(Encyclopaedia of Religion And Ethics) انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں وحی محمدی کو یہود و نصاریٰ سے جمع شدہ معلومات قرار دیا گیا ہے۔

"It seems probable that what was re-produced during Meccan period had been heard from travelling compan-

marfat.com

Marfat.com

ions or from jews and christians whom he had met in foreign parts"

مذکورہ بالا بیان تو قیاس تک محدود ہے لیکن انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (Encyclopaedea ofislam) میں اس ضمن میں فیصلہ کن روش اختیار کی گئی ہے۔

"He was influenced from various sides primarily by christian sects later also by jews"

ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا (World book Encyclopadia) میں اس ضمن میں دلائل بھی فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

He would often go to the town hall of Mecca, where large fairs and religious meetings were held, it was in Mecca that Muhammad heard talk of pagan idols of the God of Israel and of Christ"

انسائیکلوپیڈیا آف (Encyclopaedia of Religion and Ethics) ریلیجن اینڈ ایتھکس میں تو انتہائی بے باکی سے آپ پر صریح بہتان لگایا گیا ہے۔

"A relative of his wife who had either copied or translated a portion of Gosper"

اس میں ورقہ بن نوفل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں قرآن کو تصنیف ثابت کرنے کے لیے زمین ہموار کی گئی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

"It is probable that he could both read and write but unskill fully"

Historian's History of the World میں قرآن کو پورے وثوق سے تصنیف قرار دیا گیا ہے۔

"We not only have the fullest account of Muhammad's whole character, the Quran"

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس میں پیغمبر اسلام ﷺ پر اسلام کو بذریعہ تلوار پھیلانے کا صریح الزام لگایا گیا ہے۔

"That fact of primary importance in the rise of islam is that the movement became considerable only when its originator was able to draw the sword and handle it successfully"

انسائیکلوپیڈیا امریکانا (Encyclopaedia Americana) (جو ۱۹۶۱ء میں طبع ہوا) میں تعصب کی کمند ذرا اور اونچی پھینکی گئی ہے۔

"Evidently he had been impressed by the fact he observed that the few jews and christians with whom he had come in contact had a book and were prosperous and advanced where as his own people, the heathens of Arabia had no book and were backward"

marfat.com

Marfat.com

تھامس اینڈ تھامس کی کتاب ریلجیس لیڈرز میں "محمد" کے ذیل میں جس سطحیت اور فحاشی کا مظاہرہ کیا گیا ہے اسے پڑھ کر خون کھولنے لگتا ہے۔ اس میں سے صرف ایک حوالہ "آغاز وحی" کا بیان حسب ذیل کیا گیا ہے۔

"رات کے سکوت میں جب لوگ سبزے کے نشو و نما کی آواز اور درختوں کی گفتگو سنتے ہیں اور ریگزار کی ریت گہری نیند سو جاتی ہے۔ ایک خیالی پیکر ان کے سامنے آیا"

یہ اس سیلاب زہر کے چند قطرے ہیں جو سیرت نبوی پر عیسائی مشنریوں کی طرف سے دراصل مسلمانوں کے دل سے حب رسول ﷺ مٹانے کے لیے اگلا جا رہا ہے۔ یہ تو ہے سیرت النبی پر وہ ظلم جو اغیار کے ہاتھوں ہوتا ہے اپنے بھی کچھ کمی نہیں چھوڑتے۔ رشید اختر ندوی نے تاریخ اسلام میں آپ کی سیرت طیبہ پر ایسے نازیبا الفاظ لکھے کہ پاکستان گیر احتجاج بلند ہوا۔

سیرت النبی ﷺ کا موضوع ازبس اہمیت کا حامل بھی ہے اور اسی قدر مظلوم بھی جبکہ سیرت النبی کے جلسوں میں ۹۰ فیصدی تقریری حصہ ایسا ہوتا ہے جس کا سیرت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔

خلق محمدی سے مسلمانوں کی محرومی

المختصر اس وقت مبلغین اور واعظین کی کثرت سیرت طیبہ پر عام سیرت کی علمی تحقیق سے بھی نابلد ہے۔ ان کی تربیت کے لیے سیرت کے مختلف پہلوؤں پر بلند پایہ تصانیف کی ضرورت ہے۔ عوام کے لئے حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ پر عام فہم اور دلنشیں انداز میں تصانیف کی ضرورت ہے۔ انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کو سیرت پر اعتراضات تو پڑھنے کے لیے مفت مل جاتے ہیں لیکن ان کے شافی جوابات قیمتاً بھی نہیں ملتے۔ مجھے اس بات کا احساس اس وقت شدت سے ہوا جبکہ دو لیکچرار حضرات لائلپور سے میرے پاس آئے اور کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے غزوات اور ازواج مطہرات (Wars and wives of the Holy prophet

marfat.com

Marfat.com

کے بارے میں مسلمان ہوتے ہوئے بھی ان کے دل میں شکوک و شبہات راہ پا گئے ہیں اور وہ اس کا تسلی بخش جواب چاہتے ہیں تاکہ ذہنی خلجان رفع ہو سکے۔ المختصر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مستند تصانیف کی ضرورت ہے۔

اصلاح احوال کی صورت

آج تعمیر و ترقی کے اس دور میں جبکہ علامہ اقبال رحمہ اللہ کے افکار کو پیش کرنے کے لیے اقبال اکیڈمی قائم کی جا چکی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے افکار کی اشاعت کے لیے ولی اللہ اکیڈمی عمل میں آگئی ہے۔ اس طرح مولانا ابو الکلام آزاد پر تحقیق علمی کے لیے باقاعدہ ایک ادارہ کام کر رہا ہے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ اس سراجاً منیراً سے جس کی روشنی کی چند کرنیں سمیٹ کر مستفید ہونے والے حضرات سے تو یہ اعتنا برتا جائے لیکن اس آفتاب عالم سے بے اعتنائی کا اظہار کیا جائے !!!

مجھ ناچیز کی رائے یہ ہے کہ سیرت کی اہمیت کے پیش نظر ایک سیرت اکیڈمی قائم ہونی چاہیے جو حسب ذیل خطوط پر کام کرے۔

(۱) سیرت پر تمام کتب کو جمع کرے۔

(۲) ضروری اور مفید کتب کے تراجم اردو اور علاقائی زبانوں میں شائع کرے۔

(۳) سیرت پر نہایت مفید اور جامع انداز میں مختلف زبانوں میں متنوع اور مستند کتب شائع کرے۔

(۴) سیرت النبی پر ناروا اور نازیبا اعتراضات کے شافی اور مدلل جواب دے۔

علاوہ ازیں سیرت کی اہمیت کے پیش نظر ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی جماعتوں میں سیرت النبی ﷺ کا مضمون لازمی طور پر پڑھایا جائے اور اس کے لیے معقول امتحانی نمبر مخصوص کیے جائیں۔

marfat.com
Marfat.com

جمعیت الفلاح کا قیام فلاح وسعادت کی طرف ایک مستحسن قدم ہے۔ میں اس جماعت کے معزز اراکین سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ حکومت' عوام اور اہل علم و بصیرت کے تعاون سے ایک اور قدم اٹھائے اور سیرت اکیڈمی کا قیام عمل میں لایا جائے تو یہ امت مسلمہ کے لیے ایک نیک فال ہوگا۔ یہ بات کاشانہ ذہن وخیال میں محفوظ رہے کہ اخلاق مصطفوی کے اپنانے میں ہی قوم کی فلاح وسعادت کا راز مضمر ہے۔

اگر یاسیت و قنوطیت اور جمود و تعطل کی وادی سے نکل کر آج بھی ہم یہ عزم کرلیں کہ ''خلق محمدی'' کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق یار واغیار کے سامنے پیش کریں تو بفضلہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ اس کے نتائج نہایت خوشگوار ہوں گے لیکن اس کے لئے عزم محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہے۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال۔

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لا تخف

marfat.com
Marfat.com

معلم اخلاق کی سخاوت

جب کوئی مصور اپنی شاہکار تصویر میں رنگ بھرتا ہے تو اس کی تمام صلاحیتیں اس امر کے لئے وقف ہوتی ہیں کہ تصویر کا کوئی پہلو، کوئی زاویہ ایسا نہ رہے جس میں دل آویزی اور جاذبیت موجود نہ ہو لیکن انسان اپنی تمام تر مساعی کے باوجود، نقص و عیب سے مبرا شاہکار پیش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

اس دور دور تک پھیلی ہوئی عظیم اور بیکراں وسیع کائنات کے خالق و مالک رب کریم نے انسان کو احسن تقویم میں پیدا فرما کر کائنات کا حسین شاہکار بنایا۔ لیکن اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی سے آراستہ اس ذات عالم نے جو اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ہے جب اپنے سب سے عظیم، سب سے حسین، بے مثال و بے نظیر شاہکار یعنی انسان کامل، سید البشر، خیر الوریٰ محمد عربی ﷺ کی صورت گری فرمائی تو بقول امام غزالی حسن خلق کے ساتھ حسن خلق کے بھی درجہ کمال پر فائز فرمایا اور جس طرح مصور اپنی شاہکار تصویر میں اپنی مرضی کے رنگ بھرنے کے بعد، اس کی تکمیل کر کے، اسے اپنی مرضی کے مطابق پا کر فرحت و مسرت کا بے پایاں اور بے ساختہ اظہار کرتا ہے۔ اسی طرح مصور کائنات نے جب اپنے ہی

marfat.com

Marfat.com

عطا کردہ فضائل اخلاق سے مزین و آراستہ' اپنے عظیم شاہکار پر نظر ڈالی تو اپنی تخلیق کے نمونہ کمال کو' داد و تحسین کی نظر سے دیکھ کر فرمایا:

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ" (بے شک آپ تو اخلاق عالیہ کے منتہائے کمال پر فائز ہیں)

بقول شاعر:۔

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ ای
وز چشم عاشقاں خود را تماشا کردہ ای

آج ہم رب کائنات کے اس عظیم شاہکار' حامل خلق عظیم اور معلم اخلاق' محمد عربی ﷺ کے حضور ہدیہ عقیدت کے چند پھول پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ خداوند قدوس نے حضور کی ذات گرامی کو رنگارنگ اخلاق عالیہ سے مزین فرمایا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کی فقط ایک صفت "سخاوت" کے ذکر کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

تاریخ عالم میں سخی اور فیاض لوگوں کے حالات بیان ہوئے ہیں کہ کس طرح ان لوگوں نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے دوسروں پر ابر کرم برسایا لیکن رسول اکرم ﷺ کی سخاوت کا جوہر ان لوگوں کی سخاوت سے نمایاں' ممتاز' منفرد اور نرالا ہے۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف پانچ باتوں کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ لوگ دوسروں کو دیکھ کر ان کے جذبہ سخاوت سے متاثر ہو کر سخاوت کرتے ہیں تاکہ دوسروں کی طرح ان میں بھی یہ خوبی پیدا ہو جائے جبکہ حضور ﷺ کا جذبہ جود و سخا "آورد" نہ تھا بلکہ حضور ﷺ طبعاً کریم النفس تھے۔ حضرت ابن عباس کے بقول:

"کان رسول اللہ ﷺ اجود الناس بالخیر"

اور نزول قرآن کے مہینے میں جب جبرائیل امین قرآن حکیم لے کر آتے تو صاحب قرآن کا جذبہ جود و سخا نسیم جانفزا اور ابر باراں کی طرح فیض لٹاتا چلا جاتا۔

marfat.com
Marfat.com

دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جس معاشرے میں اپنے شعور و ادراک کی آنکھ کھولی وہ عرب معاشرہ تھا جس میں لوگ بالخصوص امراء خود کو سخی ثابت کرنے کے لئے شراب جوا اور اسی قسم کے دوسرے سہارے لیتے تھے تاکہ عارضی اور وقتی نشے سے سرشار ہو کر فیاضی اور سخاوت سے لوگوں کی اعانت کریں۔ حضور ﷺ نے سخاوت کا مثالی تصور پیش کیا کہ مئے نجس سے نہیں بلکہ مئے توحید سے سرشار ہو کر محض اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے' نشے میں مدہوش ہو کر نہیں بلکہ کمال ہوش و خرد سے کام لیتے ہوئے' سخاوت کرنی چاہیے۔ گویا جذبہ سخاوت محض حصول سیادت و قیادت کا ذریعہ نہیں بلکہ جذبہ سخاوت اعلیٰ اخلاقی بنیادوں پر استوار ہونا چاہیے۔

تیسری بات یہ ہے کہ لوگوں کی سخاوت کا دائرہ اکثر اپنوں تک وسیع ہوتا ہے یا ان لوگوں تک جہاں ان کے مفادات وابستہ ہوں لیکن تاریخ کے آئینے میں حضور اکرم ﷺ کی سخاوت غیر محدود نظر آتی ہے۔ آپ نے مخالفین' اغیار بلکہ دشمن کے قیدیوں تک کو اپنے جذبہ جودوسخا سے مستفیض فرمایا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ سخاوت بالعموم وہی لوگ کرتے ہیں جن کے ہاں دنیاوی مال و زر کے انبار لگے ہوتے ہیں اور وہ نعمتوں سے خود اچھی طرح متمتع ہوتے ہیں اور "کچھ" لوگوں کو بھی عطا کرتے ہیں' لیکن شہنشاہ کونین ﷺ جسے خزائن الارض کی چابیوں کا مالک بنایا گیا الفقر فخری کا ارشاد فرماتا اور فقرو فاقہ سے زندگی بسر کرتا نظر آتا ہے۔ اور بقول ام المومنین حضرت عائشہ ؓ۔

ماشبع ال محمد من خبز الشعیر یومین
متتابعین حتی قبض رسول اللہ (متفق علیہ)

لیکن لوگوں کو حضور ﷺ کی عطا کا عالم یہ ہے کہ کسی نے "نہیں" کا لفظ ان سے نہیں سنا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی سخاوت لوگوں کی طرح وقتی اور عارضی نہیں' کسی قوم' کسی علاقے' کسی زمانے تک محدود نہیں بلکہ جب تک

marfat.com

Marfat.com

شمس و قمر طلوع ہوتے رہیں گے حضور ﷺ جو خَاتَمُ النَّبِيِّينَ' رَحْمَتُه لِّلْعَالَمِينَ' كَافَّةً لِّلنَّاسِ نَذِيْرًا اور سِرَاجًا مُّنِيْرًا کے خداوندی القابات سے متصف ہیں' آپ ﷺ کی ہدایت کا آفتاب عالمتاب اپنی ضیاپاش کرنوں سے پورے عالم انسانیت کو زندگی کی تاریکیوں میں حقانیت کی نورانیت سے بہرہ ور کرتا رہے گا اور اس سخی کی سخاوت اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ عالم آخرت میں بھی جاری رہے گی۔ اپنے گنہگار امتیوں کیلئے امتی امتی پکارنے والا' کملی والا یہ آقا حوض کوثر سے اپنے امتیوں کو سیراب کرے گا' مقام محمود پر فائز' بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ' آقا اپنے امتیوں کے لئے جب شفاعت فرمائے گا اور حضور حق میں سجدہ ریز ہوگا تو رحمت حق جوش میں آئے گی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے :

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ' سَلْ تُعْطَ' اِشْفَعْ تُشَفَّعْ۔

(اے محمد۔ اپنا سر اٹھاؤ بولو تمہاری دعا سنی جائے گی' مانگو تمہیں دیا جائے گا' شفاعت کرو' تمہاری شفاعت قبول ہوگی)

اور حضور ﷺ بار بار شفاعت کبریٰ سے اپنے امتیوں کے لئے فیضان کی سخاوت فرمائیں گے۔ المختصر ان کی بے پایاں عنایات' ان کے جود و کرم کا ذکر حیطہ الفاظ میں نہیں آسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس منبع جود و کرم کے جود و سخا سے مستفیض ہونے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

marfat.com
Marfat.com

رسول عربی ﷺ کی شجاعت

قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے :

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰی اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْ کُمْ فِیْٓ اُخْرٰکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَافَاتَکُمْ وَلَا مَآ اَصَابَکُمْ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

(آل عمران : ۱۵۳)

(یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے، کسی کی طرف پلٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا، تم کو پکار رہے تھے۔ اس وقت تمہاری اس روش کا بدلہ اللہ نے تمہیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے تاکہ آئندہ کے لئے تمہیں یہ سبق ملے جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جائے یا جو مصیبت تم پر نازل ہو اس پر ملول نہ ہوں۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے)

رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات گرامی گلدستہ صفات و کمالات ہے آپ کے کمالات میں سے ایک کمال شجاعت و بہادری کا ذکر اس کائنات کے

marfat.com
Marfat.com

خالق ومالک نے خود فرمایا ہے۔ جنگ ایک مہیب شے ہے جس سے دل دہل جاتے ہیں ہر طرف موت منہ کھولے اور ہلاکت دندناتی نظر آتی ہے۔ خاص طور پر ایسے موقع پر جب کہ فتح کے بجائے شکست کی صورت نظر آتی ہو ہر طرف افراتفری مچی ہو اور جانی دشمن جملہ اخلاقی اقدار کو' بالائے طاق رکھتے ہوئے شکست خوردہ فوج کو تباہ کرنے کے درپے ہو تو خوف وسراسیمگی کی حالت کا تصور کس قدر بھیانک ہے۔ غزوہ احد میں "دشمن کے ناگہانی دو طرفہ حملے سے جو دہشت اور خوف پھیل گیا تھا اس میں بڑے بڑے بہادروں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ پاؤں ڈگمگا گئے اور جان بچانے کی فکر میں ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن اللہ کا پیارا محبوب اور سچا رسول پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر جما رہا۔ نہ دل میں ہراس' نہ چہرہ پر مایوسی' نہ زبان پر شکوہ اور نہ حرکات میں بے ضابطگی' شجاعت رسالت اور وقار نبوت کا صحیح مظاہرہ اسی روز ہوا نبی علیہ السلام ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دشمنوں کا چاروں طرف' ہجوم تھا۔ دس بارہ آدمیوں کی مٹھی بھر جماعت پاس رہ گئی تھی۔ مگر اللہ کا رسول بھاگنے والوں کو پکار رہا تھا۔ الی عباد اللہ الی عباداللہ "اللہ کے بندو میری طرف آؤ' اللہ کے بندو میری طرف آؤ"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جہاں رسول معظم علیہ السلام کی شجاعت اور بہادری کا ذکر فرمایا ہے وہاں اس امر کو بھی بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول محتشم علیہ السلام کے صحابہ کرام کو عارضی طور پر رنج و غم سے لذت آشنا کرکے انہیں یہ روشن سبق بھی سکھادیا۔ کہ اہل ایمان کو اپنے رسول مکرم علیہ السلام کی طرح ثابت قدم' مستقل مزاج' شجاع اور بہادر ہونا چاہیے۔ فتح و شکست کامیابی اور ناکامی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ مومن کو یہ چاہیے اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے میدان جنگ میں ڈٹ جائے۔ اور مصائب کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھی اس کے پائے ثبات کو لغزش نہ آنے پائے اور نہ ہی اسے اپنے نقصان پر غمزدہ اور متاسف ہونا چاہیے اس لئے کہ اس کے سامنے ایک اعلیٰ وارفع نصب العین ہے اور وہ ہے دین حق کی سرفرازی اور سربلندی۔ اس میں اگر اسے کوئی ہزیمت اور

marfat.com
Marfat.com

شکست ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کو جو علیم و خبیر ہے اس مرد مجاہد کی عظیم ممکنہ مساعی کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ کہ میرے بندے نے میری خاطر ان تکالیف کو برداشت کیا ہے۔ تو جب رب کائنات کو ہماری کوششوں کے بارے میں پوری آگاہی حاصل ہے تو ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ہمارا فرض ادا ہو چکا اور یہ یقین بھی رکھنا چاہیے۔ کہ رب کریم اپنے مخلص مومنوں کی ضرور مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ۔ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلاَ غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَاالَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِنْ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (آل عمران: ۱۵۹۔۱۶۰)

(اے نبی مکرم! جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسہ پر کام کرتے ہیں۔ اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے)

قرآن حکیم اور صاحب قرآن ﷺ نے شجاعت اور بہادری کا نہایت اعلیٰ و ارفع اور معتدل و متوازن تصور دیا ہے۔ محض فنون حرب میں مہارت اور مصائب میں او سان بحال رکھنا ہی شجاعت نہیں بلکہ شجاعت صحیح معنوں میں اسی وقت ہے جب ایک اعلیٰ نصب العین پیش نظر ہو۔ جب انسان فتح و شکست کے خیال سے بالاتر ہو کر تمام مادی مفادات سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس کے دین حق کی سرفرازی اور سربلندی کے لئے دین حق کی مدافعت کے لئے۔ نیکی اور بھلائی کی اشاعت کے لئے ظلم کے لئے بڑھنے والے ہاتھوں کو توڑ پھینکنے کے لئے، مرد میدان بن کر آگے بڑھے اور باطل کو سرنگوں ہونے پر مجبور کر دے۔ خواہ اس کوشش میں اسے اپنی متاع عزیز، جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں۔ حضور اکرم ﷺ جہاں رحمت دو عالم اور حامل خلق

marfat.com
Marfat.com

عظیم تھے وہاں پیکر شجاعت بھی تھے غزوہ حنین میں جب مشرکین نے رسول اکرم ﷺ کو گھیر لیا۔ تو آپ نے عزم و ثبات سے کام لیتے ہوئے عرب کے مخصوص لہجے میں فرمایا۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب اور اپنی جگہ سے جنبش نہ فرمائی۔

ایک دفعہ اہل مدینہ کے دلوں میں کسی طرف سے حملے کا خوف پیدا ہوا تو سب سے پہلے جو ادھر بڑھا وہ سرور کائنات ﷺ تھے۔ آپ ﷺ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر مدینے کا چکر لگا آئے اور واپس ہو کر فرمایا "خوف کی کوئی بات نہیں" اس پیکر شجاعت کے فیضان تربیت کے شاہکار صحابہ کرام میں بھی حضور ﷺ کی صفات کا عکس منعکس نظر آتا ہے۔ مسلم شریف میں ابو موسیٰ سے روایت ہے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد کو بیان فرمایا:

"ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف" ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا اے ابو موسیٰ کیا تو نے واقعی رسول مکرم ﷺ کو ایسے کہتے سنا ہے' انہوں نے کہا ہاں پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹا اور کہا میں تمہیں سلام پیش کرتا ہوں (یعنی رخصت چاہتا ہوں) اس کے بعد تلوار کو غلاف سے نکالا اور دشمن پر ٹوٹ پڑا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ قرآن حکیم میں بڑی حسن و خوبی سے ایسے مجاہدین کا ذکر ہوا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

> اَلَّذِیۡ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدۡ جَمَعُوۡ الَکُمۡ فَاخۡشَوۡ ھُمۡ فَزَادَھُمۡ اِیۡمَانًا وَقَالُوۡ احَسۡبُنَا اللّٰہُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ
>
> (اور وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو" تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے)

المختصر شجاعت و بہادری کا وصف وہ جوہر ہے جو فرد اور قوم کے عروج و کمال اور عزت و وقار کا باعث بنتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ بے شمار فضائل اخلاق سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ اس وصف شجاعت سے بھی پوری طرح آراستہ تھے اور پھر آپ کا یہ فیضان صحابہ اور آنے والے مجاہدین میں جاری رہا اور آج تک جاری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

باب دوم

سرچشمہ ہدایت ﷺ

☆ ہادی کامل ﷺ

☆ مصلح اعظم ﷺ

☆ مثالی پیغمبر ﷺ

☆ پیغام رسالت

marfat.com
Marfat.com

ہادی کامل ﷺ

سید الانبیاء محبوب رب العالمین' نبی اکرم ﷺ کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرنا ہمارے لئے شرف وسعادت کی معراج ہے۔

☆وہ امی لقب جن کی ذات گرامی جامع صفات وکمالات ہے۔

☆وہ آفتاب ہدایت جو حکمت ربانی کا چشمہ نور ہے۔

☆وہ سراجاً منیرًا جس کی ضیاپاش کرنیں' قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے جادہ حیات کو منور کیے ہوئے ہیں۔

☆وہ رحمۃً للعالمین جس کی رحمت ورافت ابر باراں کی طرح پوری کائنات کو رحمتوں سے سیراب' شاداب اور فیضیاب کررہی ہے۔

☆وہ سید المرسلین جسے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام اور نفوس قدسیہ کی سیادت کا تاج پہنایا گیا۔

☆وہ نبی انقلاب جس نے نہ صرف یہ کہ عقائد کی تطہیر کی اور بندے کو مولا سے ملایا بلکہ پوری انسانی زندگی میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کردیا۔

marfat.com
Marfat.com

☆ وہ ہادی کامل جس نے نظام معیشت' نظام معاشرت ' نظام سیاست' نظام اخلاق و عبادات غرضیکہ زندگی کے ہر ہر گوشے کو اپنی روشن تعلیمات سے منور کر دیا اور زریں رہنما اصول عطا فرمائے۔

☆ وہ نبی رحمت جس نے سسکتی ہوئی اور دم توڑتی انسانیت کو سنبھالا دیا۔

آج ہم اسی فخر دوعالم' سرور کائنات' خاتم النبیین ﷺ کے حضور عقیدت کے چند پھول پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ جو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا مصداق ہے۔ اس وسیع و عریض کائنات میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا مبارک ذکر نہ ہو رہا ہو۔ آپ ﷺ کے مبارک ذکر سے ایمان کو تازگی' روح کو حلاوت' ذہنوں کو جلا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ایک وجد آفرین کیف و سرور حاصل ہوتا ہے۔

چمنے کہ تا قیامت گل او بہار بادا
صنمے کہ بر جمالش دوجہاں نثار بادا

یعنی آپ چمنستان ہدایت کے وہ مہکتے ہوئے پھول ہیں جس کی خوشبو قیامت تک انسانی قلب و دماغ کو معطر کرتی رہے گی۔ اور آپ حسن و جمال کے وہ گوہر یکتا ہیں کہ پوری کائنات آپ کے حسن و جمال پر قربان و نثار ہے۔

لیکن کیا آپ کی یہ تعریف و تحسین محض عقیدت کی بنا پر ہے یا آپ واقعی پوری نوع انسانی کے لیے عالمگیر قائد و رہنما ہیں؟ آیئے حقائق کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیں۔

آج پوری انسانیت مضطرب ہے۔ کہیں رنگ و نسل اور زبان کے فتنے جاگ اٹھے ہیں۔ کہیں طبقاتی تقسیم یا جغرافیائی حدود کے جھگڑے رونما ہیں۔ کہیں مسئلہ قومیت قیامت خیز صورت اختیار کر گیا ہے۔ کہیں اقتصادی ناہمواری اور استحصال کا رونا رویا جا رہا ہے۔ ایسے انتہائی نازک مرحلے پر دنیا کو ایسے قائد' ایک ایسے ہادی اور ایک ایسے معلم و رہنما کی ضرورت ہے جو انسانی زندگی کے ہر موڑ پر اپنی حکیمانہ بصیرت سے رہنمائی کر سکے۔

marfat.com

Marfat.com

اگر ہم تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کی رہنمائی کے لیے دو گروہ موجود رہے ہیں۔ انبیائے کرام کا گروہ اور حکماء و مفکرین یا فلسفیوں کا گروہ حکماء نے اپنی تعلیمات کی اساس انسانی سعی و کاوش کے مرتب نتائج پر رکھی۔ جب کہ انبیائے کرام کی تعلیمات کا ماخذ وحی ربانی رہا۔ لیکن وہ فرق جو انبیاء اور حکماء کی تعلیمات میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے یہ ہے کہ سقراط اور افلاطون کے مکالمات اور ارسطو کی اخلاقیات کو پڑھ کر ایک شخص بھی صاحب اخلاق نہیں بن سکا۔ جبکہ انبیائے کرام کی تعلیمات اور صحبت کا فیضان خوشبو بن کر اڑتا ہے اور ہم نشینوں کو معطر کر دیتا ہے اور ان کی زندگی میں ایک خوشگوار انقلاب لے آتا ہے۔

اگر ہم تاریخ عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کا جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انسانیت کے سب سے بڑے قائد' انسانیت کے سب سے بڑے ہادی اور معلم نبی اکرم ﷺ کی تعلیم میں حکمت خداوندی اور عقل و دانش یعنی کتاب و حکمت دونوں کا حسین اور لاثانی امتزاج پایا جاتا ہے۔ آپ وہ معلم ہیں جو دنیا میں کسی کے شاگرد نہیں لیکن یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ کے ارشاد ربانی کے مطابق دنیا کو ایک جامع' کامل محفوظ اور روشن ضابطہ حیات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ محاسن اخلاق' تدبیر منزل' سیاست مدن' اقتصادیات' عمرانیات غرضیکہ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں آپ رہنمائی نہ فرما رہے ہوں۔

آپ کی حیثیت ایک انسان' ایک باپ' ایک شوہر' ایک دوست' ایک خانہ دار' ایک افسر و حاکم ایک قاضی و منصف' ایک سپہ سالار' ایک بادشاہ' ایک استاد' ایک واعظ' ایک مرشد' ایک مبلغ' ایک زاہد و عابد اور سب سے بالاتر ایک پیغمبر کے لحاظ سے اپنے منتہائے کمال پر نظر آتی ہے۔ پروردگار نے آپ کی آنکھوں کو نور سے' قلب کو سرور سے' روح کو راحت سے اور ایمان کو ایقان سے معمور' بھرپور اور نورٌ علیٰ نورٌ فرما دیا۔ آپ پر حقائق و معارف کے دروازے کھل

marfat.com

Marfat.com

گئے۔ انوار و تجلیات سے سر فراز فرمایا گیا۔ رحمتہ للعالمین کافۃ للناس، للعالمین نذیرا اور خاتم النبیین کے القاب قرآنیہ سے نوازا گیا۔ حتی کہ اس سراجا منیرا اور آفتاب ہدایت سے نورانیت حاصل کرنے والے صحابہ کرام بھی آسمان ہدایت کے درخشندہ ستارے بن گئے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا "اصحابی کا لنجوم"

"میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں"

کیا دنیا کی کوئی قوم، کوئی ملت، کوئی گروہ، کوئی نظریہ، تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کسی ایسے ہمہ پہلو اور ہمہ گیر رہنما شخصیت کی کوئی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں!

لہٰذا دکھی انسانیت کے دکھوں کا علاج اگر کسی ضابطہ حیات میں ہے تو وہ وہی ہے جو موعظتہ ہے جو شفاء لمافی الصدور ہے۔ جو پیغام رحمت ہے۔ جو طریق رحمت ہے۔ جس کا لانے والا رحمتہ للعالمین اور جس کا بھیجنے والا رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ اور کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ کی نوید مسرت سنانے والا ہے اور اس وسیع و عریض کائنات ارضی و سماوی کا خالق و مالک ہے۔

آج وقت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے ہادی کی سیرت کاملہ کو جس کا علم سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰی کے ارشاد بانی کے مطابق خطا و نسیان سے محفوظ ہے۔ اپنے لئے اسوہ بنائیں۔ وہ ہادی کامل اور قائد کاروان حیات جس کی سیادت و رہنمائی کو کسی فرد کسی قوم نے نہیں بلکہ خود خالق ارض و سمٰوات نے ان روشن الفاظ میں پوری انسانیت کے لیے دائمی نمونہ عمل قرار دیا ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

marfat.com
Marfat.com

مصلح اعظم

اس دور میں جس کے متعلق باور کیا جاتا ہے کہ اس میں عقل و دانش اور تہذیب و ترقی ارتقائی مراحل طے کر کے منتہائے کمال پر پہنچ چکی ہے۔ ایک چونکا دینے والی آواز فضا میں مرتعش ہے۔ یہ آواز دکھی انسانیت کی ہے جو اضطراب اور کرب کے شدید احساس سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

یہ دکھ پریشان کن مسائل ہیں۔ کہیں قومیت کے جھگڑے ذہنی انتشار کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ کہیں رنگ و نسل کا امتیاز وبال جان بنا ہوا ہے۔ کہیں زبان کا مسئلہ فتنہ خیز صورت اختیار کرتا ہے۔ کوئی معاشی اور اقتصادی زبوں حالی کا رونا رو رہا ہے۔ کہیں معاشرتی برائیوں سے امن پسند لوگوں کی زندگی دوبھر ہو گئی ہے۔ تو کہیں ملکوں کے استحصال کی سازشوں نے جال بچھا کر امن و سکون کی دنیا کو برباد کر رکھا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان مسائل کا واقعی کوئی حل موجود نہیں؟ اگر ہم پوری تاریخ عالم کا جائزہ لیں تو دیکھتے ہیں کہ یہ مسائل دنیا میں پہلی بار پیدا نہیں ہوئے۔ مختلف اقوام عالم میں مختلف مصلحین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے مقدور کے مطابق اصلاحات نافذ کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تلواروں کی تیز دھار اور سنگینوں کی نوک سے نافذ کی جانے والی اصلاحات' تنہائیوں اور خلوت خانوں میں دلوں کے دروازے پر دستک نہ دے سکیں کیونکہ یہ اخلاقی اور روحانی جذبہ ہی ہے جو ذہن و قلب میں ایسا انقلاب پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ مصلحین کی اصلاحات کا دائرہ محدود اور عارضی رہا۔ مصلحین کی اصلاح فقط سیاسی اور اقتصادی نظام سے متعلق رہی لیکن اصلاح کا یہ خوبصورت لفظ بھی اپنی تعبیر میں ہزار خرابیوں کو مضمر کرنے کا باعث بنا۔ تاریخ ادیان عالم میں ہم انبیائے کرام اور روحانی پیشواؤں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے جسم و جاں' مادہ و روح' دنیا و آخرت دونوں میں انقلاب پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن ان کی کامیابیوں کا دائرہ کسی قوم تک محدود یا کسی خطے تک محصور رہا۔ تاریخ کے آئینے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیے کہ ان کی کوششیں صرف بنی اسرائیل ہی میں روحانی انقلاب برپا کرنے تک رہیں۔ بائبل کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گنتی کے حواری بھی سب کے سب وفاداری کا دم نہ بھر سکے۔ مہاتما بدھ' کرشن مہاراج' رام چندر' زرتشت اور کنفیوشس کی زندگیوں کو دیکھیے کہ ان کا دائرہ اصلاح کس قدر محدود ہے۔

پوری تاریخ عالم میں مصلحین کی صفوں میں اگر کوئی ایسی ہستی نظر آتی ہے جس نے عقائد و اعمال' تمدن و معاشرت' نظام اخلاق' معیشت' نظام سیاست' نظام منزل اور نظریہ علم و تعلیم میں بیش قیمت اصلاحات فرمائیں۔ کائنات کے اسرار کو بے نقاب کیا اور انسان کو خود آگاہ و خود شناس کر کے عظمت انسانی کو اجاگر کیا۔ جس نے رنگ' نسل' قومیت' زبان' زر' زن اور زمین کے مسائل کا نہ صرف حل پیش کیا بلکہ ان مسائل کو حل کر کے ایک مثالی معاشرے

marfat.com
Marfat.com

کے نقوش تاریخ کے اوراق پر ہمیشہ کے لیے ثبت کر دیئے۔ پوری تاریخ عالم اس امر پر شاہد عادل ہے کہ یہ ہستی خاتم النبیین، رحمتہ للعالمین، کافتہ للناس، للعالمین نذیرا، سراجا منیرا، محسن انسانیت، مصلح اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

فخر و مسرت کے ان جذبات سے لذت آشنا ہونے کے بعد ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا ہمارا یہ دعویٰ حقائق پر مبنی ہے یا نہیں؟

پیشتر اس کے کہ مصلح اعظم کی سیرت طیبہ میں سے ان حقائق کو پیش کروں، مناسب ہوگا کہ یہ عرض کر دوں کہ اصلاح سے مراد کیا ہے؟

امام راغب اصفہانی "المفردات" میں لکھتے ہیں کہ اصلاح کے لغوی معنی خرابی کو خوبی سے بدلنے یا کسی شے میں فساد کی تمام صورتوں کا ازالہ کر کے اسے سنوارنے اور آراستہ کرنے کے ہیں۔ چنانچہ اسی مادہ سے لفظ صلح ہے جس کے معنی ہیں لوگوں سے باہمی نفرت کو دور کر کے امن و سلامتی پیدا کرنا۔

اس بنیادی مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے، تاریخی حقائق کی روشنی میں ہم مصلح اعظم کی اصلاحات کا سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

کوئی قوم تہذیب و تمدن کے اعتبار سے اس قدر پست نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔ کوئی قوم اس قدر غیر منظم نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔ کسی قوم میں شرک و بت پرستی اور توہمات اس قدر رچ ہوئے نہ تھے جس قدر کہ عربوں میں۔ کوئی قوم جہالت اور بربریت کا اس قدر شکار نہ تھی جس قدر کہ عرب تھے۔ لیکن بعثت رسول اکرم ﷺ کے صرف اور صرف ۲۳ برس گذرنے کے بعد تاریخ ہمارے سامنے ایک نیا منظر پیش کرتی ہے۔

کوئی قوم اس قدر تہذیب و شائستگی کی حامل نہیں جس قدر کہ عرب تھے۔ کوئی قوم اس قدر منظم نہیں جس قدر عرب تھے۔ کوئی قوم اس قدر حق پرست اور راستباز نہیں جس قدر عربوں کی حکومت تھی۔ کوئی قوم اس قدر اخلاق عالیہ سے آراستہ اور روحانی فیضان سے مالا مال نہیں جس قدر کہ عرب

marfat.com
Marfat.com

تھے۔ مختصر یہ کہ پوری دنیا میں کوئی خطہ زمین اس قدر روشن، اس قدر توحید آشنا، اس قدر منظم، مساوات انسانی اور اخوت کا اس قدر عملی مظہر، اور عدل و انصاف کا اس قدر علمبردار نظر نہیں آتا جس قدر کہ عرب تھے۔

یہ مصلح اعظم ہی کی شخصیت تھی جو اس عظیم اور تاریخی انقلاب کا باعث بنی اور جس کی مساعی جمیلہ کو خوش بختی اور کامیابی کا تاج پہنایا گیا کہ یار ہی نہیں اغیار بھی اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے کہ :

"Of all the gerat religious presonalties of the world, Muhammad was the most successful."

(Ency Britannica 11 th ED.)

اس سرسری سے جائزے کے بعد اب حضور اکرم ﷺ کی اصلاحات کو قدرے تفصیل سے پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اصلاح عقائد

مصلح اعظم نے تمام اصلاحات کی بنیاد، توحید، رسالت، معاد و مسئولیت کے نظریے پر رکھی کیونکہ توحید ہی وہ بنیادی نظریہ ہے۔ جو پوری انسانی برادری کو وحدت عطا کر سکتا ہے۔ جب خالق ایک ہے تو نسل انسانی بھی ایک ہے۔ جب نسل انسانی ایک ہے تو اس کا مقصد بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ جب مقصد ایک ہو گا تو ضابطہ حیات بھی ایک ہو گا۔ اسی مشترکہ ضابطہ حیات کو لے کر انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے۔ حضور ﷺ نے توحید کے نظریے کو واضح اور نکھرے انداز میں پیش کیا۔ اور یہ فرمان الٰہی سنایا :

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

marfat.com
Marfat.com

تقابل ادیان کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے یہ مخفی نہیں کہ ہندوؤں میں ایک خدا کو ماننے والے' دو خداؤں کو ماننے والے' تین خداؤں کو ماننے والے' کروڑوں خداؤں کو ماننے والے' ہر چیز کو خدا ماننے والے اور خدا کا سرے سے انکار کرنے والے سب ہندو ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا مختلف صورتوں میں زمین کے فساد کو دور کرنے کے لیے اوتاروں کی صورت میں اس زمین پر آتا رہتا ہے۔ بدھ مت کے بدھی ستوا اور تبت کے دلائی لامہ تجسیم و حلول (INCAR-NATION) کے نظریات کے حامل ہیں۔ مصریوں اور عیسائیوں میں یہ عقیدہ رواج پذیر تھا کہ خدا تین ہیں۔ قرآن حکیم نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ' کہہ کر ان سب عقائد باطلہ کو پاش پاش کر دیا۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ کہہ کر ان عقائد باطلہ کی تردید کر دی کہ اللہ مادہ و روح کا محتاج ہے۔ نیز یہ بھی کہ دونوں خالق کی طرح قدیم ہیں ۔لَمْ يَلِدْ کہہ کر قول یہود کی تردید کر دی کہ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ ہے لَمْ يُوْلَدْ کہہ کر ابنیت مسیح کے عقیدے کو رد فرما دیا۔ اور لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" فرما کر کسی کو خدا کے مساوی درجہ دینے کے شرک و بت پرستی کی قیامت تک پیدا ہونے والی صورتوں کا قلع قمع کر دیا۔ ہندو نظریہ الٰہ اور اسلامی نظریہ الٰہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن یونیورسٹی کے تقابل ادیان کے پروفیسر ڈاکٹر پرندر (PAR-RINDER) لکھتے ہیں:

> "Hindu philosophy does not speak of a great creator and omnipotent God with the same certainty as do the Bible and the Quran"

ظاہر ہے کہ بائبل کو انہوں نے تکلفاً ہی شامل کیا ہے۔ ورنہ خدا کی تجسیم اور کفارے و تثلیث کا پرچار کرنے والی مسیحیت توحید کا واضح تصور پیش کرنے کا تصور ہی کب کر سکتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

گذشتہ صدی کے ہندو مصلح اور برہم سماج کے بانی راجہ رام موھن رائے (۱۷۷۴ـ۱۸۲۳) جس نے اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ہی ہنود میں صدیوں سے مروج بت پرستی کے خلاف ایک کتابچہ شائع کیا نیز ستی کی ظالمانہ رسم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور نکاح بیوگان کے لیے زمین ہموار کی' بعض مستشرقین نے اس کی توحید پسندی کو عیسائیت کے اثر کا ثمرہ قرار دیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر MITCHELL اپنی کتاب (Hinduism'Pastand Pre-sent) میں لکھتے ہیں :

"Apparently the monotheism of Islam had impressed him (Raja Ram Mohan Rai) even before he knew much of Christianity"

یہ اسلام کے واضح نظریہ توحید ہی کا اثر ہے کہ ہنود میں برہما' وشنو اور شو کی تریموری کو اب ایک خدا کی تین صفات یعنی صفت خالقیت' صفت ربوبیت' صفت فنائیت کی تاویل سے بیان کیا جانے لگا ہے۔ اور تو اور عیسائی بھی اسلامی نظریہ توحید کے زیر اثر اب نظریہ تثلیث میں توحید ثابت کرنے کی سعی میں مصروف عمل ہیں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ جب انسان توحید کو قلب کی گہرائیوں میں راسخ کر کے لَتُسئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْم کے فرمان باری پر یقین کر کے خود کو مسئول و مکلّف خیال کر لیتا ہے اور یہ کہ وہ اپنے اعمال کا جواب دہ ہے اور اچھے اعمال پر اسے "رضوان من اللّٰہ" کا حصول اور برے اعمال پر جہنم و سعیر کا ٹھکانا ملے گا' تو وہ زندگی کے تمام گوشوں میں پوری احتیاط سے چلے گا۔ یہ یقین وایقان کی نعمت ہی تھی کہ عرب کے ریگزاروں میں تپتے ہوئے پتھروں کی سل کے نیچے دبے ہوئے بلال "احد' احد" پکارتے تھے۔ یہ توحید خالص ہی کا فیضان ہے جس نے انسان کو خود شناس اور خدا شناس بنایا۔

marfat.com
Marfat.com

مصلح اعظم، ہادی برحق نے مسلمانوں میں توحید کا تصور راسخ کرنے کے بعد انسانی زندگی کے ہر گوشے میں رہنمائی کے لئے امت مسلمہ کو زریں اصولوں سے نوازا۔

ہر قطرہ دریا میں دریا کی ہے گہرائی

لہٰذا میں صرف اشارات پر اکتفا کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

معاشرتی اصلاح

عقائد و نظریات کی اصلاح کے بعد اب حضور اکرم ﷺ کی معاشرتی اصلاحات پر نظر ڈالئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے جوا، شراب اور قتل و خونریزی جیسی معاشرتی برائیوں سے معمور معاشرے کو ایک پاکیزہ اور مثالی معاشرہ بنادیا۔
مصلح اعظم نے عورت کو سر کا تاج یا پاؤں کی جوتی بنانے کی بجائے افراط و تفریط سے ہٹ کر اسے اس کا صحیح اور باعزت مقام عطا فرمایا۔ اور مہر، نفقہ، رہائش، میراث اور حسن معاشرت کے جائز حقوق دلوائے۔ عورت والدہ ہے تو اسے "اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ" کی نوید مسرت سے نوازا۔ بیوی ہے تو "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" اور "عَاشِرُوْ هُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" نیز "لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" کا مژدہ جانفزا سنایا۔ بیٹی کو رحمت قرار دیا۔ یہود کے طریق طلاق کی شدت اور عیسائیت کی یہ تعلیم کہ جسے خدا نے جوڑا ہے بندہ اسے نہ توڑے، دونوں میں اعتدال و توازن پیدا کر کے "فَمَتِّعُوْ هُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا" کے ارشاد سے نظام طلاق کی اصلاح فرمائی۔

حضور نے چوری، بدکاری، تہمت، رہزنی اور قتل کی ایسی موثر اور فطری سزائیں تجویز کیں کہ معاشرہ چند برسوں میں ہی ان سنگین برائیوں سے پاک و صاف ہو گیا۔ علاوہ ازیں حضور نے ناپ تول کی درستی، اشیاء میں ملاوٹ سے اجتناب اور اشیاء کے معائب کی نشاندہی کی تلقین فرمائی۔ نیز ناجائز طریق سے کمانے پر قدغن لگائی۔

marfat.com
Marfat.com

اصلاح اخلاق

اب ذرا اسلامی نظام اخلاق کا جائزہ لیجئے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آج دنیا کی سب سے بڑی برائی ہر شعبہ حیات میں اخلاقی قدروں کی پامالی ہے۔ لیکن سر تاج انبیاء ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی محاسن اخلاق کی تکمیل قرار دیا۔ اور فرمایا انما بعثت لا تمم حسن الا خلاق آپ نے شجاعت' صداقت' امانت' جرات' صبر' توکل' ثابت قدمی' اور اولوالعزمی' عفو ودر گزر' وعدہ ایفائی' خندہ پیشانی' خوش گفتاری' تہذیب وشائستگی المختصر جملہ فضائل اخلاق کے اپنانے اور رذائل اخلاق سے مجتنب رہنے کی نہ صرف تلقین فرمائی بلکہ خود اخلاق فاضلہ کے اس نقطہ کمال پر پہنچے کہ خود معبود حقیقی اور اس وسیع کائنات کے خالق ومالک نے "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" کا ہدیہ تحسین پیش کیا۔

اب ذرا نظام سیاست کا سرسری جائزہ لیجئے :

سیاسی اصلاح

مصلح اعظم نے اسلامی سلطنت کا یہ فریضہ قرار دیا کہ وہ عوام الناس کے جان ومال اور آبرو کی حفاظت کرے۔ معاشی تحفظ کی ضامن ہو اور شخصی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی دے۔ آپ نے ان اصولوں پر مبنی ایک فلاحی ریاست کا عملی نمونہ پیش کر کے انسانیت پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا۔

حضور ﷺ نے بیسیوں جنگوں میں مصروف رہنے والے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے قبائل کو شیر وشکر کر دیا۔ معاشرے میں نظم وضبط قائم کیا۔ عوام کو اتحاد و یگانگت کا درس دے کر سیسہ پلائی دیوار بنا دیا "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" اور "أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ" کے الہامی ارشادات سے آمریت کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ "لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَنْ لَا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ" کا وہ زریں اصول دیا۔ جس کی مثال

marfat.com
Marfat.com

عدل وانصاف کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ خود اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں ”لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت یدھا“ فرما کر عدل وانصاف کی تاریخ میں ایک زریں باب کا اضافہ فرمایا۔

یہ امر کتنا تعجب خیز ہے کہ یتیم بطحا' یکہ و تنہا راہ حق میں نکلتا ہے تو فضل باری سے اس قدر نوازا جاتا ہے کہ سلطنت کا رقبہ دس لاکھ مربع میل تک جا پہنچتا ہے۔ مدنی زندگی کے دس برس غزوات کے تسلسل میں گذر جاتے ہیں۔ حق وباطل کے فیصلہ کن معرکے پیش آتے ہیں۔ لیکن صرف چند افراد ہلاک ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ذرا روس اور فرانس کے انقلاب کا نتیجہ سامنے رکھیں۔ یا پھر مقدس کتب کی تعلیمات کا جائزہ لیں۔ رگ وید' چوتھے منڈل منتر ۱۶ میں مذکور ہے :

”اس نے ۵۰ ہزار سیاہ فام دشمنوں کو لڑائی میں تباہ و غارت کیا“ ذرا بائبل کا حوالہ ملاحظہ ہو : ”بنی اسرائیل نے دشمن کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا“

اور بات یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ بائبل میں مذکور ہے کہ :

”موسیٰ ان فوجی سرداروں کو جو ہزاروں سینکڑوں کے سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے۔ جھلایا اور ان سے کہنے لگا : ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو“

لیکن مصلح اعظم نے قوانین صلح و جنگ میں زریں اصلاحات فرمائیں۔ ضعیف معذور افراد۔ عورتوں اور بچوں پر ہتھیار نہ اٹھانے کی تلقین کی اور جانوروں' پھلدار درختوں اور کھیتوں کے گھیراؤ جلاؤ کی ممانعت فرمائی۔

فتح مکہ کے منظر پر ایک نظر ڈالیئے۔ حضور اکرم ﷺ ایک قابل جرنیل کی تمام خصوصیات و محاسن سے متصف و آراستہ نظر آتے ہیں چنانچہ چاروں اطراف سے لشکر کو مکہ میں داخل کرنا کس قدر جنگی بصیرت پر مبنی ہے۔ لیکن دشمن کی بے چارگی کے باوجود ان کا قتل عام کرنے کے بجائے خون کے پیاسوں کو لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ کا پیغام رحمت سنا کر قوانین جنگ کی جو اصلاح فرمائی

marfat.com
Marfat.com

پوری تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضور ﷺ کی ایک بہت بڑی خصوصیت جو ہمیں دنیا کے کسی قائد میں بھی نظر نہیں آتی' یہ بھی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت' خون کا سیلاب لانے کے بجائے' تشکر و امتنان کے جذبات سے آپ کی مبارک آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب اُمڈ آتا ہے۔ اور آپ کا سر نیاز بارگاہ صمدیت میں جھک جاتا ہے۔ فتوحات کے دائرے کی وسعت کے ساتھ آپ نشہ اقتدار سے نہیں بلکہ زہد و طاعت اور حب الٰہی کی مے سے سرشار نظر آتے ہیں۔ کیف و مستی اور جذب و شوق سے آپ کے پائے مبارک حضور حق میں طول قیام سے متورم ہو جاتے ہیں۔ تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کا ورق ورق دیکھا جائے۔ کیا ڈھونڈنے سے بھی کوئی ایسی مثال نظر آتی ہے۔

آخر میں معاشی اصلاح کا سرسری جائزہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

معاشی اصلاحات

رسالت مآب ﷺ نے دولت کا چند ہاتھوں میں سمٹنا ایک شنیع اور سنگین جرم قرار دیا۔ قرآن حکیم نے واشگاف الفاظ میں فرمایا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ آپ نے تلقین فرمائی کہ سرمایہ معاشرے میں یوں گردش کرے جیسے رگوں میں خون دوڑتا ہے۔ وہ نظام جس میں چند افراد بے لگام اور بے مہار ہو کر کھل کھیلتے ہیں اور معاشرے کا خون چوستے ہیں' اسے باطل قرار دیا۔

حضور اقدس ﷺ نے نظام معیشت کو تباہ کرنے والی باتوں' چوری' رہزنی' ملاوٹ' سمگلنگ اور رشوت کی سختی سے ممانعت فرمادی۔ آپ نے اکتناز اور احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کو لعنت قرار دیا۔ اکتناز کی ایک نہایت فاسد صورت سود کا کاروبار ہے۔ جس سے ساری اجتماعی معیشت کی باگ ڈور چند خود غرض سرمایہ داروں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں :

marfat.com
Marfat.com

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات
یہ علم، یہ حکمت، یہ تدبر، یہ سیاست
پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات

آپ نے سود کو حرام اور سنگین جرم قرار دیا۔ رشوت ستانی اور جوے کی قسم کی ہر تجارت کو فرمان خداوندی "لَاتَاکُلُوْاَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ" سے حرام ٹھہرایا۔ معاشرے میں خوشحالی اور غربا کی کفالت اور اعانت کے لئے عشر و زکوٰۃ واجب فرمائے۔ اور "توخذ من اغنیاء ھم و تردعلی فقراء ھم" کے زریں اصول سے محتاجوں کی حاجت روائی کا مستقل سامان کر دیا۔ صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دے کر امیر و غریب کے درمیان نفرت کی خلیج کو پاٹ دیا اور محبت و احترام کے جذبات پیدا کر کے اخوت میں پرو دیا۔ ضرورت سے زائد سب مال خرچ کرنے کی تلقین فرمائی تاکہ گردش دولت کی افادیت حاصل ہو۔ آپ نے بیروزگاروں کو مایوسی کے اندھیروں سے نکال کر انہیں محنت و مشقت اور کسب حلال کے لئے آمادہ کیا۔ مزدور کا حق اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ ظاہر ہے کہ آج اگر نظام زکوٰۃ عشر کو واجب اور انفاق و صدقات کی ترغیب کو فروغ دیا جائے تو معاشرے میں کوئی فرد مفلس اور حاجت مند رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نشتر مرحوم کا یہ شعر یاد آگیا:

ترے فیض عام سے بہرہ ور نہ ہوا اگر تو مری خطا
مرے ہاتھ کی ہے یہ کوتہی تری زلف گرچہ دراز ہے

اس لذیذ حکایت اور فخر و انبساط کے جذبات سے محظوظ ہونے کے بعد آخر میں ایک التماس کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اس امر سے انکار نہیں کہ ذکر الٰہی سے ہم اپنے ذوق ایمانی میں حلاوت اور روح کی اتھاہ گہرائیوں میں ایک روح پرور کیفیت محسوس کرتے ہیں۔ اس امر سے انکار نہیں کہ ہم بارگاہ رسالت میں ہدیہ درود و سلام انتہائی عقیدت و احترام سے پیش کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ مصلح اعظم کے ساتھ ہماری عقیدت ووابستگی کا تقاضا کیا صرف اسی قدر ہے ؟
مجھے یاد ہے کہ ۱۹۲۵ء میں جب مجھے اس سٹیج سے شرف خطاب حاصل ہوا تھا۔ تو میں نے مختلف انسائیکلوپیڈیاز اور کتب میں آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر مستشرقین کے ناروا حملوں کا ذکر کیا تھا۔ آج صرف ایک انسائیکلو پیڈیا سے جسے اتفاق سے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کہا جاتا ہے' بخوف طوالت' صرف چند حوالے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ذرا غور فرمایئے کہ آپ کی تاریخی شخصیت' جو کسی بھی مصلح کو آج نصیب نہ ہوئی' کے متعلق لکھا ہے :

"The problems which concerm Muhammad's emergence as a religious reformer are of the utmost importance but of fer the greatest difficulties to the student in view of the insufficient material available in the sources" (P.391)

اس سے آگے نہایت گستاخانہ انداز میں یہ بیان ہے۔

"The main question is: whence did Muhammad, who everywhere betrays a great receptivity for foreign matter, get his ideas? Thet he originally shared the religious conce ptions of his milieu is in every way the most natural supposition"

اس کے بعد بتایا ہے کہ بت پرستی کا قلع قمع کرنے والا مصلح اعظم نعوذ باللہ خود بت پرست تھا :

marfat.com
Marfat.com

"and the statement of Ibn- al- Kalbi that he once brought a sheep as a sacrific to al- uzza"

یہ باور کرانے کی مذموم کوشش کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے گردو پیش کے عقائد کو اپنایا تھا۔ زمین ہموار کرنے کے بعد اب مصنف کے دل کا زہر حروف کی صورت میں صفحہ قرطاس پر آجاتا ہے۔

"These new ideas point mainly to the religions of " the possessers of a scripture" judaism and christianity- and he was concious of this."

اب ایک اور مزعومہ سوال کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہودیت اور عیسائیت کی تعلیم کو اچک کر نعوذ باللہ قرآن حکیم میں شامل کردیا:

"The stories reproduced, e-g the long account of Joseph, show that he was indirectly dependent on the Bible and not only on the old but also on the New Testament"

یہ اقتباسات آپ کی ذات گرامی پر آرٹیکل کے صرف ایک صفحے کی تحریر سے پیش کئے گئے ہیں۔ پوری ضخیم کتاب تو کجا صرف یہی ایک مضمون پڑھنے سے خون کھولنے لگتا ہے۔ زبان اور قلم ان نازیبا الفاظ کو بیان کرنے کے لئے ساتھ نہیں دیتے۔ اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہوں کہ کیا غلطی صرف مستشرقین کی ہے یا کچھ ہماری بھی کوتاہی ہے؟

marfat.com
Marfat.com

میں اپنی ایک تجویز پر اپنے مقالے کو ختم کرتا ہوں۔ وہ تجویز یہ ہے کہ جمعیۃ الفلاح جو بفضلہ تعالیٰ قومی اور ملی صلاح و فلاح کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اس کی سیرت اکیڈمی کے زیر اہتمام ایک ایسا ریسرچ سنٹر ہونا چاہیے جو سیرت پر چھپنے والی اندرون ملک اور بیرون ملک تمام کتب کو جمع کر کے ان میں لغو' ناروا اور بے سروپا مواد کا مواخذہ کرے۔ اس کا شافی جواب دے۔ اور اس سلسلے میں مناسب اقدام کے لئے حکومت کو مشورہ دے۔

نیز مصلح اعظم کی سیرت طیبہ پر مختلف استعداد رکھنے والے مخاطبین کے لیے مختلف علمی سطحوں پر مستند اور بلند پایہ کتب انگریزی زبان میں تصنیف کی جائیں۔ جن میں آپ کی صلاحیتوں اور زندگی کے ہر گوشے میں کی جانے والی اصلاحات کو نئے علوم کی روشنی میں مدلل طور پر پیش کیا جائے۔

آپ کو علم ہو گا کہ حال ہی میں بائبل کی تعلیمات پر جو مصور انسائیکلو پیڈیا شائع ہوا ہے اس میں بائبل کی تعلیمات بچوں کے لئے ابجدی طریق پر آسان اور دلنشیں انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ کیا ہم پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا کہ ہم بھی مصلح اعظم کی روشن تعلیمات اور انسانی زندگی کے لئے عطا کردہ زریں اصول کو اطراف و اکناف عالم تک قابل قبول' جاذب اور احسن طریق سے پہنچائیں۔ تاکہ دکھی انسانیت اپنے دکھوں کا مداوا آپ کی ہمہ گیر' کامل' مکمل' جامع' محفوظ' سہل اور واضح تعلیمات سے حاصل کر سکے۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ ہماری زندگی کی کامیابی و کامرانی کا انحصار اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ لہٰذا زندگی کے ہر مرحلے میں ہمہ گیر اصلاح صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم حکمت ربانی کے چشمہ نور "سراجاً منیرًا" کی نورانی ہدایت سے مستنیر ہوں۔

ابروئے ما زنام مصطفیٰ است

marfat.com
Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمُ

مثالی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام دین فطرت ہے، دین علم و عمل ہے اور حکمت و بصیرت اور اعتدال و توازن پر مبنی دین ہے۔ جو قیامت تک آنے والی نسل انسانی کیلئے ایک جامع کامل، روشن اور محفوظ ضابطہ حیات ہے اسلام کی اساس و بنیاد دو باتوں پر ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن حکیم جو ایک زندہ اور روشن معجزہ ہے۔

۲۔ محسن انسانیت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال (Actions) اقوال (Sayings) اور تقریر (Silent approval) پر مبنی ہے۔

قرآن حکیم نے ہی عالم انسانیت پر پھیلے ہوئے مذہب (Religion) سے متعلق ان غلط تصورات کا ازالہ کیا کہ مذہب ارتقائی ہے جو ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزرا ہے قرآن حکیم نے صراحت سے یہ بتایا کہ مذہب ابتدائی ہے اور جب سے انسان اول نے اس کائنات ارضی پر قدم رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اس وسیع

marfat.com
Marfat.com

کائنات میں اسے بے سہارا اور سرگرداں نہیں چھوڑا بلکہ پوری نوع انسانی کیلئے آغاز ہی سے ہدایت ربانی کا مثالی انتظام فرمادیا چنانچہ ارشاد باری ہے۔

فَاِمَّایَاْ تِیَنَّکُمْ مِّنِیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعُ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ
" عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرۃ:۳۸)

(پھر میری طرف سے جو ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا)

چنانچہ مختلف زمانوں میں انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت لیکر دنیا میں مختلف خطوں اور علاقوں پر مختلف اقوام کی طرف مبعوث ہوتے رہے ارشاد خداوندی ہے:

۱۔وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتِ (النحل:۳۶)

(ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کردیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو)

۲۔وَلِکُلِّ قَوْمٍ هَادٌ
(اور ہر قوم کیلئے ایک رہنما ہے)(الرعد:۷)

۳۔وَاِنْ مَنْ اُمَّةٍ اِلاَّ خَلَافِیْهَا نَذِیْرٌ
(اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو)(فاطر:۲۴)

لیکن وہ ذات کریم جس نے پوری نوع انسانی کو عالمگیر سطح پر قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو ہدایت کے نور سے منور فرمانا تھا وہ محمد عربی ﷺ کی شخصیت ہے جس کے بارے میں قرآن حکیم نے واضح طور پر ذکر کیا:

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍمِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ
اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّنَ (الاحزاب:۴۰)

marfat.com
Marfat.com

(لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں
مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں)

اس آیت قرآنیہ سے یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخری پیغمبر ہیں اور اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دائمی نمونہ عمل اور مثالی پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔

یہاں بے ساختہ ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ مثالی پیغمبر سے کیا مراد ہے۔؟

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہر شعبہ حیات میں ایک مفید اور موثر کردار ادا کرنے کیلئے انسان کو کسی نمونہ عمل کی ضرورت ہے۔ ادیب اور شاعر ذوق کے مطابق کسی شخصیت کو بطور مثال سامنے رکھتے ہیں ایک طالب علم بہت سے اساتذہ سے مختلف علوم و فنون سیکھتا ہے لیکن اپنے ذوق کے مطابق علم کی دنیا میں آگے بڑھنے کیلئے کسی ایک استاد کو بطور نمونہ اور مثال پیش نظر رکھتا ہے المختصر لباس ہو یا طرز معاشرت' تجارت ہو یا صنعت ہر میدان میں کمال تک رسائی حاصل کرنے کیلئے الگ الگ مثال اور نمونے کی ضرورت و اہمیت مسلم رہی ہے۔
آج جب کہ دنیا اس طرح سمٹ رہی ہے کہ گویا ایک قوم کی حیثیت رکھتی ہے اس کیلئے عالمگیر سطح پر ایک ہمہ پہلو اسوہ اور نمونہ ایک ناگزیر ضرورت ہے۔

لیکن انسانیت کی اخلاقی و روحانی' دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کیلئے وہی شخصیت مثالی اور دائمی نمونہ عمل ہو سکتی ہے جو ہر معاملے میں کامل ہو جو جامع الحیثیات ہو۔ بات کو زیادہ آسان اور قابل فہم بنانے کیلئے ہم ایک "مثالی شخصیت" کے اہم اور زیادہ نمایاں اوصاف یوں بیان کر سکتے ہیں :

۱۔ اس کی شخصیت ہمہ پہلو اور جامع ہو۔
۲۔ اس کی زندگی کھلی کتاب کی طرح ہو اور کوئی پہلو پردہ خفا میں نہ ہو۔
۳۔ اس کی زبانی تعلیم و تلقین کے ساتھ ساتھ اس کی عملی مثال بھی اسکی سیرت میں جھلکتی ہو۔

marfat.com

Marfat.com

۴۔ اس کا عمل ہمارے لئے قابل تقلید ہو۔
۵۔ اسکی تعلیم محاسن اخلاق پر مبنی ہو۔
۶۔ وہ خود اخلاق عالیہ کا پیکر ہو۔
۷۔ اس کی تعلیم آسان اور قابل عمل (Practicable) ہو۔
۸۔ اسکی تعلیم علم وبصیرت اور عقل واستدلال پر پوری اترتی ہو۔
۹۔ اسکی تعلیم فلاح عامہ کو محیط ہو۔
۱۰۔ اسکی تعلیم ہر زمانے کے تقاضوں کا ساتھ دے سکتی ہو۔
۱۱۔ ہر شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والا فرد اسکی ذات میں اپنے لئے رہنمائی حاصل کر سکتا ہو۔

پوری تاریخ عالم کا بنظر تعمق جائزہ لیجئے ہادیان عالم اور پیشوایان اقوام پر نظر دوڑایئے ایسی مثالی شخصیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد عربی ﷺ کی ہے یہی وجہ ہے کہ رب کائنات نے آپ ﷺ کو پوری نوع انسانی کیلئے دائمی نمونہ عمل قرار دیا اور فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب :۲۱)

قرآن حکیم وہ آئینہ ہے جس میں حضور ﷺ کی مثالی شخصیت کے مذکور بالا اوصاف اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جھلکتے نظر آتے ہیں۔

مشہور مستشرق William Draper آپ ﷺ کی مثالی شخصیت اور عالم انسانیت پر آپ ﷺ کے گہرے اثرات کا اعتراف اپنی شہرہ آفاق کتاب A History of the Intellectual Development میں ان الفاظ میں کرتا ہے:

"Four Years the death of Justinian, 569 A.D, was born at Makkah, in Arabia, the man who, of all men, has Excercised the greatest influence upon the human race".

marfat.com
Marfat.com

دراصل حضور ﷺ کی جامع اور مثالی شخصیت کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس دنیا کے تمام انسانوں کے مختلف احوال کو پیش رکھ کر سب لوگوں کیلئے کوئی مثالی شخصیت متعین کی جاسکے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص یتیم ہو اس کیلئے کوئی غیر یتیم شخصیت نمونہ نہیں بن سکتی۔ کوئی آدمی ساری عمر غربت کی زندگی بسر کرتا رہا اس کیلئے ایک دولتمند کی زندگی کے حالات کوئی نمونہ عمل نہیں بن سکتے۔ ایک شادی شدہ اور ایک غیر شادی شدہ شخص کی زندگی میں تفاوت ہے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کیلئے صحیح عمل مثال یا نمونہ نہیں بن سکتا۔

اگر ہم اس معیار پر دوسرے انبیاء کرام کی زندگی کو جانچیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تنوع حالات اور اختلاف کیفیات کسی ایک ہستی میں موجود نہیں ہیں۔ تاریخی اعتبار سے حضرت محمد ﷺ سے قریب ترین پیغمبر عیسیٰ ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ بھی انسانی زندگی کے مختلف اور متنوع حالات سے عام طور پر دوچار نہیں ہوئے کہ تمام لوگ آپ کی زندگی کو اپنے لئے کوئی دائمی نمونہ عمل قرار دیں ممکن ہے کہ ان میں سے بعض کیفیتیں اور حالتیں ان پر بھی گزری ہوں مگر وہ آج محفوظ نہیں ہیں لہٰذا وہ بھی اپنی جلالت قدر کے باوصف پوری دنیائے انسانیت کیلئے کامل نمونہ اور مثال نہیں بن سکتے۔

حضرت مسیح علیہ السلام غریب تو تھے مگر دولت مند نہیں تھے۔ اس لئے ایک دولت مند کیلئے وہ نمونہ عمل نہیں بن سکتے۔ آپ رومیوں کے محکوم تو رہے ہیں مگر خود حاکم و بادشاہ نہیں بنے۔ لہٰذا ایک بادشاہ اور حاکم کیلئے آپ ﷺ کی زندگی میں اسوہ نہیں ہے۔ آپ نے کسی قوم سے نہ تو جنگ کی نہ کبھی فتح حاصل ہوئی اور نہ شکست سے دوچار ہوئے اس لئے ایک فاتح' ایک سپاہی اور ایک ہزیمت زدہ سپہ سالار کی زندگی کیلئے حیات مسیحی میں کوئی نمونہ نہیں ہے۔ آپ ساری عمر غیر شادی شدہ رہے اس لئے آپ غیر شادی شدہ لوگوں کیلئے تو نمونہ یقیناً ہو سکتے ہیں کہ وہ آپ کی طرح عفیف اور پاکدامن رہ کر زندگی بسر کریں مگر شادی شدہ لوگ اپنے معاملات کیلئے مثال اور نمونہ کس کو بنائیں؟۔ جبکہ آپ کے

marfat.com
Marfat.com

ہاں متاہل زندگی کی مثال موجود نہیں ہے۔ پھر حضرت مسیح صاحب اولاد نہیں تھے نہ ہی آپ کی اولاد فوت ہوئی اس لئے ایک ایسا آدمی جو صاحب اولاد ہو یا وہ باپ جس کے جگر کا کوئی ٹکڑا اس کی آنکھوں کے سامنے اس سے الگ ہو جائے تو وہ شخص ایسی صورت میں صبر و استقامت کیلئے کس ہستی کو اپنے لئے نمونہ عمل ٹھہرائے اس کیلئے بھی حیات عیسوی میں کوئی رہنمائی موجود نہیں ہے۔ آپ نے کوئی کاروبار نہیں کیا اور نہ ہی آپ کسی کے ملازم رہے نہ بیع و شراء اور قرض و دین کے معاملات کئے ہیں لہٰذا آپکی ذات تاجروں کیلئے۔ ملازموں کیلئے اور لین دین کرنے والوں کیلئے بھی نمونہ نہیں بن سکتی۔ آپ بلاشبہ مظلوم رہے ہیں اور بے شک مظلوموں کیلئے آپ کی ہستی ایک اعلیٰ نمونہ رکھتی ہے مگر آپ کو کبھی اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے وہ لوگ جنہوں نے دشمنوں پر قابو پا لینے کے بعد عفو و درگذر سے کام لیا ہو آپ کی حیات مقدسہ میں اپنے لئے کوئی رہنمائی اور نمونہ نہیں پاتے۔ پھر آپ کثیر الازواج بھی نہیں ہیں لہٰذا وہ شخص جو ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہو اس کیلئے اپنی بیویوں سے یکساں سلوک کرنے اور عدل و انصاف سے کام لینے کیلئے آپ جناب کی زندگی میں کوئی رہنمائی نہیں مل سکتی۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی خادم یا نوکر نہیں تھا نہ ہی آپ کے پاس کوئی غلام یا لونڈی تھی اب وہ لوگ جو خادم اور نوکر رکھتے ہوں۔ وہ ان سے خدمت لینے میں آپکی زندگی سے کوئی ہدایت اور نمونہ نہیں پاسکتے۔ انجیل کے بیان کے مطابق نہ تو آپ بوڑھے ہوئے اور نہ ہی بیمار۔ اس طرح آپ کی شخصیت دنیا بھر کے بوڑھوں اور بیماروں کیلئے اپنے اندر کوئی عملی نمونہ نہیں رکھتی۔ پھر آپ کے کسی ہمسایہ کا ذکر نہیں ملتا اس لئے حق ہمسائیگی پورا کرنے کیلئے بھی آپ کی زندگی میں ہمیں کوئی عملی مثال نہیں ملتی۔ کوئی یتیم بچہ یا بیوہ عورت بھی آپ کی سرپرستی میں نہیں رہے لہٰذا یتیموں اور بیواؤں کے سرپرستوں کیلئے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں کوئی عملی ہدایات یا نمونہ عمل موجود نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ صرف چند خاص احوال کے حامل افراد ہی سیدنا مسیح علیہ السلام کی زندگی میں

marfat.com

Marfat.com

اپنے لئے کوئی عملی رہنمائی پا سکتے ہیں مگر اہل دنیا کی اکثریت کے اوپر طاری ہونے والی کیفیات اور ان کے مختلف حالات کے لئے آپ کے ہاں کوئی نمونہ نہیں ملتا یہی صورت حال دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی ہے ان کی پاک اور مقدس زندگیاں بھی مختلف الاحوال انسانوں کے لئے آج کے دور میں کوئی جامع عملی نمونہ اور ہدایت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا وہ سب یا ان میں سے کوئی ایک بھی آج ساری دنیا کیلئے ایک مثالی پیغمبر کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔

ایک مثالی پیغمبر کی حیثیت سے اگر کوئی شخصیت موزوں ہو سکتی ہے تو تمام انبیاء کرام میں صرف خاتم الانبیاء' سرور کائنات سیدنا محمد ﷺ کی شخصیت ہے۔

آپ ﷺ کے اس شرف و فضیلت' منفرد مقام اور جامع حیثیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

"آپ ﷺ کی حیثیت ایک انسان' ایک شوہر' ایک دوست' ایک خانہ دار' ایک کاروباری تاجر' ایک افسر' ایک حاکم' ایک قاضی' ایک سپہ سالار' ایک بادشاہ' ایک استاد' ایک واعظ' ایک مرشد' ایک زاہد و عابد اور آخر ایک پیغمبر کی نظر آتی ہے"

فی الحقیقت یہ خصوصیت صرف رسول عربی ﷺ کی ہے کہ آپ دنیا بھر کے انسانوں کیلئے بیک وقت عملی نمونہ اور کامل رہنما ہو سکتے ہیں۔

آپ ﷺ یتیم بھی رہے ہیں' آپ ﷺ کو اپنی والدہ' چچا اور دادا یعنی اپنے آباء کی خدمت کا موقع بھی ملا ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی میں غربت کی تلخیاں بھی برداشت کی ہیں اور امیری کی خوشگواریاں بھی دیکھی ہیں آپ ﷺ بطور رعیت بھی رہے ہیں اور حکومت بھی کی ہے۔ جنگ کرنے کا تجربہ بھی ہے اور صلح و امن کے حالات سے بھی عملی واقفیت رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے معاہدات بھی کئے ہیں اور خطرات و حوادث میں گرفتار بھی رہے ہیں۔ زخمی بھی ہوئے ہیں فوت ہونے کا وقت بھی پایا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فتح کی شادمانی اور شکست کی زخم خوردگی کے دونوں مختلف احساسات کو محسوس کیا ہوا ہے آپ ﷺ نے خلوت

marfat.com
Marfat.com

نشینی بھی کی ہے اور محفلوں کو بھی زینت بخشی ہے۔ غیر شادی شدہ بھی رہے اور پھر متاہل زندگی بھی گزاری ہے۔ ایک وقت میں یک زوجگی کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ اور بیک وقت تعدد ازواج کا عملی نمونہ بھی آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں جھلکتا ہے۔

آپ ﷺ نے بیماری کی تکلیفیں بھی اٹھائی ہیں اور صحت و تندرستی کی نعمت سے بھی مالا مال رہے ہیں۔ صاحب اولاد بھی ہوئے ہیں اور اولاد کی وفات کے صدمے بھی سہے ہیں۔ دوستوں کی رفاقت سے بہرہ مند اور دشمنوں کی بد اندیشیوں سے دوچار بھی ہوئے ہیں۔ تجارت اور کاروبار کے علاوہ ملازمت بھی کی ہے لین دین اور قرض و رہن کے معاملات بھی کئے ہیں۔ بچپن کا اور جوانی کا عہد بھی دیکھا ہے اور ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کا دور بھی آپ ﷺ پر گذرا ہے۔ آپ ﷺ مظلوم بھی رہے ہیں اور ظلم و زیادتی کا بدلہ لینے کا موقع پانے کے باوجود آپ ﷺ نے عفو و درگذر سے کام لیا ہے۔ آپ ﷺ کے ہاں خادموں اور نوکروں' غلاموں اور کنیزوں سے خدمت لینا بھی ملتا ہے۔ ہمسایوں سے حسن سلوک کی تعلیم بھی ملتی ہے وطن سے بے وطن ہونا بھی پایا جاتا ہے اور یتیم بچوں' اور بیواؤں کی سرپرستی کا عملی نمونہ بھی ملتا ہے۔ الغرض انسانی زندگی کی کوئی حالت' کیفیت اور صورت ایسی نہیں ہے جس کیلئے آپ ﷺ کی ذات بابرکت' ایک سراپا نمونہ اور ایک عمدہ مثال نہ ہو۔ آپ کے ہاں ہر سوال کا جواب ہے ہر حالت کیلئے عملی اقدام ہے اور ہر تشنگی کیلئے سیرابی کا سامان موجود ہے۔

آنحضرت ﷺ کی عمدہ پہلو اور بو قلموں مثالی شخصیت کے چند اہم پہلوؤں کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضور ﷺ بحیثیت سربراہ خاندان

سرور کائنات ﷺ کی مثالی زندگی کا ایک اہم پہلو آپ کی گھریلو اور نجی زندگی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس پہلو کے لحاظ سے بھی حضور ﷺ کا اسوہ اپنی مثالی حیثیت رکھتا ہے اس شعبہ زندگی میں آپ کا طرز عمل افراط و تفریط سے پاک

marfat.com
Marfat.com

اور مبرا ہے اس میں انسانی جذبات و احساسات کا ایک توازن اور اعتدال پایا جاتا ہے۔ جو حقیقی انسانی زندگی سے قریب تر ہے یہی وجہ ہے کہ پوری انسانیت کیلئے وہ بہترین نمونہ بن سکتا ہے۔ حضور ﷺ کی اس خانگی کے اسوہ حسنہ کی ضرورت آج کی انسانیت کیلئے شدید طور پر محسوس کی جارہی ہے۔

ایک خاندان میں سب سے پہلے والدین آتے ہیں۔ اگرچہ حضور ﷺ کو اپنی عملی زندگی میں اپنے والدین کی خدمت کا موقع نہیں ملا کیونکہ وہ پہلے ہی انتقال کر چکے تھے تاہم آپ ﷺ نے اپنے والدین کے حوالے سے اپنی رضاعی ماں اور بہن سے حسن سلوک کی عمدہ مثال قائم کی ہے اور قرآن حکیم اور حضور ﷺ کی احادیث میں والدین سے حسن سلوک کرنے کی نہایت تاکید کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا وَّ بِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا (النساء: ٣٦)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین سے حسن سلوک کرو۔

حضور ﷺ ایک مثالی شوہر تھے اپنی ازواج مطہرات کیلئے آپ سراپا رحمت و رافت اور محبت کیش تھے۔ ایک بار اپنی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے مصروف گفتگو تھے اور گفتگو کسی خانگی اور گھریلو مسئلے پر تھی۔ بحث میں جذبات تیز تھے۔ حضور ﷺ شفیق و حلیم تھے اور شفقت کے معلم تھے اس لئے حضرت عائشہ ہی کے الفاظ میں تیزی تھی اور لہجہ بلند تھا۔ میاں بیوی میں ابھی یہ مباحثہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے آپ حضور ﷺ کے جانثار ساتھی اور حضرت عائشہ کے بزرگوار باپ تھے۔ لہٰذا اپنی بیٹی کو سرزنش کیلئے طیش میں آگے بڑھے اور گرج کر بولے۔

کیا تو رسول اللہ کے سامنے آواز اونچی کرتی ہے؟

marfat.com
Marfat.com

اور ساتھ ہی ہاتھ بھی بلند کر دیا۔ مگر غضبناک باپ سے اس کی بیٹی کو بچانے کیلئے حضور ﷺ ہی آگے بڑھے۔

سلام اس پر کہ جس نے عورتوں کی دستگیری کی

لہٰذا غضب پر ادب غالب آیا اور حضرت ابوبکر گوشمالی کرنے سے باز رہے۔ بعد میں حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

"کیوں حمیرا! آج تو میں نے بچا ہی لیا ورنہ تمہارے ابا تمہاری اچھی خبر لے ڈالتے"

اسطرح حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ آپ ﷺ سے متعلق جو جانیں وہ سب کی سب دوسرں تک پہنچا سکتی ہیں تاکہ ان کیلئے یہ نمونہ بن سکیں۔

حالانکہ یہ معاملہ عام عورتوں کا نہیں ہے ایک بیوی اپنے شوہر کی ذاتی زندگی کی امین ہوتی ہے اور اسے امین ہی ہونا چاہیے۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے مگر چونکہ حضور ﷺ کو سارے جہان کیلئے ایک مثالی اور عملی نمونہ بننا تھا اسلئے آپ کے لئے معاملہ مختلف رکھا گیا۔ صرف یہی بات آپ ﷺ کی صداقت و حقانیت اور انسانیت کیلئے ایک اصولی اسوہ مہیا کرنے کے ثبوت میں کافی ہے کیونکہ دنیا کے عام انسان اگر یہی اجازت اپنی اپنی بیویوں کو دے دیں تو اکثر اوقات ان کی بلند وبالا شخصیتیں پست ہو کر رہ جائیں کہ بیوی سے بڑھ کر شوہر کا رازدار کوئی نہیں ہو سکتا اور اس کی کمزوریوں سے آگاہ بھی سب سے زیادہ بیوی ہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی ازواج کو بھی بطور خاص آپ کی زندگی کے مطابق رکھا تھا۔ آپ جس عظیم مقصد کو لے کر اٹھے تھے آپ کی ازواج مطہرات اس مقصد میں آپ کی ممد معاون تھیں۔ قرآن حکیم میں آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں آیا ہے کہ۔

يٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ

وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ قَرْنَ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا

marfat.com
Marfat.com

تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ الۡاُوۡلٰى وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ
وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ
لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَ يُطَهِّرَ كُمۡ
تَطۡهِيۡرًا ۝ وَاذۡ كُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ مِنۡ آيَاتِ
اللّٰهِ وَالۡحِكۡمَةِ اَنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيۡفًا خَبِيۡرًا

(الاحزاب: ۳۲-۳۴)

"اے نبی ﷺ کی بیویو! اگر تم تقویٰ کی روش اختیار کرو تو عام عورتوں کی مانند نہیں ہو پس تم اپنے لہجے میں ایسی نرمی پیدا نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے کسی غلط خیال میں مبتلا ہو جائے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور گزرے ہوئے زمانہ جاہلیت کی طرح کی نمائش نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتی رہو اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے دنیا کی آلائشیں دور رکھے۔ اے نبی ﷺ کے گھر والو! اور تم کو اچھی طرح پاک کرے اور تمہارے گھر میں جو اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں ان کا چرچا کرو۔ بے شک اللہ بہت باریک بین اور باخبر ہے۔"

گویا جس بلند اخلاق کی طرف آپ ﷺ نے اہل جہاں کو دعوت دی آپ کے اہل خانہ کا ایک ایک فرد اسکا اعلیٰ مرقع تھا۔

حضرت خدیجہ سے آپ ﷺ کو بہت محبت تھی۔ آپ نے ان کی وفات تک پورے پچیس برس گزارے۔ اس دوران میں حضور ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت خدیجہ سے آپ ﷺ کی محبت کا اظہار ان واقعات و تعلیمات سے بھی ہوتا ہے۔ جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

مثال کے طور پر حضور ﷺ کا یہ ہمیشہ معمول رہا کہ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب کبھی کوئی جانور ذبح کیا جاتا ان کی سہیلیوں اور ہم جولیوں کے لیے بھی گوشت بھجواتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھے جتنا رشک حضرت خدیجہؓ پر آتا ہے اتنا حضور ﷺ کی کسی بیوی پر نہیں آتا حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے وفات پا چکی تھیں۔ اس وجہ سے اکثر آپ کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی۔ اور اللہ نے حضور ﷺ کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت خدیجہؓ کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت دے اور آپ بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں کو اس میں سے گوشت بطور تحفہ بھیجتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کو پریشان کیا کیونکہ حضور ﷺ ہمیشہ حضرت خدیجہؓ کا تذکرہ کیا کرتے تھے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ

"خدا تعالیٰ نے مجھے ان کی محبت عطا کی ہے۔"

اسی ضمن میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ

"خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے خدیجہ کا اجازت طلب کرنا سمجھا پھر آپ غم سے لرزنے لگے پھر فرمایا خدایا یہ تو ہالہ ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے بڑا رشک آیا تو میں نے کہا آپ بھی کسے یاد کرتے ہیں ایک سرخ رخساروں والی قریشی بڑھیا کو جسے فوت ہوئے عرصہ ہو گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا کیا ہے۔"

علامہ ابن عبد البر نے حضور ﷺ کی طرف سے جواب بھی درج کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

"بلکہ جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائی یوں نہیں بلکہ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو اس نے تصدیق کی تھی' جب میرا کوئی مددگار نہ ہی مددگار تھی نیز اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے اولاد دی اور اس کے سوا سب بیویوں کو اس چیز سے محروم رکھا"۔

marfat.com
Marfat.com

حضور ﷺ کثیر الازواج تھے مگر ہر بیوی سے آپ کی وفا کا یہ حال تھا کہ کسی زوجہ کو کبھی بھی بیگانگی کا احساس پیدا نہ ہونے دیا آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد باقی شادیاں کیں حضرت عائشہؓ سے آپ کو خاص محبت تھی مگر اس سے دوسری ازواج کے حقوق میں کسی طرح کی کمی نہیں آنے دی۔

مرض الموت میں حضور ﷺ نے اپنی تمام بیویوں کی اجازت سے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں رہنا پسند فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں آپ کا اسوہ قرآن و حدیث کے درج ذیل احکامات کے مطابق تھا۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

"اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلے طریقے سے رہو"

اس بارے میں چند احادیث یہ ہیں۔

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَهْلِیْ

(تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہے اور میں اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہوں)

خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَآءِکُمْ

(تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہتر ہے)

گویا کامل مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ بہتر ہو اور اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت ہی مہربان ہو۔

ایک مستشرق Rev V.C Badley نے آپ ﷺ کی مختلف عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس پہلو پر ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے۔

"And preaching to his people he (MUHAMMAD) daid, God enjoins you to treat women will for they are your mothers, daughters and aunts. The most perfect Muslim is he whose disposition is best and the best of you are they who behave

marfat.com

Marfat.com

best with their wives. Thirteen hundred years ago Islam made a woman free and independent in the enjoyment of her possessions."

ایک شفیق باپ کی حیثیت سے بھی آپ کا اسوہ قابل تقلید ہے آپ کے بیٹے طاہر طیب' قاسم اور ابراہیم تھے اور بیٹیاں زینب' فاطمہ' رقیہ اور ام کلثوم۔ آپ نے اپنے بچوں کی پرورش احسن طریق پر کی ان سے محبت و شفقت کا سلوک کیا اور عام بچوں کے بارے میں بھی حضور ﷺ کا عمومی رویہ مشفقانہ اور ہمدردانہ ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح گھر میں غلاموں اور خادموں سے بھی آپ ﷺ کا سلوک بہت اچھا بلکہ مثالی تھا۔ اس طرح حضور ﷺ کی حیثیت ایک سربراہ خاندان کے لئے قابل نمونہ اور عمدہ مثالی ہے۔

۲۔ ایک مثالی تاجر

رسول اکرم ﷺ ایک تاجر کی حیثیت سے بھی مثالی ہیں اور اس ضمن میں آپ کا اسوہ حسنہ دوسروں کیلئے کامل طور پر رہنما ہے قبل از نبوت آپ ﷺ نے تجارت ہی کو بطور پیشہ اختیار فرمایا تھا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اہل مکہ کے شرفاء اور بالخصوص آپ کے قبیلے قریش کا یہی ذریعہ معاش تھا جیسا کہ قرآن حکیم کی سورۃ قریش میں ذکر کیا گیا ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۝ اِیْلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَاالْبَیْتِ۝ الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ۝ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۝ (قریش:۱۔۴)

(قریش کے مانوس کرنے کیلئے ان کو سردیوں اور گرمیوں میں سفر کیلئے مانوس کرنے کی خاطر۔ بس چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور خوف کی حالت میں امن دیا۔)

marfat.com
Marfat.com

اگرچہ منصب رسالت پر فائز ہونے سے پہلے تک ہی حضور ﷺ کا شغل تجارت جاری رہا ہے۔ تاہم آپ کا یہ دور تجارت بھی دنیا بھی کے تاجروں کے لئے اپنے اندر اعلیٰ نمونہ رکھتا ہے۔ حضرت ابو طالب بھی تاجر تھے اور حضور نے بچپن میں بھی ان کی ہمراہی میں کئی تجارتی سفر کئے تھے۔ اس کے بعد آپ نے خود تنہا بھی کاروبار کی غرض سے مختلف علاقوں مثلاً شام' بصرہ اور یمن کا سفر کیا تھا۔ آپ نے شراکت کی بنیاد پر حضرت خدیجہ کے کاروبار میں بھی کام کیا جس کا تذکرہ کتب سیرت میں موجود ہے۔

ایک مستشرق James A Michener اپنی تصنیف Islam; The Misunderstood Religion میں حضور ﷺ کے کامیاب تاجر ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"At twenty he was already a successful Business-man and soon became director of camel carvans for a wealthy widow. When he reached twenty five his employer recognizing his merit proposed marriage."

ایک مثالی تاجر کی حیثیت سے آپ کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے جن ہدایات و تعلیمات کا مرقع پیش کرتا ہے اور ایک تاجر میں جو اچھے اوصاف ضروری ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

ایفائے عہد

ایک تاجر میں جن اخلاقی محاسن کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ایفائے عہد انہیں میں داخل ہے۔ کاروباری لین دین میں وعدے اور قول کی پاسداری ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے وعدے کی پابندی کا بہترین اور مثالی نمونہ پیش کیا ہے سنن ابی داؤد میں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

"حضرت عبداللہ ابن الحمساء بیان کرتے ہیں بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا تھا' کچھ معاملہ ہو چکا تھا کچھ باقی تھا میں نے وعدہ کیا کہ پھر آؤں گا اتفاق سے تین دن تک مجھے وعدہ یاد نہ رہا تو تیسرے دن جب اسی جگہ پہنچا تو حضور ﷺ کو اس جگہ منتظر پایا۔ لیکن اس خلاف وعدہ سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا صرف یہ فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔"

آپ نے اپنی امت کو یہاں تک تعلیم فرمائی۔

لَادِینَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ

(جس میں وعدے کی پاسداری نہیں اس میں ایمان نہیں)

اسی طرح حضرت قیس بن سائب جب مسلمان ہو کر آنحضور ﷺ کی مجلس اقدس میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے ان کی خوبیاں بیان کیں تو حضور نے فرمایا۔ "میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں قیس بن سائب نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ ﷺ میرے شریک تجارت تھے کتنے اچھے شریک تھے نہ کھینچا تانی کرتے نہ جھگڑا کرتے تھے"

حضور ﷺ اپنی اسی امانت و صداقت کی وجہ سے الصادق اور الامین مشہور تھے اور تاجر کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی یہ ہے۔

اَلتَّاجِرُ الْاَمِیْنُ الصَّدُوْقُ مَعَ الشُّھَدَآءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

(دیانت دار اور راست گفتار تاجر قیامت کے روز شہیدوں میں سے اٹھایا جائے گا۔)

آپ ﷺ کی صداقت کے بارے میں ابو جہل کہتا تھا کہ "اے محمد ﷺ میں تم کو جھوٹا تو نہیں کہتا البتہ تم جو کہتے ہو میں اسے صحیح نہیں سمجھتا" آپ ﷺ کے سب سے بڑے دشمن کی گواہی بھی اس بارے میں آپ ﷺ کے حق میں ہے اسطرح ابو سفیان نے جب قیصر روم کے سامنے حضور ﷺ کے بارے میں یہ کہا تھا کہ اس نبی ﷺ نے کبھی جھوٹ کا ارتکاب نہیں کیا تو یہ شہادت بھی ایک دشمن

marfat.com
Marfat.com

کی شہادت تھی جس سے زیادہ معتبر شہادت کا تصور ممکن نہیں۔ اس طرح جب آپ ﷺ نے اپنی قوم کو ابتدا میں دین حق کی دعوت دی تھی تو کوہ صفا پر چڑھ کر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے لوگو! کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تمہارے اوپر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یقین کرتے ہو پورا مجمع یک زبان بول اٹھا تھا کہ جی ہاں اس لیے کہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

ایک مثالی تاجر کی حیثیت سے آپ ﷺ نے جو اسوہ کامل پیش کیا اسکے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

ا۔ دھوکے اور خیانت سے پرہیز

حضور ﷺ نے کاروبار میں دھوکے بد دیانتی اور ضرر رسانی سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ اس سلسلے میں آپ کے ارشادات یہ ہیں۔

اَلتَّاجِرُ الْاَمِیْنُ الصیدمَعَ الشُّہَدَآءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

(راست باز اور امانت دار تاجر قیامت کے روز شہیدوں کے ساتھ محشور ہوگا۔)

آپ ﷺ نے فرمایا

☆ بہترین کمائی صاف ستھری تجارت اور دستکاری ہے۔

☆ نہ نقصان اٹھایا جائے نہ ہی نقصان پہنچایا جائے۔

۲۔ جھوٹی قسموں کی ممانعت

کاروباری لوگ وقتی منافع کی خاطر بعض اوقات جھوٹی قسمیں بھی کھا لیتے ہیں۔

مگر آنحضرت ﷺ کا اسوہ اس بارے میں یہ ہے کہ تجارت میں جھوٹی قسمیں کھانا ممنوع ہے اس ضمن میں آپ کے چند ارشادات یہ ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

☆ قسم کھانے سے مال خرچ ہوتا ہے اور برکت جاتی رہتی ہے۔

☆ لین دین میں زیادہ قسمیں کھانے سے بچو کیونکہ اس سے ایک طرف مال خرچ ہوتا ہے تو دوسری جانب مال مٹ جاتا ہے۔

☆ تین قسم کے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ تو بات کرے گا نہ انکی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کرے گا اور انکے لیے دردناک عذاب ہو گا حضرت ابوذرؓ نے پوچھا حضور ایسے نامراد لوگ کون سے ہیں؟ فرمایا تہبند لٹکانے والا' احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچنے والا"

۳۔ صحیح ناپ تول رکھنا

اسلام نے ناپ تول صحیح رکھنے کا حکم دیا ہے اس بارے قرآن حکیم میں ہے کہ

اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ؁ (الاسراء: ۳۵)

(کوئی چیز ناپ کر دو تو پوری دو اور جب تولو تو سیدھی ترازو سے تولو یہی اچھی بات اور انجام کے طور پر بہتر ہے۔)

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ

(الرحمٰن: ۹)

(اور انصاف سے وزن کیا کرو اور تول میں کمی نہ کیا کرو)

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ

(الشعراء: ۱۸۱)

(پیمانہ پورا بھر کر دیا کرو اور کم ناپنے والوں میں سے نہ ہو)

اس طرح حضور ﷺ نے بعض حرام اشیاء کی تجارت کو بھی حرام فرمایا ہے جیسے شراب اور سود کی تجارت حرام ہے۔ کاروبار اور نجی ضرورت دونوں کیلئے

marfat.com

Marfat.com

سود کو حرام قرار دیا نا جائز دولت کو ممنوع قرار دیا۔ الغرض آپ نے تجارت کے شعبہ کے تمام غلط معاملات کو ختم کر کے ایک صالح اور پاکیزہ تجارت کی بنیاد رکھی۔ اعلیٰ اخلاقی اور انسانی قدروں کو عام کیا۔ تجارت کو بہترین ذریعہ معاش فرمایا۔

دور حاضر میں اہل اسلام بالخصوص اور دوسرے انسان بالعموم آپ کے ان قیمتی ارشادات اور واضح تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں جو معاشی استحصال ہو رہا ہے اور تجارت کے جو نت نئے ناجائز ہتھکنڈے ایجاد ہو رہے ہیں ان حالات میں صرف اور صرف ایک آپ کا ہی اسوہ حسنہ ہمارے تجارت پیشہ حضرات کیلئے رہنمائی کر سکتا ہے۔

۴۔ بحیثیت انقلابی رہنما

رسول اکرم ﷺ نے اپنی دعوت و تحریک کے نتیجے میں معاشرے کے اندر جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا اس کے اثرات اس قدر ہمہ گیر اور پائیدار ہیں کہ آپ تاریخی اعتبار سے کامیاب ترین انقلابی رہنما کہلائے جا سکتے ہیں۔ آپ کے لائے ہوئے انقلاب نے ایک جہاں بدل ڈالا۔ اپنے زمانے کی ایک انتہائی پس ماندہ قوم کو وقت کی سب سے بڑی ترقی یافتہ اور مہذب ترین قوم بنا دیا اور سسکتی ہوئی انسانیت کو کرب و اضطراب سے نجات دی اور حیات انسانی کے تمام گوشوں پر نہایت گہرے اصلاحی اثرات چھوڑے۔

مشہور برطانوی دانشور GEORGE BERNARD SHAW نے حضور ﷺ کی عظیم شخصیت پر مسیحی لوگوں کے غلط اور بے ہودہ اعتراضات کا رد کرتے ہوئے آپ کو انسانیت کا عظیم محسن قراد دیا ہے :

"The christians and their missionaries have presented a horrible picture of Islam. Noton ly that: They also carried out an organized and planned

marfat.com
Marfat.com

propaganda against the personality of Prophet Mohammad and the religion he preached. I have very carefully studied Islam and the life of its Prophet. I have done to both as a student of history and as a critic. And I have come to the conclusion that Muhammad was indeed a great man and a deliverer and a benefactor of mankind which was still then writhing under a most agonising pain."

دنیا میں اور بھی انقلابات آئے ہیں لیکن وہ زندگی کے صرف ایک دو پہلوؤں کو متاثر کرنے والے تھے۔ انقلابات بالعموم تخریب کاری بغاوت اور فتنہ و فساد کا نتیجہ تھے۔ ان میں انسانی خون پانی کی طرح بہایا گیا۔ عصمتیں لٹیں، ظلم و ستم کے دیو استبداد نے رقص کیا لیکن آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی انقلابی دعوت کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں۔

۱) لوگ توحید پر ایمان لائیں، سب کی بندگی چھوڑ کر ایک اللہ کی بندگی اختیار کریں اور اس کے حکم کو واجب الاتباع قانون مانیں۔

۲) محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول مانیں اور اس ہدایت، تعلیم و قانون کی اطاعت کریں جو اللہ اور اس کے رسول کے ذریعہ سے پہنچے۔

۳) قرآن کو اللہ کا پیغام مانیں اور اس کے فرمان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے واجب العمل تسلیم کریں۔

۴) آخرت پر ایمان لائیں اور یہ سمجھتے ہوئے دنیا میں کام کریں کہ آخر کار مرنے کے بعد ہمیں اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔

۵) اخلاق حسن و قبح کے ان ناقابل تغیر اصولوں کی پیروی اختیار کریں جو

marfat.com
Marfat.com

اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب نے پیش کیے ہیں۔

٦) انسانوں میں سے جو لوگ بھی اس دعوت کو قبول کریں وہ ایک ایسی امت بن جائیں جو اس دعوت کی علمبردار بن کر اٹھے اور اس کو غالب کرنے کیلئے جان و مال کی بازی لگا دینے پر تیار ہو جائے۔ وہ آپس میں پوری طرح متحد ہو اور اپنا ایک مستقل معاشرہ بنائیں۔

حضور علیہ السلام نے انھی نکات پر مشتمل انقلابی پروگرام کیلئے جدوجہد کی اور توفیق الٰہی سے آپ کو بے مثال کامیابی ہوئی اور قرآن حکیم کی رو سے آپ کی بعثت کا مقصود بھی یہی تھا۔ ارشاد الٰہی ہے :

هُوَالَّذِیۡ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ
لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا

(الصف : ۹)

(وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور اس پر اللہ تعالیٰ خود گواہ ہے۔)

چنانچہ قرآن کی یہ پیش گوئی کم سے کم جزیرہ نمائے عرب میں تو ہر لحاظ سے پوری ہوئی اور باقی دنیا کے بارے میں اس کی صداقت کا یہ عالم ہے کہ چودہ سو برس سے آج تک ہر دور میں دنیا کے ہر خطہ میں دین اسلام اپنے دلائل کی قوت' اپنی فکری برتری اور اپنی حقانیت کی حقیقت اور اپنی جامعیت کے اعجاز کے پہلوؤں سے ہمیشہ فائق وارفع رہا ہے۔

اس طرح حضور علیہ السلام کا لایا ہوا انقلاب ایک ایسا انقلاب ہے جس میں فرد کی سیرت میں شخصی تبدیلی سے لیکر بین الاقوامی سطح پر انسانی انقلاب تک کیلئے شاندار اصول اور نتیجہ خیز طریقہ کار موجود ہے۔

انسانی تاریخ میں یہ ایک عجیب و غریب انقلاب ہے جو خود داعی انقلاب کی زندگی ہی میں اس کی آنکھوں کے سامنے برپا ہوتا ہے۔ اپنی اصل اور مثالی

marfat.com
Marfat.com

حالت میں وجود میں آتا ہے اور ایک فلاحی معاشرے کی تنظیم و تشکیل کرتا ہے۔
حق کا غلبہ اور بول بالا ہوتا ہے۔ اور باطل ناکام و نامراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (الاسراء :۱۸۱)

(کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا بیشک باطل بھاگ جانے والا ہے۔)

انسانی تاریخ میں اس سے بڑھ کر اور کوئی کامیاب انقلاب رونما نہیں ہوا جیسا کہ حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں نے برپا کیا۔ اس انقلاب نے ایک غیر متمدن قوم کو وقت کی سب سے زیادہ متمدن قوم بنایا اور ڈاکوؤں اور رہزنوں کو مال و دولت کا امین بنایا۔ اس نے شتربانی کرنیوالوں کو جہانبانی کے آداب سکھائے اخلاقی لحاظ سے کمتر لوگوں کو اخلاق کا معلم بنایا۔ منتشر افراد اور آپس میں لڑنے مرنے والوں کو ایک مرکزی حکومت عطا کی۔ ایک ایسا تمدن بخشا جو صدیوں تک عالم انسانی کی رہنمائی اور قیادت کرتا رہا۔ اس انقلاب نے عفو و درگزر شرافت و شائستگی، عظمت انسانی اور امن و استحکام کو جنم دیا۔ کیا پوری تاریخ عالم ایسے انقلاب کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے ؟۔

حضور ﷺ نے انقلاب کی تمام اہم شرائط کو ملحوظ رکھا۔ انقلاب کے فطری مراحل اور ترتیب کو پیش نظر رکھا۔ اپنی دعوت پھیلائی۔ اپنا نصب العین واضح کیا۔ اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں کی اعلیٰ پیمانے پر ذہنی اور جسمانی تربیت کی۔ ان کو منظم کیا' انکی سیرت' ان کے اخلاق' ان کے رسم و رواج' ان کے عادات و خصائل سب کو ایک ہی مقصد کے خاطر بدلا اور ان کے ذریعے مطلوبہ نتائج حاصل کئے۔ باطل سے ٹکر بھی لی اور غلبہ پایا۔

اس سلسلے میں محسن انسانیت کا مصنف لکھتا ہے :

marfat.com
Marfat.com

محسن انسانیت نے جو انقلاب برپا کیا اسکی روح تشدد کی روح نہ تھی' محبت وخیر خواہی کی روح تھی۔ حضور ﷺ انسانیت کیلئے حد درجہ رحم دل تھے اور ابنائے آدم کے ساتھ آپ کو سچا پیار تھا۔

اپنی دعوت کی نوعیت کو آپ نے مثال دے کر سمجھایا کہ تم لوگ پروانوں کی طرح آگ کے گڑھے کی طرف لپکتے ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ قرآن نے اسی لئے آپ کو رحمت قرار دیا۔ ذرا اس حقیقت پر غور کیجیے کہ وہ ہستی اتنا عظیم انقلاب لاتی ہے مگر تشدد سے کام لینے کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ مدینہ حضور ﷺ کی دس سالہ زندگی میں سنگین درجے کی ایمر جنسی کے زیر سایہ رہا ہے۔ ہر آن حملے کا خطرہ رہتا۔ قریش نے تین بار بڑے بڑے حملے کئے چھوٹی چھوٹی جھڑپوں اور سرحدی آویزشوں کے واقعات آئے دن ہوتے رہتے تھے۔ متفرق قبائل مدینہ پر دھاوا بولنے کیلئے کبھی ادھر سے سر اٹھاتے کبھی ادھر سے بار بار فتنوں کی سرکوبی کیلئے مدینہ سے فوجی دستوں کی ترسیل ہوتی۔

راتوں کو فوجی پہرہ لگایا جاتا۔ غرض یہ کہ ایک جنگی کیمپ کی سی زندگی تھی۔ اس پر مستزاد یہودی اور منافقین کی سازشیں تھیں۔ جنگ کی سازشیں اسلامی معاشرہ کو پھاڑ دینے اور مختلف عناصر کو ٹکرا دینے کی سازشیں حضور ﷺ کی قیادت کو ناکام کرنے کی سازشیں اور پھر اس زندگی بخش ہستی کو قتل کر دینے کی سازشیں۔ مگر حضور ﷺ نے کبھی اپنے لئے کوئی مستبدانہ اختیار حاصل کیا' نہ کوئی ہنگامی آرڈی نینس جاری کیا' نہ کوئی جابرانہ ایکٹ نافذ کیا' نہ کسی ایک فرد کو نظر بندی میں ڈالا' نہ کوئی ہنگامی عدالتیں بٹھائیں' نہ تازیانے برسا کر لوگوں کی کھال ادھیڑی' نہ جرمانے اور تاوان ڈالے' نہ کسی شہری پر کوئی بار خدائی قانون سے تجاوز کر کے ڈالا نہ اختلاف اور تنقید کا حق سلب کیا نہ کسی کی زبان بندی کی اور نہ کسی پر پابندی عائد کی۔ حتی کہ عبداللہ بن ابی جیسے فتنہ پرداز تک سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ سارا دارومدار اپنی دعوت کی صداقت اور اپنے کردار کی پاکیزگی پر رکھا۔

marfat.com

Marfat.com

کبھی کسی پر دھونس نہیں جمائی، کبھی رعونت نہیں دکھائی، کبھی کسی کی تحقیر نہیں کی۔ کبھی اکڑفوں سے کام نہیں لیا بلکہ دوسروں کی رعونتوں کو صبر سے برداشت کیا، یہی وجہ تھی کہ دشمنوں کے دل مسخر ہو جاتے تھے۔ ساتھ آنے والے دیدہ و دل فرش راہ کرتے تھے۔

مخالفت کرنے والے اپنے آپ کو پست اور ذلیل محسوس کرتے تھے اور پھر جب حضور ﷺ کی صداقت و شرافت کے آگے سر جھکا دیتے تھے تو ان میں ایسی تبدیلی آتی تھی کہ گویا کایا ہی پلٹ گئی۔ الغرض ایک انقلابی رہنما کی حیثیت سے بھی حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے جو اسلامی انقلاب کیلئے ہر دور میں اہل حق کیلئے رہنمائی کر سکتا ہے۔

۵۔ بحیثیت سپہ سالار

محمد مصطفےٰ ﷺ کی مثالی حیثیت کے مطالعہ میں ایک اہم پہلو آپ کی وہ حیثیت ہے جو بطور سپہ سالار فوج آپ نے پیش کی ہے۔ اور آپ ﷺ کی زندگی کا یہ پہلو بھی آپ ﷺ کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کی طرح روشن و تابناک اور اسوہ کامل ہے۔ یہ درست ہے کہ آپ کو حق پرستی کی خاطر ان تمام جنگوں میں تائید ایزدی حاصل رہی مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے کہ آپ کی فتح و کامرانی صرف خرق عادت یا معجزے کا نتیجہ رہی بلکہ اس میں بہت کچھ آپ ﷺ کی حکمت عملی، عسکری بصیرت، مجاہدین کی تربیت اور معاملہ فہمی وغیرہ کا عمل دخل تھا۔

آپ ﷺ کی قیادت میں بلند ہمتی اور عزیمت و استقامت تھی۔ پھر آپ ﷺ نے تو اعلائے کلمتہ اللہ کی خاطر اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے یہ ساری لشکر کشی فرمائی اور دنیا کے دوسرے جنگ آزماؤں کی طرح آپ ﷺ کی جنگوں کا مقصد کشور کشائی یا ہوس ملک گیری ہرگز نہیں تھا۔ پھر اسلامی مقصد جنگ کی رو سے دشمن کو ہلاک کرنا، بستیوں کو ویران کرنا اور کھیتوں کو اجاڑنا کوئی مقصد نہیں ہے

marfat.com

Marfat.com

بلکہ اصل مقصد ظلم کا خاتمہ اور شر کو روکنا ہے۔ آپ ﷺ نے تمام جنگیں اسی پاکیزہ مقصد کی خاطر لڑیں۔ اس سلسلے میں ماہر حربیات بریگیڈیر گلزار احمد لکھتے ہیں۔

"تاریخ جنگ میں کئی مثالیں ملیں گی جہاں پر آزادی کے نام پر تلوار اٹھائی گئی مگر ان جنگوں کے اختتام پر آزادی کے نام لیواؤں نے دوسرے کی آزادی سلب کرنے سے دریغ نہ کیا۔ تاریخ میں امن اور صلح کے نام پر بھی جنگ شروع کی گئی مگر ان جنگوں نے لاتعداد انسانی بستیوں کو امن وامان سے محروم کر دیا۔ دنیا میں کئی بار دین و مذہب کے نام پر دست شمشیر بلند ہوا مگر اس ہاتھ نے جنگ کے دوران خود اپنے دین کے احکام اور اصولوں کو پامال کیا۔ حضور ﷺ کی جنگ واحد جنگ ہے جس کے اختتام پر مفتوح کو آزادی ملی' اور ہارے ہوؤں کو پہلے سے کہیں زیادہ امن وامان اور خوشحالی و فراوانی نصیب ہوئی اور نظریہ حیات کے ایک اصول یا یک حکم کو بھی فراموش نہیں کیا گیا"۔

آپ ﷺ کے کئی غزوات کا مقصد صرف دو صورتوں میں ظاہر ہوا ہے یا تو اپنے دفاع کے لئے جنگیں لڑی گئیں یا پھر اصلاح اور قیام امن کی خاطر جنگی اقدامات کیے گئے۔ اس بارے میں بھی بریگیڈیر گلزار احمد لکھتے ہیں۔

"عہد حاضر کی جنگوں میں فریقین کی فوجوں کے پیش نظر مقصد یہ ہوتا ہے کہ دشمن کی افواج کو تباہ کیا جائے یا اس کے ملک کو تباہ کیا جائے کہ وہ اپنی قوت ارادی کھو کر فاتح کے احکام قبول کرنے پر مجبور ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ عہد جدید کی جنگوں میں تباہی اور بربادی اس شدت تک پہنچ چکی ہے کہ جنگ کے بعد طرفین کی بستیاں ملبے کے ڈھیر نظر آتی ہیں۔ اور فاتح و مفتوح اقتصادی طور پر تباہ و برباد ہو چکے ہوتے ہیں۔

برطانیہ گذشتہ دو جنگوں میں فاتح بن کر نمودار ہوا ہے مگر ان فتوحات کے نتیجے میں سیاسی اور اقتصادی طور پر وہ اپنی پہلی حالت کو بھی قائم نہیں رکھ سکا۔ ان ہی جنگوں کے نتیجے میں "جنگ برائے اختتام جنگ" کا نعرہ بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر تاریخ عالم کی کسی جنگ سے جنگ کا اختتام وجود میں آیا تو وہ حضور ﷺ کی

marfat.com

Marfat.com

جنگ تھی جو نو سال کے بعد جزیرۃ العرب کو صرف امن وامان ہی نہیں بلکہ اسے وہ مقام عطا کر گئی کہ جنھوں نے کعبۃ اللہ کی دیوار کے سائے میں گردنیں جھکالی تھیں، جو آزاد کر دیے گئے تھے وہ فاتح بن کر افق عالم پر نمودار ہوئے۔ عالم انسانی کی جنگوں کی تاریخ میں اگر کبھی کسی فاتح کو اپنے مقصد یعنی قیام امن اور عدل و انصاف فرواں ہونا کلی طور پر حاصل ہوا ہے تو وہ صرف حضور ﷺ کی مثال ہے ورنہ کبھی کسی اور فاتح نے اپنا مقصد کلی طور پر حاصل نہیں کیا ہے"۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کم سے کم جانی و مالی نقصان کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ جنگی کامیابیاں کیں دینی کی خاطر آپ نے جنگوں میں حصہ لیا ہے جنگ کے اصولی مقصد قیام امن و عدل کو حاصل کیا ہے۔ اور گمراہی اور ظلم کا خاتمہ کیا ہے۔

دور حاضر کا ایک سیرت نگار شیت خطاب آنحضرت ﷺ کی فتح و کامرانی کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :

رسول کریم ﷺ کی فتح و نصرت کے چار اسباب ہیں ایک یہ کہ آپ ﷺ کی اعلیٰ قیادت دوسرے آپ ﷺ کے ابتدائی تربیت یافتہ مسلمان، تیسرے آپ ﷺ کے دشمن کے مقابل میں امن اور عدل کی خاطر جنگ کرنا اور چوتھے یہ کہ آپ ﷺ کے مخالفین عرب تھے یا رومی یا ایرانی۔

ایک سپہ سالار کے طور پر حضور ﷺ کی مثالی حیثیت میں ہمیں جو اسوہ حسنہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ اول تو جنگ کا مقصد ہی کشور کشائی نہیں بلکہ دنیا میں امن وامان اور عدل وانصاف کا قیام ہے۔ پھر آپ ﷺ نے جنگ کا پورا ضابطہ اخلاق دیا ہے۔ مثلاً

۱۔ دشمن پر غفلت میں حملہ نہ کیا جائے۔
۲۔ کسی دشمن (بلکہ کسی انسان کو بھی) آگ میں نہ جلایا جائے
۳۔ عین حالت جنگ میں بھی معاہدے کی پابندی کی جائے۔
۴۔ صلح کی صورت میں منصفانہ شرائط رکھی جائیں اور صلح نامے کی پابندی کی جائے۔

marfat.com
Marfat.com

۵۔ لوٹ مار کرنے کی ممانعت۔

۶۔ بستیوں کو ویران کرنا یا کھیتوں کو اجاڑنا منع ہے۔

۷۔ مثلہ کرنے کی ممانعت۔

۸۔ قیدیوں کو قتل نہ کرنا۔

۹۔ بد عہدی نہ کرنا۔

۱۰۔ سفیر کی حفاظت کرنا۔

۱۱۔ عبادت خانوں کو نہ گرانا اور راہبوں کو نہ ستانا۔

۱۲۔ جانوروں کو ہلاک نہ کرنا۔

۱۳۔ غیر متا تلین مثلاً عورتوں اور بچوں کے قتل سے بچنا۔

حضور اقدس ﷺ نے اپنی فوج کے افراد کی تربیت ایسے اعلیٰ معیار پر کی تھی کہ آپ ﷺ کی فوج کے ایک ایک سپاہی کا کردار مثالی نظر آتا ہے۔ حضور ﷺ کی سپاہیانہ قابلیت کا ایک پہلو اپنی فوج کو صحیح تربیت دینا بھی ہے۔ مشہور یورپی فاتح نپولین نے حضور ﷺ کی عسکری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو عالم انسانیت کا ایک عظیم رہنما قرار دیا ہے اس کے اعتراف کا ایک حصہ قارئین کرام کیلئے پیش خدمت ہے:

"His followers conquered half of the world in a short time and the discipline which they maintained under his leadership was simply marvellous, and so was their bravery, courage and devotion to the cause which they loved and cherished. This coupled with the contempt for death as taught by their leader, made them great soldiers and fighters like of whom history rearely produces. I simply marvel at the achievments of

marfat.com
Marfat.com

this son of desert within a period of 15 years only a thing which Moses and Christ could not do in fifteen hundred years.

I salute this great man; I salute his qualities of head and heart."

الغرض حضرت محمد ﷺ ایک مثالی سپہ سالار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان تمام اوصاف سے متصف ہیں جن کی ضرورت واہمیت ایک سپہ سپالار میں مسلم سمجھی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے جنگی حکمت عملی میں نئے نئے طریق اور تجربے متعارف کرائے۔ جدید ترین ہتھیاروں سے کام لیا اور دشمن کے مقابلے میں ایک کامیاب اور فتح یاب جرنیل کی حیثیت سے کاروائیاں فرمائیں۔ اس باب میں بھی آپ ﷺ کا اسوہ مثالی ہے۔

اعتماد کامل اور قول و فعل کی مطابقت

کوئی مصلح یا داعی دعوت کا کامل نمونہ اسی وقت بن سکتا ہے جب اسے اپنی دعوت پر کامل اعتماد بلکہ یقین کامل میسر ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے قول و فعل میں بھی ذرا بھی تضاد نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ لالچ، خوف، مصیبت اور آزمائش سے یکسر بے نیاز ہو کر پوری جرات و یقین کے ساتھ اپنی دعوت پیش کرتے تھے۔ سننے والوں کے دل مسحور ہوتے اور ان کے دل گواہی دیتے کہ یہ شخص جھوٹا یا منافق نہیں ہو سکتا بلکہ نہایت مخلص ہے۔ آپ کے دل سے جو بات نکلتی دوسروں کے دل پر اثر کرتی اور جب لوگ یہ دیکھتے کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اس کے مطابق آپ کا عمل بھی ہے تو قبول حق کے لیے دل آمادہ ہو جاتے۔

حضور ﷺ کی نجی، گھریلو اور سماجی زندگی کے تمام معاملات قول کے مطابق تھے کہ آپ اپنی تعل[illegible] مخلص [illegible] جس چیز کا مطالبہ

marfat.com

Marfat.com

کرتے ہیں خود اس پر دوسروں سے زیادہ عمل پیرا ہیں۔ آپ کی پیغمبرانہ زندگی کے پورے تئیس برس میں مخالفین نے آپ پر طرح طرح کے الزامات اور اعتراضات کئے مگر اس سارے عرصہ میں کبھی کسی زبان نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے۔ یہ قول و فعل کی مطابقت اور اخلاص عمل ہی کا فیضان تھا کہ لوگ آپ کی طرف کھچے چلے آتے ہیں۔ جو شخص بھی آپ سے قریب ہوتا آپ کی بابرکت زندگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایسی بھی صورت حال تھی جس کے پیش نظر مشرکین مکہ آپ کو جادوگر کاہن اور شاعر کے القابات سے یاد کرتے اور لوگوں کو آپ کی قربت سے دور رکھنے کی کوشش کرتے۔ وہ جانتے تھے کہ آپ کی دعوت و تعلیم اور آپ کا طرز عمل ایسا نہیں جو کسی حق شناس اور حق جو طبیعت کو آپ ﷺ کا گرویدہ نہ کر دے۔

لوگوں کو حضور عبادت الٰہی کی دعوت دیتے تو اس دعوت کے ساتھ آپ کا اسوہ عمل یہ تھا کہ آپ راتوں کو قیام فرماتے اور عبادت الٰہی میں اتنے مشغول ہوتے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے' ایک بار حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ حضور آپ کی اگلی پچھلی ساری لغزشیں خدا تعالیٰ نے معاف فرما دی ہیں' پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا

(تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں)

یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ مشاہیر عالم کی صف میں سب سے الگ اور ممتاز ہیں کہ کسی اور میں آپ جیسی جامعیت اور قابلیت نہیں اور کوئی ایسا نہیں جس میں آپ ﷺ کی ذات بابرکت کی طرح سارے جہاں کے انسانوں کے لیے اوصاف و کمالات جمع ہو گئے ہوں۔

مشہور فرانسیسی مفکر LAMARTINE حضور ﷺ کی مجمع کمالات ہمہ پہلو شخصیت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

marfat.com

Marfat.com

"Philospher, Orator, apostle, legislator, warrior, Conquerer of ideas, restorer of rational dogmas of a cult without images, the founder of twenty territiorial empires and of one spiritual empire, that is MUHAMMAD. As regards all standards by which human greatness may be measured, we may well ask, is there any man greater than he?"

اس مثالی پیغمبر کے کمالات کا شمار نا ممکن ہے جس کے ہاں ہر انسانی خوبی و کمال ملتا ہے۔ ہر اعلیٰ نظریہ پایا جاتا ہے۔ بلند اخلاق کی تعلیم ملتی ہے۔ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کیلئے ہدایات ملتی ہیں۔ آپ کی دعوت و تعلیم میں روحانی تعمیرو ترقی کے لیے' سیاست کیلئے' معاشرت کیلئے' تہذیب و تمدن کیلئے اور اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ و ارتقاء کیلئے' غرض ہر قوم کے لیے ہر شعبہ حیات میں رہنمائی موجود ہے۔ آپ ﷺ کے مثالی کردار کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود رب کائنات نے فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ"٥

marfat.com
Marfat.com

پیغامِ رسالت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ
رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلاَمَ دِیْنًا (سورۃ المائدۃ : ۳)

"آج مین نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے"۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ارسلت الی الخلق کافة و ختم بی النبیون

(مشکوۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین)

"مجھے پوری مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور میری ذات سے سلسلہ انبیاء اپنے اختتام کو پہنچا یعنی مجھے خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء بنایا گیا ہے"

marfat.com
Marfat.com

اسلام دینِ فطرت ہے' دین علم و عمل ہے' دین حکمت و بصیرت ہے اور قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے ایک مکمل کامل' جامع' روشن اور محفوظ ضابطہ حیات ہے۔ کائنات کے سب سے بڑے محسن اور انسانیت کے سب سے بڑے معلم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ کا لایا ہوا نظام حیات ہی اب رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کا کام انجام دے گا۔

فطری طور پر ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ سلسلہ نبوت اپنے اختتام کو پہنچ چکا اور دین مکمل ہو چکا ہے تو وہ کون سا نظام حیات ہے جو رسالت مآب ﷺ لے کر مبعوث ہوئے اور وہ کون سا پیغام رسالت ہے جو رسول عربی ﷺ نے بھٹکتی ہوئی نوع کو پہنچایا جو اسے دنیوی اور اخروی کامیابی و کامرانی اور فلاح و سعادت سے ہمکنار کرے؟

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عقیدہ و فکر کا انسان کے اعمال پر بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے کیونکہ عقیدہ و فکر ہی کسی نصب العین اور مشن کا تعین کرتا ہے اور پھر اس گوہر مقصود کو حاصل کرنے کی خاطر حسن عمل کے لیے مقدور بھر کوشش کی جاتی ہے۔ رسول عربی ﷺ نے اپنے پیغام رسالت میں ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔ پہلے عقیدہ و فکر کی اصلاح کر کے انسانی سوچ کی صحیح سمت مقرر فرما دی اور پھر اس عقیدہ و فکر کے حوالے سے حسن عمل کا تعین فرما دیا کہ اس وسیع و بیکراں دور دور تک پھیلی ہوئی کائنات میں انسان اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے۔ عقیدہ و فکر کے سلسلے میں بنیادی مسئلہ خدا' کائنات اور انسان کے باہمی ربط و تعلق اور کائنات میں انسان کی حیثیت اور اس کے صحیح مقام کا ہے۔

انسان اس کائنات ارضی میں کیسے اور کس حیثیت سے آیا؟ خود کائنات کس طرح وجود میں آئی؟ کائنات اور انسان کا باہمی ربط کیا ہے؟ کائنات' انسان اور خدا کا باہمی ربط و تعلق کیا ہے؟ یہ وہ بنیادی مسائل ہیں جن پر دنیا کے بڑے بڑے فلسفی' مفکر اور دانشور غور و فکر کرتے چلے آئے ہیں۔ کسی نے اس کائنات کو

marfat.com
Marfat.com

حادثاتی قرار دیا اور یہ بتایا کہ اس کائنات کے بنانے میں کسی خالق و مالک کا دخل نہیں بلکہ یہ خود بخود وجود میں آئی ہے یہ نظریہ سیکولر مغربی محققین کا ہے۔ کسی مفکر نے اپنی سوچ اور غور و فکر سے یہ نتیجہ مرتب کیا ہم اس دنیا میں آکر بندھن اور جال میں پھنس گئے ہیں لہذا اس زندگی کے وبال سے نجات حاصل کرنے کے لیے ترک دنیا اور رہبانیت اختیار کرنی چاہیے۔ یہ نظریہ دنیا کے بعض ادیان (ہندو دھرم، جین دھرم اور کم و بیش عیسائیت) کا ہے۔ کائنات اور انسان کی تخلیق اور ان کے باہمی ربط و تعلق کے بارے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کر کے اگر کسی نے حقیقت کو واضح کیا ہے تو وہ رسول عربی ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلے اس حقیقت کو منکشف فرمایا کہ یہ وسیع کائنات خود بخود وجود میں نہیں آگئی بلکہ اسے صانع حقیقی نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا اور وہی اس کا انتظام کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَابَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ مَالَکُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ○ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ (السجدہ: ۴، ۵)

”وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی و مددگار ہے اور نہ کوئی اس کے آگے سفارش کرنے والا۔ پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے“

قرآن حکیم میں دوسری جگہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر عقل انسانی کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے تاکہ انسان خلق پر نگاہ کر کے، اپنے تدبر اور غور و فکر سے کام لیتے ہوئے، اپنے خالق کو پہچانے۔ ارشاد خداوندی ہے :

marfat.com
Marfat.com

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ
وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ہ (آل عمران : ۱۹۰)

"زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں عقل و بصیرت سے کام لینے والوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں.........."

قرآن مجید میں ایک اور جگہ کائنات اور موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ کے اقتدار کے ذکر کے ساتھ ساتھ موت وحیات کے فلسفے کو بھی واضح کر دیا گیا ہے :

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ہ
الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَ کُمْ اَیُّکُمْ
اَحسَنُ عَمَلًا وَ هُوَالْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ہ (الملک : ۱-۲)

"نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی"

قرآن حکیم میں انسان کی تخلیق کو بامقصد بتایا گیا ہے اور اس امر کی تردید کی گئی ہے کہ انسان کو محض ایک بے مقصد مخلوق بنا کر پھیلا دیا گیا ہے :

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا
تُرْجَعُوْنَ ہ (المومنون : ۱۱۵)

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا نہیں ہے"

دوسری جگہ قرآن کریم نے انسانی تخلیق کے اس مقصد کو متعین فرمادیا ہے :

marfat.com
Marfat.com

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنس اَلَّا لِیَعْبُدُوْن٥

(الذریت۔۵۲)

''اور میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے
پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں''

قرآن حکیم نے انسانی شرف و عظمت کو بیان کیا ہے کہ انسان اس کائنات میں کوئی حقیر مخلوق نہیں جو مظاہر فطرت' شمس و قمر یا شجر و حجر کے سامنے سجدہ ریز ہو بلکہ وہ تو اس کائنات ارضی میں خلیفۃ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے احسن تقویم میں پیدا فرمایا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی کو کائنات ارضی میں جاری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے علم و حکمت اور بصیرت سے نوازا اور ہدایت ربانی سے سر فراز فرمایا ہے۔ اور اسی ہدایت ربانی کی پیروی میں اس کی فلاح و کامرانی کا راز مضمر ہے۔ چنانچہ ھبوط آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی بنی نوع انسانی کو ہدایت ربانی کو اپنانے کی تلقین کی گئی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْ امِنْهَا جَمِیْعًا فَاِمَّایَاْ تِیَنَّکُمْ مِنِّیْ هُدًی
فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَاَ خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ
یَحْزَنُوْنَ٥ (البقرۃ:۳۸)

''ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب۔
پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو
شخص میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا۔ تو ان پر نہ کوئی
اندیشہ ہو گا اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے''

گویا رسول عربی ﷺ کی لائی ہوئی کتاب ہدایت...... قرآن حکیم نے انسان کو شکوک و شبہات اور وہم و گمان کی وادی سے نکالا۔ اس پر خدا' کائنات اور انسان کے باہمی ربط و تعلق کو واضح کیا۔ اس پر شرف انسانی اور عظمت انسانی کو آشکارا کر کے اس کے اندر خود اعتمادی' وقار اور ذمہ داری کا احساس پیدا کیا اور اسے جامع لائحہ عمل' دستور حیات' نصب العین اور پروگرام دیا۔ اسے وہ رہنما اور

marfat.com

Marfat.com

زریں اصول بتائے جو اس کی دنیوی اور اخروی کامیابی کی مکمل ضمانت دیتے ہیں۔
رسول عربی ﷺ نے اس امر کو بھی واضح فرما دیا کہ انسان کبھی بھی ہدایت ربانی سے محروم نہیں رہا۔ رب کریم کی طرف سے وقتاً فوقتاً نوع انسانی کی رہنمائی کے لیے انبیاء کرام مختلف قوموں کی طرف مبعوث ہوتے رہے ہیں۔
قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد: ٧) "اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے"

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر: ٢٤)
"اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو"

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل: ٣٦)
"ہم نے ہر امت میں ایک رسول مبعوث فرمایا اور اس کے ذریعے سب کو خبردار کیا کہ "اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو"

یہ تو تھا' خدا کائنات اور انسان کا واضح نظریہ اور اس حقیقت کا ذکر کہ نوع انسانی کی رہنمائی کے لیے مختلف زمانوں میں انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اب اس بات کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ رسول عربی ﷺ نے خاتم الانبیاء اور آخری نبی ہونے کی حیثیت سے قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے مستقل اور دائمی پیغام عطا فرمایا۔
حضور اکرم ﷺ چونکہ "للعالمین نذیراً" عالمی نبی ہیں اس لیے آپ ﷺ کا پیغام بھی ارشاد خداوندی کے مطابق عالمی ہے اور پوری نوع انسانی کے لیے ہے۔ چونکہ انسانی زندگی بہت سے شعبوں پر محیط ہے اور آپ ﷺ کا پیغام انسانی زندگی کے ہر شعبے اور موڑ پر رہنما اصول پیش کرتا ہے اس لئے زندگی کی وسعتوں کے حوالے سے آپ ﷺ کے پیغام کی وسعتوں کو سمیٹنا ممکن نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تاہم آپ ﷺ کے پیغام کے اجمالی تعارف کے لیے اسے سات حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ آپ ﷺ کے جامع اور عظیم القدر پیغام کی اہمیت کا کچھ اندازہ ہو سکے :

☆۱) ایمان اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات

☆۲) عبادات

☆۳) مناکحات

☆۴) معاملات

☆۵) اخلاق

☆۶) تعزیرات

☆۷) عمومی رہنما اصول

ا۔ ایمان

سب سے پہلے ہم ایمان اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کو زیر بحث لاتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝ (البقرۃ : ۲۸۵)

”رسول ﷺ اس ہدایت پر ایمان لائے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں۔ اور ان کا قول یہ ہے کہ ”ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ

marfat.com
Marfat.com

نہیں کرتے ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ
سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے"

اس آیت میں ایمان کا اجمالی تذکرہ یا اسلام کے پانچ بنیادی عقائد بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننا' فرشتوں کو اس کی فرمانبردار مخلوق تسلیم کرنا' تمام ہدایت ربانی پیش کرنے والی اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں کو ماننا' اس کے تمام رسولوں کو بلا استثنا تسلیم کرنا اور یوں قیامت پر یقین رکھنا۔ ان بنیادی عقائد کو قبول کرنے کے بعد ہر مسلمان پر یہ لازم آتا ہے کہ اسے حکیم و خبیر آقا و مولا کی طرف سے جو حکم پہنچے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔

"ایمان باللہ" عقائد کی وہ بنیاد ہے جس پر پوری زندگی کی عمارت استوار ہوتی ہے جب خالق و مالک وہی ہے' معبود و مسجود وہی ہے' اس پوری کائنات پر سلطانی و بادشاہی اسی کی ہے تو اطاعت بھی اسی کی ہونی چاہیے۔

"ایمان بالملائکہ" حقیقت غیب پر ایمان لانا ہے کیونکہ ملائکہ کا ادراک اور ان تک رسائی حسی طور پر یا ہدایت ربانی سے محروم عقل محض سے ممکن نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا مومن اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ ملائکہ ربانی پیغام کو اس کے رسولوں تک پہنچاتے اور پوری امانت و حفاظت کے ساتھ پہنچاتے ہیں اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور مختلف امور کو حکم ربانی سے انجام دیتے ہیں۔

"ایمان بالکتب اور ایمان بالرسل" سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام جو براہ راست یا فرشتوں کے ذریعے اس کے چنے ہوئے بندوں رسولوں تک پہنچا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب میں ہدایت نوع انسانی کے لیے آتارا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس پیغام کو صحف یا کتب تورات' انجیل' زبور اور قرآن حکیم کی صورت میں اپنے جلیل القدر رسولوں تک پہنچایا ہے تاکہ وہ نوع انسانی کی ہدایت کا فریضہ اپنے اپنے علاقے' اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی قوم کے لیے انجام دیتے رہیں اور چونکہ رسول عربی ﷺ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی

marfat.com
Marfat.com

نہیں آئے گا اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی اس لیے قرآن حکیم کی حفاظت کا خود خداوند قدوس نے ذمہ لیا ہے کہ اس میں کوئی تغیر و تبدل یا تحریف ممکن نہیں ہو گی۔ ارشاد باری ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥ (الحجر: ۹)

"اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں"

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ٥ (حم السجدہ: ۴۲)

"یہ وہ زبردست کتاب ہے باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ چیز ہے"

ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتب والرسل کا تقاضا منطقی طور پر یہ ہے کہ مومن بلا تامل اپنے خالق حقیقی، معبود حقیقی، منعم حقیقی کے ہر حکم پر لبیک کہے۔ سر تسلیم خم کر دے اور ہر حکم کی خندہ پیشانی سے تعمیل کرے۔ اگر حکم طبیعت کے خلاف بھی ہے تو بھی اطاعت کرے اور اپنی پوری زندگی کو اوامر و نواہی کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لے۔ خواہ نظام معاشرت ہو یا نظام معیشت، نظام تعلیم و تربیت ہو یا نظام قانون و سیاست۔ بہر حال زندگی کے ہر ہر گوشے میں حکم خداوندی کی تعمیل کرے۔ یہ وہ محرکات اور عوامل ہیں جو انسان کو نیک کاموں کے انجام دینے پر ابھارتے ہیں۔

"یوم قیامت پر یقین رکھنا" یا "الایمان بالیوم الاخر" دراصل ایمان باللہ کا لازمی تقاضا ہے تاکہ انسان جسے خلافت الٰہیہ کا تاج پہنایا گیا ہے اس کے حسن عمل پر جزا اور انعام اور انحراف پر سزا اور عقوبت دی جائے۔ آخرت کا تصور چونکہ انسان کے اندر مسئولیت اور جوابدہی (Accountibility) کے احساس کو ابھارتا ہے جس سے ذمہ داری (Responsibility) پیدا ہوتی ہے اس لیے یہ تصور انسانی ضمیر کو بیدار رکھتا ہے اور انسان کو اطاعت کی طرف مائل کرتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

۲۔ عبادات

اسلام کے اس موثر فکری و نظری پہلو کے بعد اب ہم اس کے عملی پہلو کی طرف آتے ہیں۔ عملی پہلو میں سب سے پہلے نظام عبادات ہے جسے عرف عام میں ارکان اسلام کا نام دیا جاتا ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کی مالی اور بدنی عبادات کے ساتھ ساتھ شہادت توحید ورسالت میں پوری انسانی زندگی کے جملہ امور میں اسلام کی سربلندی اور سرفرازی کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارکان اسلام گویا عملی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں جس سے ایک طرف مومن اپنے آقا و مولا سے اپنے بندگی کے رشتے کو استوار رکھتا ہے تو دوسری طرف جملہ شعبہ ہائے حیات میں اپنے آقا و مولا کے احکام کو نافذ کرنے کی تحریک پاتا ہے دوسرے لفظوں میں ارکان اسلام اور نظام عبادات سے روحانی اور اخلاقی فوائد کے ساتھ ساتھ بے شمار معاشرتی' معاشی سیاسی اور ملی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں اور انسانی کردار کو نکھار بخشتے ہیں۔

۳۔ مناکحات

پیغام رسالت کی تیسری کڑی مناکحات ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں کہ انسانی تمدن کا سنگ بنیاد نکاح ہے۔ نکاح سے ایک خاندان بنتا ہے۔ خاندانوں پر مشتمل قبیلہ وجود میں آتا ہے۔ قبائل سے قوم اور اقوام سے انسانی معاشرہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت واضح کرنے کے لیے رسول عربی ﷺ کا یہ ارشاد بخاری اور مسلم دونوں میں بیان ہوا ہے :

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ۃ
فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج و
من لم یستطع فعلیه بالصوم' فانه له وجاء

(مشکوۃ المصابیح' طبع دمشق جلد دوم' ۱۵۸)

marfat.com
Marfat.com

"اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو بھی اس امر کی استطاعت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح نگاہوں کو جھکانے والا اور عزت وناموس کی حفاظت کے لئے بمنزلہ قلعہ ہے۔ اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس سلسلے میں ڈھال ہے"

چونکہ نکاح کی خوشگواری پر خاندان کا استحکام اور خاندانوں کے استحکام پر انسانی معاشرے کا استحکام منحصر ہے اس لیے دین فطرت...... اسلام میں عائلی اور منزلی زندگی کو سازگار اور خوشگوار بنانے کے لیے متعدد آداب اور احکام بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن حکیم میں اور صاحب قرآن ﷺ کے ارشادات گرامی میں عائلی اور منزلی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں بڑی وضاحت اور صراحت سے کام لیا گیا ہے تاکہ ازدواجی زندگی خوشگوار اور مستحکم ہو۔

۴۔ معاملات

اب ہم پیغام رسالت کے ایک اور پہلو کا ذکر کرتے ہیں اور وہ ہیں معاملات۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسانی تمدن اور معاشرت کا مدار افراد کے باہمی تعاون پر ہوتا ہے۔ اور ماہرین عمرانیات (جن میں ابن خلدون' امام غزالی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نام لیا جاسکتا ہے) یہ کہتے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے اس لئے زندگی کے مختلف شعبوں میں ایک فرد کسی معاملے میں دوسرے کی احتیاج رکھتا ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی حکمت بالغہ سے مختلف لوگوں کو مختلف قسم کی ذہنی' دماغی اور جسمانی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں اس لئے حسن معاشرت کے لیے افراد کو لازماً" ایک دوسرے سے تعاون کی ضرورت ناگزیر طور پر پیش آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کارگہ حیات میں لوگ مختلف صنائع اور پیشوں سے منسلک ہیں۔ کوئی آجر ہے تو دوسرا اجیر' کوئی افسر ہے تو دوسرا ماتحت' کسی میں قائدانہ صلاحیت ہوتی ہے تو دوسرا احکام کی تعمیل میں مستعد ہے۔ صنعت' تجارت' ملازمت' اجارہ' قومی اور ملکی ادارے غرضیکہ زندگی کا دائرہ جہاں تک

marfat.com
Marfat.com

وسیع ہوتا جائے مثلاً بین الاقوامی معاہدے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے سلوک۔ ان سب معاملات میں رسول عربی ﷺ نے رہنمازریں اصول عطا فرمائے ہیں۔

۵۔ اخلاق

پیغام رسالت کا ایک انتہائی اہم پہلو اخلاق ہے یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اگر لوگ فضائل اخلاق سے آراستہ ہوں اور ایک دوسرے سے خوش خلقی سے پیش آئیں تو کبھی قانون نافذ کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ رسول اکرم ﷺ نے تو اپنی بعثت کا مقصد ہی حسن خلق کی تکمیل بتایا ہے۔ آپ کے ان ارشادات گرامی سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا

(مشکوۃ المصابیح، طبع دمشق جلد دوم ۶۲۹)

"بے شک میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ شخص وہ ہے جو تم میں سے اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہے"

ان من خیارکم احسنکم اخلاقا (ایضاء ۶۲۹)

"بے شک تم میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو تم میں اخلاق کے اعتبار سے بہتر ہے"

بعثت لا تمم حسن الاخلاق (ایضا ۶۳۲)

"مجھے اس لیے مبعوث فرمایا گیا ہے کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کروں"

قرآن حکیم اور صاحب قرآن ﷺ کے ارشادات میں فضائل اخلاق میں سے ایک ایک کا نام لیکر انہیں اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ صداقت، امانت، توکل، ثابت قدمی، عفو و درگزر، وعدہ ایفائی، خوش گفتاری، خندہ پیشانی، جرات و شجاعت مختصراً جملہ محاسن اخلاق سے مزین ہونے اور رذائل اخلاق سے مجتنب

marfat.com

Marfat.com

رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ رسول عربی ﷺ کا کمال یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے جہاں لوگوں کو حسن اخلاق اپنانے کی ترغیب دی وہاں خود بھی اپنے حسن عمل سے' محاسن اخلاق کے نقطہ کمال پر نظر آتے ہیں کہ خود رب کریم نے آپ ﷺ کے متعلق یہ فرمایا ہے: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم ۶۸ : ۴)"اور بے شک آپ اخلاق کے بہت بلند مرتبے پر فائز ہیں"

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ رسول عربی ﷺ کی پوری حیات طیبہ میں اخلاق کا وصف اور جوہر پورے طور پر تابناک نظر آتے ہیں۔ آپ کے پیغام رسالت اور آپ کے فیضان تربیت کا ہی یہ خوشگوار اثر تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے کہ درندہ صفت انسان فرشتہ سیرت بن گئے اور آپ کے صحابہ معلمین اخلاق کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

۶۔ عقوبات

اب آپ ﷺ کے پیغام رسالت کے ایک اور اہم پہلو حدود و تعزیرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ اخلاق فاضلہ سے آراستہ افراد سے ہی ایک صحت منداور صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ جب سے حضرت انسان نے اس کائنات ارضی پر قدم رکھا ہے انسانی تاریخ کے آغاز کے ساتھ ساتھ جرم اور ظلم کی تاریخ کا بھی آغاز ہو گیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر کے اس کائنات ارضی پر پہلا جرم کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مجرم معاشرے کا امن و سکون برباد کر دیتے ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے۔ جہاں اس کی تعلیمات رحمت پر مبنی ہیں وہاں اس نے مجرموں کو سزا دینے کا تصور بھی دیا ہے کیونکہ مجرم کو سزا دینا بھی خود اس کے اپنے حق میں اور معاشرے کے باقی افراد کے لیے رحمت ہی ہے' ورنہ بربریت اور درندگی جنم لیتی ہے۔ اسی لئے قصاص کی اہمیت کو یوں اجاگر کیا گیا ہے :

marfat.com

Marfat.com

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۷۹)

"عقل و خرد رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے۔"

قرآن مجید میں دوسری جگہ قصاص کے واضح احکام تورات کے حوالے سے بیان کردیئے گئے ہیں:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ (المائدۃ:۵:۴۵)

"(تورات میں) ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ ہے"

قرآن مجید میں قصاص کے بعد معاشرے کے انتہائی سنگین جرائم کے ازالے کے لیے حدود کا ذکر آیا ہے۔چوری کی سزا قطع ید مقرر کردی گئی:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللّٰهِ (المائدۃ:۳۸)

"اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے جرم کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا"

رہزنی چوری سے زیادہ سنگین جرم ہے لہذا اس کی حد جرم کی سنگینی کے اعتبار سے زیادہ عبرتناک بیان فرمائی۔

اِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوْا أَوْيُصَلَّبُوْا

marfat.com
Marfat.com

اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ
الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى
الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ٥ (المائدۃ: ۳۳)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں
اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی
سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان
کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلا
وطن کر دیئے جائیں۔ یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لیے دنیا
میں ہے اور آخرت میں ان کے لیے اس سے بڑی سزا ہے"

زنا اور بدکاری انتہائی گھناؤ نا جرم ہے اس لئے معاشرے میں اس شرمناک اور سنگین جرم کے ازالے کے لیے عبرتناک سزا مقرر کی گئی اور یہ حکم دیا گیا کہ یہ سزا برسرِ عام دی جائے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ
جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا
طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (النور: ۲)

"زانیہ عورت اور زانی مرد' دونوں میں سے ہر ایک کو
سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے معاملے
میں تم کو دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو
اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے"

قرآن حکیم کی یہ سزا غیر شادی شدہ مرد یا غیر شادی شدہ عورت کے لیے ہے۔ محصن اور محصنہ (شادی شدہ مرد اور شادی عورت) کے لیے صاحب قرآن ﷺ نے رجم کی سزا مقرر فرمائی تاکہ نعمت نکاح سے بہرہ ور ہونے کے باوجود اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے اس جرم کی سنگینی کو ملحوظ رکھتے

marfat.com
Marfat.com

ہوئے سزا بھی سنگین تر ہونی چاہیے۔

کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت ہی مستحکم ہوتا ہے اور اس میں امن و امان اسی صورت میں بحال رہتا ہے جب کہ افراد میں باہمی تعاون اور احترام کے جذبات پائے جائیں۔ قرآن حکیم میں اور صاحب قرآن ﷺ کے ارشادات میں جہاں باہمی احترام اور تعاون اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کے جذبات کو ابھارا گیا ہے وہاں ایسے لوگوں کے لیے جو دوسروں کی ہتک عزت کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان پر ناروا اور ناشائستہ بہتان باندھتے ہیں (شرعی اصطلاح میں اسے قذف کہا جاتا ہے) ان کے لیے ۸۰ کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور ۲۴: ۴)

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں"

قران حکیم میں جوئے کی حرمت کے ساتھ شراب کی حرمت کا بھی ذکر ہے انھیں گندے شیطانی کام قرار دیا گیا اور ان سے مجتنب رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ رسول عربی ﷺ کے ارشادات گرامی میں ہر نشہ آور شے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ عہد نبوی میں شراب نوشی کی سزا شرابی کو مطلق زدو کوب کرنا تھا عہد فاروقی میں صحابہ کرام کے باہمی مشورے سے قذف کے اصول پر قیاس کرتے ہوئے اس کی سزا بھی ۸۰ کوڑے کر دی گئی۔

حدود کے نام سے موسوم ان سزاؤں کے علاوہ دیگر جرائم اور شرعی و قانونی خلاف ورزیوں پر مسلمان قاضی و منصف، جرم کی نوعیت اور اس کی سنگینی کے حوالے سے سزا دے سکتا ہے۔ ایسی تمام سزاؤں کو جو قاضی یا حاکم کی صوابدید پر ہوں تعزیرات کہا جاتا ہے۔ گویا حدود و تعزیرات کا نظام اخلاقی قدروں کو پامال

marfat.com
Marfat.com

ہونے سے بچانے اور جرائم کی روک تھام کے لیے نافذ کیا گیا ہے تاکہ انسانی معاشرے میں امن و سکون بحال ہو سکے۔

عمومی رہنما اصول

آخر میں پیغام رسالت میں سے چند انتہائی اہم عمومی رہنما اصول ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو انسانی معاشرے پر گہرا اثر مرتب کرتے ہیں۔ ان اصولوں میں سے ایک اہم اصول اخوت ہے کہ سب مسلمان ایمانی اور اسلامی رشتے کی بنا پر بھائی بھائی ہیں اور انہیں اتحاد و اتفاق کی لڑی میں موتیوں کی طرح پرویا ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم نے اسلامی انقلاب کے حوالے سے جو رسول عربی ﷺ لے کر آئے تھے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْكُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا (ال عمران: ۱۰۳)

"سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے"

تاریخ اسلام اس امر پر شاہد ہے کہ وہ قبیلے جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اسلام کی نعمت سے باہم شیر و شکر ہو گئے اور رشتہ اخوت میں پروئے گئے۔ قرآن حکیم میں دوسری جگہ مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ باہمی اختلاف واقع ہونے کی صورت میں صلح و آشتی کی فضا بحال کریں:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ٥ (الحجرات: ۱۰)

"مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا"

marfat.com

Marfat.com

دوسرا عمومی رہنما اصول مساوات ہے کہ سب انسان ایک جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور مخلوق ہونے کے اعتبار سے خالق کی نگاہ میں برابر ہیں۔ کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں بلکہ فضیلت ان کے حسن عمل کی بنا پر ہے۔ ارشاد باری ہے :

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ٥ (الحجرات : ۱۳)

"لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے"

تیسرا اہم عمومی رہنما اصول عدل وانصاف کا قیام ہے تاکہ لوگوں کے حقوق کا صحیح تحفظ ہو سکے اور انسانی معاشرے میں امن و سکون بحال رہ سکے۔ قرآن حکیم میں متعدد جگہ عدل وانصاف سے کام لینے کی تاکید ہے سورہ النحل میں ارشاد خداوندی ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ كُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى (النحل : ۹۰)

"اللہ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے"

قرآن حکیم نے عدل وانصاف کا ایسا مثالی تصور پیش کیا ہے کہ پوری تاریخ عالم میں اس کی نظیر ملنی محال ہے :

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ (المائدۃ : ۸)

marfat.com

Marfat.com

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے
والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی
تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو'
یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے اللہ سے ڈر کر کام کرتے
رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے"

ایک اور عمومی رہنما اصول مسلمانوں کا آپس میں فراخدلانہ برتاؤ ہے۔ عدل وانصاف کے تقاضوں کی تکمیل سے معاشرے میں سازگاری پیدا ہوتی ہے جبکہ احسان اور فیاضانہ برتاؤ معاشرے میں خوشگواری پیدا کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تَنسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (البقرۃ: ۲۳۷)

"آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو"

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ رسول عربی ﷺ کے پیغام رسالت میں اتنی جامعیت اور کاملیت ہے کہ زندگی کے ہر ہر شعبے اور ہر ہر موڑ پر زریں اصول عطا کئے ہیں۔ ان میں سے صرف چند اہم اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

المختصر رسول عربی ﷺ کے عطا فرمودہ پیغام رسالت کو یقینی طور پر مثالی کہا جا سکتا ہے کیونکہ ایک طرف یہ مادی اور روحانی دونوں اقدار کا حسین امتزاج اور جامع ہے تو دوسری طرف اخلاق اور قانون پر مبنی دستور حیات پیش کرتا ہے۔ ہر زمانے اور ہر قسم کے حالات وکیفیات میں تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ پھر ایک اور اہم خوبی یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی شریعت کے اصل منبع قرآن حکیم کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ خود حضور ﷺ کی سیرت طیبہ ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے اور ایک دائمی نمونہ عمل پیش کر رہی ہے۔ اسی لئے تو خالق ومالک کائنات نے ہماری توجہ کو اس طرف مبذول فرمایا کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(الاحزاب: ۲۱)

"درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے"

marfat.com

Marfat.com

باب سوم

رہبر انقلاب ﷺ

☆ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اہمیت تعلیم

☆ مصطفوی نظام تعلیم میں مطالعہ کائنات کی اہمیت

☆ پیغمبر انقلاب ﷺ اور تعمیر شخصیت

☆ تربیت نفس کا نبوی طریق

marfat.com
Marfat.com

سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اہمیت تعلیم

"یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات"

"قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ"

اگر ہم پوری تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آتی ہے کہ وہی قومیں عروج و کمال سے ہمکنار ہوتی ہیں جو علم و تعلیم کی نعمت عظمیٰ سے آراستہ ہوتی ہیں ہم مسلمان اس اعتبار سے بھی انتہائی خوش بخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین عطا فرمایا ہے وہ دین علم و بصیرت ہے۔ ذرا تصور فرمائیں کہ جہاں الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ کے ارشاد باری میں خداوند قدوس کو معلم کہا گیا ہو جہاں یُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ میں رب کائنات کے رسول مکرم ﷺ کو معلم کہا گیا ہو۔ جہاں عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا کے ارشاد باری میں حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں پر فضیلت کی وجہ

marfat.com

Marfat.com

علم و تعلیم کو قرار دیا گیا ہو۔ جہاں سب سے پہلی وحی "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ" پوری نوع انسانی کو علم و تعلیم کی دعوت دے رہی ہو جہاں مخزن علوم قرآن حکیم میں جا بجا اہل علم کی بلندی درجات کا ذکر ہو۔ جہاں رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کی تلقین فرما کر علم میں ہر لحہ خوشگوار اضافے کی آرزو پیدا کی گئی ہو کیا اس دین سے بڑھ کر دنیا کا کوئی دین، کوئی نظام فکر، علم و تعلیم کی اہمیت کو اس سے زیادہ روشن اور تابناک صورت میں پیش کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ارباب حکمت و دانش اور اہل عقل و بصیرت کی خدمت میں فقط چند گزارشات پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ اولاً رسول مکرم ﷺ نے اہمیت تعلیم کے بارے میں ہمیں کیا تلقین فرمائی؟ ثانیاً حضور اکرم ﷺ نے خود بنفس نفیس علم و تعلیم کے فروغ کے لئے کیا عملی اقدامات فرمائے۔ ثالثاً حضور ﷺ کے ان عملی اقدامات کے عالم انسانیت پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔ رابعاً حضور ﷺ کا عطا فرمودہ نظام تعلیم کن اہم خصوصیات پر مبنی ہے اور خامساً عصر حاضر میں تعلیم و تربیت کے بارے میں ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں یہ وہ چند مباحث ہیں جنہیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

علم و تعلیم کی اہمیت پر حضور ﷺ کے ارشادات بکثرت ہیں اس لئے محدثین نے اپنے حدیث کے مجموعوں میں کتاب العلم کے نام سے مستقل عنوان قائم کیا ہے امام غزالی نے بھی "احیاء علوم الدین" میں علم کی اہمیت کو حضور ﷺ کے ارشادات گرامی کے حوالے سے اجاگر کیا ہے حضور ﷺ کے ان اقوال کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو علم کی اہمیت کو مختلف زاویوں سے، مختلف اسلوب سے بیان کیا گیا ہے یہاں حضور ﷺ کے فقط پانچ ارشادات گرامی ذکر کئے جاتے ہیں۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

١۔لا حسد الا فی اثنتین۔ رجل اتاہ اللّٰہ مالا
فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق و رجل اتاہ اللّٰہ
الحکمۃ فھو یقضی بھا و یعلمھا (متفق علیہ)

marfat.com
Marfat.com

(دو شخص ہیں جن سے حسد (بمعنی رشک) کرنا ٹھیک ہے
ایک وہ جسے خدا نے مال دیا اور پھر اسے راہ حق میں خرچ
کرنے کی توفیق بھی دی اور دوسرا وہ جسے خدا نے علم دیا پس وہ
اس علم کے موافق حکم کرتا اور اسے سکھاتا ہے)

۲۔اذامات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة
اشياء. صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد
صالح يدعوله (مسلم)

(جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب منقطع ہو جاتا
ہے مگر تین کاموں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ' وہ
علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ اور اولاد صالح جو مرنے
کے بعد اس کے لئے دعا کرے)۔

۳۔ان العالم يستغفر له من فى السماوات و من
فى الارض والحيتان فى جوف الماء وان فضل
العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على
سائر الكواكب وان العلماء ورثته الانبياء

(عالم کے لئے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے اور جو زمین پر
ہے استغفار کرتی ہے۔ یہاں تک کہ مچھلیاں بھی پانی کے اندر
مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے
جیسی کہ چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر ہے اور علماء
پیغمبروں کے وارث اور جانشین ہیں)۔

۴۔طلب العلم فريضة على كل مسلم
(علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

۴۔الله تعالى اجود جودا' ثم انا اجود بنى ادم
واجودهم من بعدى رجل علم علما فنشره"

marfat.com
Marfat.com

(اللہ سخاوت کرنے والوں میں سب سے زیادہ سخی ہے پھر
آدم کی اولاد میں سب سے بڑا سخی میں ہوں اور میرے بعد
سب سے بڑا سخی شخص وہ ہوگا جس نے علم کو سیکھا اور پھیلایا)

گویا ان مذکورہ ارشادات میں حضور اکرم ﷺ نے ایک میں علم کی تحصیل میں مسابقت کی ترغیب دی اور اسے قابل رشک قرار دیا دوسرے میں اسے باقیات صالحات میں شمار کر کے اس کی اہمیت کو واضح فرمایا تیسرے میں اس کی فضیلت کو بیان فرما کر علم کی رغبت دلائی۔ چوتھے میں اس کے حصول کو فرض قرار دیا۔ اور پانچویں میں تعلیم اور علم کے فروغ کی مساعی کو فیاضی اور فیض رسانی قرار دے کر علم کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔

اب ہم رسول اکرم ﷺ کے چند عملی اقدامات کا ذکر کرتے ہیں جو تاریخ اسلام کے آئینے میں اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ جھلکتے نظر آتے ہیں۔

۱) بقول ڈاکٹر حمید اللہ دنیائے عرب کی سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب قرآن مجید ہے اس سے پہلی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ (صرف چند ایک چیزیں ہیں مثلاً سبعہ معلقات)۔ حضور ﷺ نے کتابت قرآن کریم کی طرف توجہ دلائی۔ کاتبین وحی کے مقام و فضیلت کو بیان کر کے لوگوں کو پڑھنے لکھنے کی رغبت دلائی۔

۲) محسن انسانیت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لاتے ہیں تو اصحاب صفہ کا ایک گروہ ہر وقت علم و تعلیم میں مشغول رہتا ہے جس میں ایک RESIDENTIAL UNIVERSITY کا تصور جھلکتا ہے۔

۳) صفہ کے بعد جلد ہی اور مدرسے قائم ہوئے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ مدینے میں عہد نبوی میں نو مساجد تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے محلے کی مسجد میں اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کرو۔ سب کے سب مرکزی مسجد میں نہ آیا کریں کیونکہ جگہ ناکافی تھی۔

marfat.com
Marfat.com

۴) حضور اکرم ﷺ نے کچھ معلمین کو باہر مختلف علاقوں میں بھجوایا تاکہ وہاں لوگوں کو تعلیم دیں۔

۵) جنگ بدر میں بہت سے کافر قیدی بنا لئے گئے تھے۔ جن قیدیوں کو لکھنا پڑھنا آتا تھا ان کا فدیہ یہ قرار پایا کہ ہر شخص دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔

۶) حضور ﷺ نے جب یمن کا حاکم مقرر فرمایا' تو ان کا فریضہ یہ بھی تھا کہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں اور ایک کمشنری سے دوسری کمشنری میں جائیں اور وہاں تعلیم کا انتظام کریں عمرو بن حزم کو گورنر مقرر کرتے ہوئے حضور ﷺ کی طرف سے یہ امر بھی ان کے فرائض میں شامل تھا کہ وہ اپنی حدود JURISDICTION کے دائرے میں رہنے والے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کرے۔

۷) عہد نبوی میں توقیعات و فرامین کی ابتدائی شکل قائم ہو چکی تھی چنانچہ اس خدمت پر حضرت زید بن ثابتؓ اور آخر میں حضرت معاویہؓ بھی مامور ہوئے۔ آپ ﷺ نے سلاطین و ملوک کو دعوت اسلام کے جو خطوط روانہ فرمائے۔ غیر قوموں کے ساتھ جو معاہدے کئے۔ مسلمان قبائل کو جو تحریری فرامین عنایت کئے۔ فوج کا جو رجسٹر مرتب کرایا۔ بعض صحابہ کو جو حدیثیں لکھوائیں وہ سب اسی سلسلے میں داخل ہیں علامہ زرقانی وغیرہ نے آپ کے احکام و فرامین تحریری کا ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے فیضان سے مستفیض و مستنیر ہونے والوں نے علم کی نورانی کرنیں اطراف واکناف عالم تک پہنچائیں۔ حتی کہ مسلمان صدیوں تک اس وقت کی دنیا کے معلم رہے۔ عالم انسانیت پر حضور ﷺ کے اس فیضان کی وسعتوں کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ نمونے کے طور پر پروفیسر آربری کا ایک قول پیش کرتا ہوں جو انہوں نے ڈاکٹر احمد شبلی کے پی ایچ ڈی کے مقالے میں پیش

marfat.com
Marfat.com

لفظ میں لکھا: ”بنی نوع انسان پر اسلام کی تحسین و توصیف اور شکر گزاری واجب ہے۔ مسلمانوں نے علم و ادب اور فنون و سیاست میں جو اضافے کئے ہیں ان کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے یہ کامیابیاں اور کامرانیاں ہرگز حاصل نہ ہوتیں۔ اگر مسلمانوں کو علم سے پر جوش عقیدت نہ ہوتی جو ان کا ہمیشہ طرہ امتیاز رہی ہے مسلمان مردوں اور عورتوں نے یکساں طور پر پوری عقیدت کے ساتھ اپنے پیغمبر علیہ السلام کے حکم پر عمل کیا۔“

سرور دو عالم کے نظام تعلیم و تربیت کی خصوصیات اس قدر موثر اور ہمہ پہلو ہیں۔ کہ ان پر مفصل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مصر کے نامور محقق محمد قطب نے اسلام کے نظام تربیت پر ایک کتاب لکھی ہے اور مغربی نظام تعلیم کے مقابلے میں اسلامی نظام تعلیم و تربیت کی جامعیت کو مدلل طور پر پیش کیا ہے الدکتور احمد فواد کی کتاب ”التربیة فی الاسلام“ قاہرہ سے اور الدکتور محمد اسعد کی کتاب التربیۃ والتعلیم فی الاسلام بیروت سے شائع ہو چکی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے نظام تعلیم کا محور ”انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء“ کا قرآنی ارشاد ہے۔ المختصر حضور اکرم ﷺ کا مقصد تعلیم یہ ہے کہ خوف خداوندی سے سرشار ہو کر' تربیت نفس کے حصول کے ساتھ ساتھ حیات انسانی کو کامیابی و کامرانی اور سلیقے' طریقے اور قرینے سے گزارنے کے لئے وہ تمام ضروری علوم و فنون سیکھے جائیں جو انسانیت کے لئے نفع بخش ہوں۔

آخر میں اس گزارش کو پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ رب کائنات نے ہمیں ہادی اعظم اور معلم انسانیت کے ظہور قدسی سے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور ”کنتم خیرامة“ کے لقب سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس لئے سیرت الرسول اور اسوہ حسنہ کی پیروی کے حوالے سے ہمارا یہ ملی فریضہ ہے کہ ہم اپنے تعلیمی مسئلے کو حل کریں اور اپنے نظام تعلیم کو از سر نو ان خطوط پر استوار کریں جو رسول عربی ﷺ نے انما بعثت معلما کے ارشاد گرامی سے اہمیت تعلیم کو اجاگر

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہوئے ہمیں عطا فرمائے۔ مجھے معلوم ہے کہ نظام تعلیم کو نبوی نظام تعلیم میں ڈھالنے کے لئے ازحد محنت اور انتھک مساعی کی ضرورت ہے لیکن حضور ﷺ سے سچی وابستگی ہی کی نعمت ہے جو فرزند توحید کے اندر عزم و یقین پیدا کر دیتی ہے بقول حکیم الامت۔

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامین پیدا

الھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ و اصحابہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

رسول عربی ﷺ کے نظام تعلیم میں

مطالعہ کائنات کی اہمیت

عصر حاضر میں تعلیم و تربیت اور نصاب سازی کے جدید تقاضوں میں مطالعہ کائنات اور مشاہدہ فطرت کو بے حد اہمیت دی جانے لگی ہے اور اسے سائنسی ترقی کے لئے ایک زینہ قرار دیا جاتا ہے۔ اہل مغرب کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ یہ عظیم کارنامہ انہوں نے انجام دیا ہے لیکن اہل علم و بصیرت سے یہ امر مخفی نہیں کہ آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم رسول عربی ﷺ نے نہ صرف یہ کہ مطالعہ کائنات کی اہمیت کو اپنی تعلیمات میں اجاگر فرمایا بلکہ خود آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں یہ وصف پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے۔

بخاری شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ کا یہ قول منقول ہے:

"ثم حبب اليه الخلاء و كان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه"

marfat.com

Marfat.com

(اور پھر سرورِ دو عالم ﷺ کو خلوت گزینی محبوب ہو گئی اور آپ غارِ حرا میں خلوت گزین ہو کر تحنث فرماتے)

سید قطب شہید نے غارِ حرا میں حضور کے معمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

''ویقضی وقته فی العبادة والتفکیر فیما حوله من مشاهد الکون وفیما وراء هامن قدرة مبدعة''

(اور آپ اپنا وقت عبادت اور اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی کائنات کے مشاہدے اور اس میں غور و فکر میں گزارتے اور آپ کا تخیل اس سے بھی ماورا اقدرت کی نیرنگیوں کی طرف منعطف ہو جاتا)

یہ تو سرورِ دو عالم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے معمولات کی ایک جھلک تھی۔ اعلان نبوت کے بعد اس وسیع و بیکراں کائنات کے خالق و مالک نے آپ کو اس عظیم کائنات کی سیر کروائی اور آپ نے کائنات کا مطالعہ اور مشاہدہ اس انداز میں فرمایا کہ تاریخ ادیانِ عالم بلکہ پوری تاریخ عالم میں یہ سعادت نہ کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہی ہو گی بقول شاعر

عظمتیں شب معراج کی جانے کوئی
جس کے استقبال میں رک جائے نبض کائنات

سرورِ دو عالم ﷺ کی مدنی زندگی میں آپ کے معمولات شبانہ کے ذکر میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت 'بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث' ان الفاظ میں بیان ہوتی ہے:

''فلما کان ثلث اللیل الاخر او بعضه قعد فنظر الی السماء فقرا: (اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ اللَّیْلَ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِاُولِی

marfat.com
Marfat.com

الْأَلْبَابِ) حتی تم السورة"
(یعنی معلم انسانیت ﷺ رات کے آخری حصے میں حضور
حق میں قیام کے لیے بیدار ہوئے آپ ﷺ نے آسمان کی
وسعتوں پر نظر ڈالی اور مطالعہ کائنات کی طرف توجہ دلانے
والی قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی)۔

جملہ صحف سماوی اور ہدایت ربانی کا نچوڑ' قرآن حکیم وصحیفہ فطرت ہے جس نے کائنات کے اسرار و حقائق کی طرف وہ ارشادات کئے ہیں کہ مغرب اپنی پوری فکری توانائیوں اور سائنسی جولانیوں کے باوجود ابھی تک اس کی گرد تک پہنچ نہیں پایا۔ ہربرٹ پنسر HERBERTSPENCER نے بجاطور پر اعتراف کیا ہے کہ "ماہیت اشیاء سے ہم بالکل ناواقف ہیں نہ ہم کو آغاز کی خبر ہے اور نہ انجام کی' زیادہ سے زیادہ سائنس یہ ہی کر سکتی ہے کہ مادہ کائنات ازل میں حالت منتشرہ میں تھا لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہوئی۔ اسی طرح مظاہر موجودات کی نیرنگی کا سلسلہ کچھ ایسا لامتناہی ہے کہ سمجھ نہیں آتا کہ انجام کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ علم حقیقی نہ حاصل ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے لیکن قرآن حکیم نے نہ صرف کائنات کے حقائق اور اسرار کا ذکر کیا بلکہ کائنات کے آغاز اور انجام کو بیان کرتے ہوئے انسان کو کامیاب اور کامران زندگی گزارنے کا سلیقہ اور طریقہ بھی بتایا۔ مصر سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں جس کا نام "معجزة القران فی وصف الکائنات یا التفسیر العلمی لایات الکونیة فی القرآن" ہے کائنات کے حقائق واسرار کو بیان کرنے والی آیات کریمہ کو خالص علمی رنگ میں مربوط اور مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مطالعہ کائنات سے متعلق سورہ آل عمران کی آخری حصے کی آیات کا ذکر ابن عباس والی روایت میں آچکا ہے لہٰذا اختصار کے پیش نظر صرف دو آیات کا اور ذکر نمونے کے طور پر کرتا ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَایَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَابِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ٥ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوَاتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیَاتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ٥

گویا موجودہ سائنس خلق کی طرف توجہ دلاتی ہے لیکن ان آیات کریمہ میں خلق اور مطالعہ کائنات کی طرف توجہ دلانے کے ساتھ ساتھ خالق کی طرف توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

قرآن حکیم وہ کتاب علم وبصیرت ہے جو بقول محمد لطفی جمعہ "تقریباً تین سو علوم کا منبع ہے...... ان میں سے اکثر علوم کا راست ماخذ قرآن حکیم ہے جن کو علماء نے اس کی نصوص سے مستنبط کیا ہے ان کے علاوہ دوسرے علوم قرآن کی خدمت کے لئے مدون کئے گئے ہیں اس قسم کے علوم کو وسائط یا وسائل کہتے ہیں"۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے "یتفکرون فی السماوات والارض" کی تفسیر میں مطالعہ کائنات کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علیؓ سے منقول ایک ارشاد نبوی نقل کیا ہے:

"قال قال رسول الله لا عبادة كالتفكر" (کوئی عبادت غور و فکر کی مانند نہیں) اور فکر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "والفكر عبارة عن ترتيب امور معلومة لتحصيل المجهول" فکر کا مفہوم یہ ہے کہ معلوم امور کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ وہ نتیجہ حاصل ہو جائے جو پہلے معلوم نہ تھا)

marfat.com
Marfat.com

موجودہ دور میں سائنس کا طریق تحقیق بھی یہی ہے جسے عام طور پر تین مرحلوں میں ذکر کیا جاتا ہے:

ا: مشاہدہ اگر ضرورت پڑے تو تجربہ

۲: اخذ نتائج

۳: تنظیم نتائج

الختصر رسول عربی ﷺ نے علم کی اہمیت، تحقیق و تجسس اور مطالعہ کائنات کا جو ذوق و شوق امت مسلمہ میں پیدا فرمایا یہ اسی کا ثمرہ ہے کہ جابر بن حیان، محمد بن موسیٰ خوارزمی، یعقوب کندی، محمد بن زکریا رازی، ابو القاسم زہراوی، ابن الہیثم، البیرونی، ابن سینا اور عمر خیام جیسے نامور مسلمان پیدا ہوئے اور آج بھی یورپ کی یونیورسٹیوں میں ان کی عظمت کا لوہا مانا جاتا ہے۔

اپنے اس مختصر مقالے کو اس تجویز پر ختم کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان اپنے تحقیقی اداروں میں ایک ایسا ریسرچ سیل قائم کرے جہاں علمائے کرام، ہمارے اسلاف کی محنت کا ثمرہ جو لاکھوں مخطوطوں MANUSCRIPTS کی صورت میں مختلف ملکوں میں گوشہ گمنامی میں پڑا ہے۔ کھنگالیں اور تابناک ماضی کے ان علمی شاہکاروں کو سامنے لائیں۔ جس سے ایک طرف تو مغرب سے مرعوبیت اور احساس کمتری کا ازالہ ہو گا اور دوسرے دنیا کو مسلمانوں کی صحیح علمی عظمتوں کا احساس پیدا ہو سکے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم انسانیت کے سب سے بڑے محسن و معلم رسول عربی ﷺ پر اپنی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

marfat.com
Marfat.com

پیغمبر انقلاب ﷺ اور تعمیر شخصیت

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ رسول عربی ﷺ نے جو عظیم انقلاب برپا کیا وہ ہمہ پہلو اور ہمہ گیر انقلاب تھا۔ یہ عقائد و افکار میں انقلاب تھا۔ اخلاق و عبادات میں انقلاب تھا۔ معاشرت اور معیشت میں انقلاب تھا۔ تعلیم و تربیت میں انقلاب تھا۔ قانون و سیاست میں انقلاب تھا۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا جس کے لئے نبی مکرم ﷺ نے رہنما اور زریں اصول نہ دیے ہوں۔ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ رسالت مآب نے سر زمین عرب کی کایا پلٹ دی۔ آپ نے مدینہ منورہ میں جو سلطنت اسلامی کی تشکیل و تاسیس فرمائی اس کا رقبہ صرف دس برس کی قلیل مدت میں دس لاکھ مربع میل تک وسیع ہو گیا ۔ قرآن حکیم نے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت اور ظہور قدسی کو اللہ تعالیٰ کے احسان عظیم سے تعبیر فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے :۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

marfat.com

Marfat.com

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ ان
کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا۔"

سید قطب شہید نے محسن حقیقی کے اس احسان عظیم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

لقد کانت المنة الالهية على هذه الامة بهذا
الرسول و بهذه الرسالة عظيمة عظيمة

"بے شک خداوند قدوس کا احسان' اس امت پر' اس رسول مکرم ﷺ اور اس رسالت کی بنا پر انتہائی عظیم ہے"

یہاں ذہنوں میں فطری طور پر یہ سوال ابھرتا ہے کہ اس تاریخی انقلاب برپا کرنے کا اسلوب اور منہاج کیا ہے؟ وہ کون سے اساسی اور بنیادی زریں اصول تھے جو حضور ﷺ نے اختیار فرمائے؟ قرآن عزیز اس بارے میں واضح طور پر ہماری رہنمائی کرتا ہے اور مذکورہ بالا آیت قرآنی حضور ﷺ کی بعثت کو احسان خداوندی قرار دینے کے بعد ان زریں اصول کا ذکر کرتا ہے:

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥

"وہ رسول ﷺ اللہ کی آیات کی تلاوت کر کے انہیں سناتے' ان کا تزکیہ فرماتے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے"

اس آیت کریمہ میں جہاں تعمیر شخصیت' کردار سازی اور معاشرہ اسلامی کو صحت مند بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے رہنما اصول ذکر کیے گئے ہیں۔ وہاں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی پایا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں سلطنت اسلامی کی تشکیل سے پہلے حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ میں نعمت اسلامی سے مشرف ہونے والوں کی سیرت سازی' تشکیل کردار اور تعمیر شخصیت کا عظیم کام انجام دیا

marfat.com
Marfat.com

تھا۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ کوئی بھی انسانی معاشرہ افراد سے بنتا ہے اگر افراد صالح ہوں تو معاشرہ بھی صالح ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں اذیتوں کے امڈتے ہوئے سیلاب میں فرزندان توحید' حرارت ایمانی سے سرشار' نعمت یقین سے معمور' ہمیں چٹان کی طرح مضبوط و مستحکم اور ثابت قدم نظر آتے ہیں۔ خطرات و حوادث کا مسلسل مقابلہ کر کے تلخیوں کے خوگر ہو کر ان کے اعصاب مضبوط ہو چکے ہیں۔ اسی طرح جس طرح سونا آگ میں پڑ کر کندن ہو جاتا ہے اسی طرح تعلیم و تربیت نبوی ﷺ سے قوم رسول ہاشمی ایک خاص ترکیب میں ڈھل جاتی ہے۔

اب ہم تعمیر شخصیت اور سیرت سازی کے رہنما زریں اصول تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ یہ اصول جنہیں نبوت کے چہار گانہ فرائض کا نام بھی دیا جاتا ہے حسب ذیل ہیں :۔

☆ تلاوت آیات

☆ تزکیہ نفوس

☆ تعلیم کتاب

☆ تعلیم حکمت

تلاوت آیات

علامہ احمد مصطفیٰ المراغی کے بقول :

انہ یتلو اعلیھم ایاتہ الدالۃ علی قدرۃ اللّٰہ ووحدانیۃ و علمہ و یوجہ النفوس الی الاستفادۃ منھا والا عتبار بھا

"حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت فرماتے جو اللہ کی عظیم قدرت' اس کی توحید اور اس کے وسیع علم پر دلالت کرتیں اور نفوس انسانی کی توجہ کو اس امر کی طرف مرکوز کرتیں کہ اللہ کی ان نشانیوں سے (جو اس دور دور تک پھیلی ہوئی وسیع اور بیکراں کائنات میں فطرت کے مظاہر کی صورت میں انسان کو

marfat.com

Marfat.com

دعوت فکر و عمل دے رہی ہیں) استفادہ کیا جائے اور ان سے عبرت و موعظت کا روشن سبق حاصل کیا جائے"

یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ عقائد وافکار کا انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کی مکی زندگی میں نازل ہونے والی آیات و سور انسان کو وادی ظلمت سے نکال کر نور ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والے فکر انگیز پیغام پر مشتمل ہیں۔ ان آیات میں جہاں انسان کو شرف آدمیت اور عظمت انسانی کے احساس سے سرشار کر کے اسے شجر و حجر کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی تذلیل سے روکا گیا ہے وہاں توحید' رسالت اور آخرت پر ایمان کے پختہ عقیدے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے اور حضور ﷺ کی تربیت نے صحابہ کرام کے دلوں میں یقین کی ایک ایسی غیر متزلزل اور ناقابل شکست کیفیت پیدا کر دی تھی جو مغرب میں (Authentic Individual) صاحب یقین فرد کے تصور پیش کرنے والوں کے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ یقین کا یہ وہ درجہ تھا جو علامہ اقبال کے بقول :

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامین پیدا

قرآن حکیم کے اعجاز معنوی کے ساتھ ساتھ اس کا اعجاز لفظی بھی کچھ کم موثر نہ تھا۔ اس کی صوتی تاثیر' اس کی فصاحت وبلاغت' اس کی حلاوت و شیرینی اور اثر آفرینی بھی معجزانہ تھی اور بالخصوص جب یہ تلاوت رسول معظم ﷺ کی زبان سے ان کی پرسوز اور رقت خیز تلاوت کی صورت میں ہوتی جو بھی اسے سن لیتا مسحور ہو جاتا۔ کفار و مشرکین نے حضور اکرم ﷺ کو ساحر' شاعر اور کاہن کا نام دیا۔ کلام الٰہی کی تاثیر سے خائف ہو کر وہ بے ساختہ پکار اٹھے :

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ٥

"اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو شاید کہ اس طرح تم غالب آجاؤ"

marfat.com
Marfat.com

بخاری و مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ بیان مذکور ہے کہ آپ ایک روز اپنی خالہ 'ام المومنین حضرت میمونہؓ سے ملنے گئے۔ آپ کی عمر اس وقت گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی' حسن اتفاق سے حضور ﷺ نے بھی اس شب میمونہؓ کے ہاں قیام فرمایا۔ حضور ﷺ تھوڑی دیر گفتگو فرمانے کے بعد استراحت فرمانے لگے۔ تہجد کے لیے حضور ﷺ بیدار ہوئے۔ آپ ﷺ نے کائنات کی پھیلی ہوئی وسعتوں کا تصور کیا اور ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَاخَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

"زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں' ان ہوشمند لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ تو پاک ہے اس بات سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب کریم! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے"۔

حضور ﷺ نے ان آیات کو سورت کے آخر تک تلاوت فرمایا۔ ذرا تصور کیجئے کہ آخر رات کا سہانا سماں ہو۔ آسمان کی پھیلی ہوئی وسعتیں دعوت غور و فکر دے رہی ہوں۔ ٹمٹماتے ہوئے ستارے تاریکی شب میں اپنی ننھی منی روشنی سے ایک خاص مسحور کن منظر پیش کر رہے ہوں۔ قرآن حکیم کی پرسوز تلاوت

marfat.com
Marfat.com

کانوں میں رس گھول رہی ہو۔ پھر تلاوت کرنے والے شہنشاہ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہوں۔ عبداللہ بن عباسؓ پر ایک وجد آفریں کیفیت طاری ہو گئی۔ اٹھے، وضو کیا اور حضور ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز میں شریک ہو گئے۔ حضور ﷺ نے شفقت سے کان پکڑا اور دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ عبداللہ بن عباسؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ انہیں اس نماز میں کس قدر حلاوت، لذت اور سرور حاصل ہوا اس کا اندازہ اہل دل آسانی سے کر سکتے ہیں۔ گویا تلاوت آیات کی یہ اثر آفرینی تھی جس سے گیارہ برس کی عمر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے تشکیل کردار اور تعمیر شخصیت کا باقاعدہ آغاز کیا۔

تزکیہ نفوس

قرآن حکیم نے دوسرا زریں اصول تزکیہ نفوس اور تہذیب اخلاق کو قرار دیا ہے رسول معظم ﷺ صحابہ کرام کے دلوں کو عقائد باطلہ کی آلودگیوں سے پاک کر کے ایمان وایقان کی نورانیت سے مزین فرماتے اور انہیں اخلاق عالیہ سے آراستہ فرماتے۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد کس قدر اہمیت کا حامل ہے:

بعثت لاتمم حسن الاخلاق

"مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ تہذیب و تحسین اخلاق کی تکمیل کروں"

اگر ہم حیات انسانی کا بنظر تعمق جائزہ لیں تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ قلب انسانی ہی وہ مرکز و محور ہے جہاں جذبات و احساسات کا ایک طوفان موجزن ہوتا ہے۔ اگر انسان اپنی سفلی خواہشات کا اندھا غلام بن کر رہ جائے تو دل وساوس شیطانی کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور فرعون و نمرود اور ہامان و قارون جنم لیتے ہیں لیکن اگر دل نعمت ایمان سے منور، ہدایت ربانی سے بہرہ ور اور حب الٰہی اور حب رسول ﷺ کی تپش سے لذت آشنا ہو تو پوری انسانی زندگی میں انقلاب آجاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب فضل من استبرالدینہ میں حضرت نعمان بن بشیر کی ایک روایت نقل کی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

الاوان فی الجسد مضغة اذاصلحت صلح الجسد کله' واذافسدت فسد الجسد کله' الاوهی القلب

"خبر دار ہو جاؤ کہ جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ سنور جائے تو پورا جسم سنور جاتا ہے اور جب اس میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔ سنو! وہ ٹکڑا دل ہے"

سید ابوالحسن علی ندوی نے کیا پیاری بات کہی ہے۔ لکھتے ہیں "پیغمبر قلب کی ماہیت بدل دیتے ہیں۔ وہ انسان کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انسان کی فاقہ کشی کو نہ دیکھ سکے۔ وہ اس کے اندر ایثار کی روح اور قربانی کا جذبہ اور سچی انسانی ہمدردی پیدا کرتے ہیں۔ اس کو دوسروں کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے وہ اپنی جان کھو کر دوسروں کی زندگی بچانا چاہتا ہے وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر دوسروں کا پیٹ بھرنا چاہتا ہے وہ خطروں میں اپنے آپ کو ڈال کر دوسروں کو خطروں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے" قرآن حکیم میں دوسری جگہ تزکیہ نفوس کا یہی مضمون' مشاہدہ و مطالعہ کائنات کے حوالے سے' کتنے دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے:

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَاه وَالْقَمَرِ اِذَاتَلٰهَاه وَالنَّهَارِ اِذَاجَلّٰهَاه وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَاه وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَاه وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَاه وَ نَفْسٍ وَّ مَاسَوّٰهَا ه فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَاه قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاه وَ قَدْخَابَ مَنْ دَسّٰهَاه

"سورج اور اس کی دھوپ کی قسم اور چاند کی قسم جبکہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے اور دن کی قسم جبکہ وہ سورج کو نمایاں کر دیتا

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ اور آسمان کی اور اس ذات گرامی کی قسم جس نے اسے قائم کیا۔ اور زمین کی اور اس ذات عالی کی قسم جس نے اسے بچھایا۔ اور نفس انسانی کی اور اس ذات پاک کی قسم جس نے اسے ہموار کیا۔ پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا"

یعنی جس حکیم و خبیر' نباض فطرت خداوند قدوس نے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی' دن کا اجالا اور رات کا اندھیرا' آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اسی ذات خداوندی نے اپنی حکمت بالغہ سے انسان کے قلب میں خیر و شر اور نیکی و بدی کی متقابل قوتیں پیدا فرمائیں۔ اب جو کوئی نفس کو سنوارتا اور پاکیزہ بناتا ہے یعنی قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع کرتا ہے اور عقل کو شریعت الٰہیہ کے تابع بناتا ہے وہ قلب و روح کو تجلی الٰہی سے منور کر کے فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوتا ہے اور جو شخص نفس کی باگ ڈور شہوت و غضب اور خواہشات کے ہاتھ میں دے دیتا ہے وہ جانوروں سے بدتر ہو جاتا ہے اور زندگی کے مقصود اصلی میں ناکام و نامراد ہو جاتا ہے۔ المختصر سیرت سازی اور تعمیر شخصیت کا دوسرا اصول فضائل اخلاق سے آراستہ ہونا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد اس امر کی تائید کر رہا ہے:

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا

"اہل ایمان میں سے ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں"

تعلیم کتاب

تعمیر شخصیت کے لیے تیسرا زریں اصول تعلیم کتاب ہے۔ یہ کتاب کس قدر عظیم ہے اور کس قدر عالی مضامین پر مشتمل ہے؟ اس کے بارے میں

marfat.com
Marfat.com

قرآن حکیم کا تعارف خود خالق کائنات نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

"لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔ اے نبی مکرم ﷺ آپ فرما دیجئے کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ نعمت اس نے بھیجی اس پر تو لوگوں کو جشن مسرت منانا چاہیے۔ یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں"

قرآن عزیز نے آغاز حیات سے متعلق بتایا۔ انجام حیات سے متعلق بتایا اور انسان کو اس کے آغاز و انجام سے باخبر کرتے ہوئے خداوند قدوس نے وہ انداز حیات اور طریق حیات تجویز فرمایا جو انسان کی دنیوی کامیابی اور اخروی سعادت کی مکمل ضمانت دیتا ہے۔ قرآن حکیم نے ترک دنیا اور غرق دنیا یا افراط و تفریط کے دونوں راستوں کے مقامات لغزش کی نشاندہی کرتے ہوئے ایک معتدل اور متوازن طرز زندگی کی تلقین کی جو انسان کے انفرادی کردار کی تعمیر کرے اور ساتھ ہی ساتھ اسے حیات اجتماعی کا شعور و ادراک بخشے بقول علامہ اقبال:

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

marfat.com
Marfat.com

نوع انسان را پیام آخریں
حامل او رحمۃ للعالمین

قرآن حکیم نے دعوت فکر و عمل دی' مشاہدہ کائنات کی تلقین کی۔ اسرار کائنات پر غور و فکر کی تاکید کی' علم و تعلیم کے حصول کے لیے ابھارا۔ قرآن حکیم کے مخزن علم و معرفت سے بے شمار علوم پیدا ہوئے۔ تعلیم کتاب نے تعلیم کتابت کی ضرورت کا احساس پیدا کیا اور فن خطاطی میں مسلمانوں نے کمال پیدا کیا الغرض قرآن حکیم کی تعلیم کا یہ فیضان تھا کہ فردکی تشکیل سیرت سے لے کر بین الاقوامی زندگی تک امت کو زندگی کے ہر شعبے اور ہر گوشے میں رہنما اصول عطا ہوئے۔ اور مسلمانوں نے علم و تعلیم کی دنیا میں وہ کمال پیدا کیا کہ صدیوں تک اس وقت کے عالم انسانیت کے معلم رہے۔

ڈاکٹر احمد شبلی کی کتاب "تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ" کے پیش لفظ میں پروفیسر آربری نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے .

"بنی نوع انسان پر اسلام کی تحسین و توصیف اور شکر گذاری واجب ہے۔ مسلمانوں نے علم و ادب اور فنون و سیاست میں جو اضافے کیے ہیں ان کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یہ کامیابیاں اور کامرانیاں ہر گز حاصل نہ ہوتیں اگر مسلمانوں کو علم سے پرجوش عقیدت نہ ہوتی جو ان کا ہمیشہ طرہ امتیاز رہی ہے"

تعلیم حکمت

تعمیر شخصیت کے لیے چوتھا زریں اصول تعلیم حکمت ہے تاکہ اشیاء کی حقیقت اور ان کے اسرار کی معرفت حاصل کی جائے۔ حقائق کا کھوج لگایا جائے۔ اور عقل و بصیرت پر مبنی' دلائل و براہین کی روشنی میں (Practical wis-dom) حاصل کی جائے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے ارشادات گرامی حکمت و بصیرت کے ان بیش قیمت اور انمول موتیوں پر مشتمل ہیں جن سے زندگی کے نئے افق اور نئی راہوں کا سراغ ملتا ہے اور انسان میں جذبہ

marfat.com
Marfat.com

عمل ابھرتا ہے۔ پھر ان پر مستزاد یہ کہ رسول مکرم ﷺ نے ان ارشادات کے بیان پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ اپنے اسوہ حسنہ سے' اپنے حسن عمل سے' اپنی سیرت و کردار سے پوری نوع انسانی کے لیے ایک دائمی نمونہ عمل پیش کیا' مطابق ارشاد خداوندی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

''در حقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے''

المختصر رسالت مآب ﷺ نے ایک بھرپور اور فعال زندگی کی روشن مثال ہمارے سامنے پیش فرمائی اور ہمیں یہ روشن سبق دیا کہ اعلیٰ شخصیت کی تعمیر اور عمدہ سیرت کی تشکیل صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ایمان کی حرارت سے سرشار ہو کر' حب رسول سے معمور ہو کر' فضائل اخلاق سے آراستہ ہو کر' تعلیم و تربیت سے بہرہ ور ہو کر مشاہدہ کائنات اور مطالعہ کائنات سے خالق کائنات کی عظمت کے نقوش کو دل میں جاگزین کر کے' قومی اور ملی تقاضوں سے باخبر رہ کر' اسوہ رسول ﷺ کی پیروی کر کے اور جذبہ خدمت خلق سے کام لے کر' مومن کو ایک بھرپور اور فعال زندگی بسر کرنی چاہیے دوسرے لفظوں میں' تعمیر شخصیت اور سیرت میں نکھار پیدا کرنے کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ سے کامل وابستگی پیدا کی جائے۔

marfat.com
Marfat.com

تربیت نفس کا نبوی طریق کار

تاریخ ادیان عالم کا بنظر غائر جائزہ لیں تو فقط محمد عربی ﷺ ہی کی وہ منفرد شخصیت ملتی ہے جس کے فیضان تربیت سے صحابہ کرام کی ایک ایسی عظیم جماعت تیار ہوئی جس کا ہر فرد اپنے کردار کے نکھار اور حسن کے اعتبار سے آسمان ہدایت کا درخشندہ تابناک ستارہ بن کر چمکا انسانیت کے سب سے بڑے محسن و مربی سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم
(میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان سب سے جس کی بھی پیروی کروگے راہ ہدایت پالوگے)

تاریخ گواہ ہے کہ حضور ﷺ کے فیضان تربیت کے یہی شاہکار نہ صرف یہ کہ خود فضائل اخلاق سے آراستہ ہوئے بلکہ آنے والوں کے لئے معلمین اخلاق اور مربی بن گئے۔

ذہنوں میں بے ساختہ یہ سوال ابھرتا ہے کہ اسلام میں تربیت کی اہمیت کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے تربیت کے لئے کون سا طریق کار اختیار فرمایا جو

marfat.com

Marfat.com

بفضلہ تعالیٰ اتنا کامیاب ثابت ہوا کہ اس کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

اسلام دین فطرت ہے جو عقل و بصیرت پر مبنی دین حق ہے۔ اسلام جہاں اپنی فکری و نظری رہنمائی سے جذبات اور احساسات میں عشق کی جوت جگاتا ہے اور فکر انگیز جوش و ولولہ پیدا کرتا ہے تو دوسری طرف عملی پہلو کو بھی سرگرم اور فعال بناتا ہے لیکن اسلام کے فطری طریق میں سب سے پہلے افکار کی تطہیر و تعمیر ہے تاکہ اس کی بنیادوں پر استوار عمارت مستحکم طور پر معرض وجود میں آئے۔

قرآن حکیم میں بکثرت متعدد آیات میں بڑے دلنشین انداز میں حق و باطل، نیکی و بدی، نور و ظلمت اور خیر و شر میں فرق و امتیاز بیان کیا گیا ہے ہم یہاں اس کی صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں ارشاد باری ہے۔

وَالشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا٥ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا٥ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا٥ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا٥ والسَّمَآءِ وَ مَا بَنٰهَا٥ وَالْاَرْضِ وَ مَا طَحٰهَا٥

سورج اور اس کی دھوپ کی قسم اور چاند کی قسم جب کہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے اور دن کی قسم جب کہ وہ سورج کو نمایاں کر دیتا ہے اور رات کی قسم جب کہ وہ سورج کو ڈھانک لیتی ہے اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بنایا۔

قرآن حکیم کی ان آیات کی صوتی تاثیر پر ذرا غور کیجئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی آیات پسی ہوئی بجلیاں ہیں جو سامع کی روح کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتی جا رہی ہیں دن رات، آسمان و زمین اور شمس و قمر جنہیں انسان دیکھتا ہے ان محسوس و مشہور دلائل کے حوالے سے حق و باطل کے فرق و امتیاز کو واضح کیا گیا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حق و باطل کا فرق تو واضح ہے لیکن انسان اپنے دستور حیات میں اپنی زندگی کو طریقے سلیقے اور قرینے سے گزارنے کے لئے اسے کیونکر اپنائے۔

marfat.com
Marfat.com

قرآن حکیم نے انسان کو فکر کی گتھیوں میں غلطاں و سرگرداں نہیں چھوڑا وہ انسان کو نہ صرف راستہ سوجھاتا اور راستہ بتاتا ہے بلکہ اس راستے پر چلانے اور منزل پر پہنچانے کے لئے بھی رہنما زریں اصول دیتا ہے۔ چنانچہ کتنے پیارے انداز میں یہ بات ذہن نشین کرائی جا رہی ہے۔

وَ نَفْسٍ وَّ مَاسَوّٰهَاo فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَ هَاوَتَقْوٰهَاo
قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَاo وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَاo

اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی برائی اور پرہیز گاری اس پر الہام کر دی یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

گویا انسان کے خالق و مالک نے اپنے بندوں کو جہاں وجدانی اور فطری ہدایت سے نوازا وہاں انبیائے کرام کے نفوس قدسیہ کے ذریعے سے تزکیہ نفس کا اہتمام بھی فرما دیا اسی لئے جہاں رسول اکرم ﷺ کی بعثت اور ظہور قدسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان عظیم سے تعبیر فرمایا ہے وہاں حضور ﷺ کے چہار گانہ فرائض نبوت میں تزکیہ نفس کا ذکر بھی موجود ہے ارشاد باری ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِه وُ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمْ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْ امِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلاَلٍ مُّبِيْنٍ۔

در حقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

marfat.com
Marfat.com

یہ مصطفوی انقلاب ایک ہمہ پہلو اور آفاقی انقلاب کن اثرات کا حامل تھا اور کیونکر آیا اس پر جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

"درندہ صفت انسان کیونکر فرشتہ سیرت بن گئے۔ جنہیں کوئی اپنا غلام بنانا بھی پسند نہیں کرتا تھا کیونکر آئین جہانبانی میں دنیا بھر کے استاد ہو گئے۔ جن کی گھٹی میں شراب تھی، ظلم و ستم جن کا شعار تھا' کفر و شرک اور فسق و فجور کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے صدیاں گزر چکی تھیں ان میں یہ مکمل تبدیلی اور ہمہ گیر انقلاب کیونکر آیا۔ جنہوں نے کبھی ان حقائق پر غور کیا وہی اس نبی معظم ﷺ کی شان رفیع کو جان سکتے ہیں۔ تلاوت آیات تعلیم کتاب و حکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور تربیت صالحہ سے یہ مبارک انقلاب رونما ہوا"۔

گویا تزکیہ نفس اور تربیت صالحہ نے قلب کے آئینے کو اس طرح صیقل کر دیا کہ کتاب و حکمت کے انوار اس کے اندر صحیح معنوں میں منعکس ہو سکیں یہ تھی اس فکری و نظری پہلو کی ایک جھلک اب ہم اس کے عملی پہلو کا ذکر کرتے ہیں۔

اگر ہم پوری تاریخ اقوام عالم کا گہری نظر سے جائزہ لیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف مصلحین، فلسفی اور مفکرین جب اپنی قوم کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں یا ان میں انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے اقوال سے 'اشعار سے' تقریر و تحریر سے ان کے فکر و نظر کو مہمیز لگاتے ہیں جہاں تک عملی پہلو کا تعلق ہے خود ان کا اپنا دامن اس سے خالی ہوتا ہے لیکن اسلام وہ دین حق ہے جہاں تطہیر فکر اور تعمیر فکر کے ساتھ عملیت پر بھی پورا پورا زور دیا گیا ہے۔ جہاں فکر و نظر کو ایمان و ایقان اور عقائد حقہ کا نور بخشا گیا ہے۔ وہاں عمل صالح پر بھی پوری طرح توجہ کو مرکوز کیا گیا ہے۔ اس لئے قرآن حکیم میں بکثرت "اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" کا

marfat.com

Marfat.com

امتزاج آپ کو نظر آئے گا۔

ادیان عالم کا مطالعہ کرنے والے حضرات سے یہ امر مخفی نہیں کہ یہ فخر صرف اور صرف رسول عربی ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ نے عمل صالح کی وہ اعلیٰ اور درخشندہ روایات قائم کیں کہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ اسوہ حسنہ اور نمونہ عمل قرار پائے بلکہ حضور ﷺ نے اپنے فیضان تربیت سے صحابہ کرام کی وہ عظیم جماعت تیار کی جس کی مثال پوری دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی حضور اگر سراج منیر (آفتاب ہدایت) ہیں تو آپ کے صحابہ کرام آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں جن کی روشنی سے آنے والی نسلوں نے نور ہدایت حاصل کیا۔ چنانچہ حضور نے تربیت کا ایک ہشت گانہ طریق امت مسلمہ کو سکھایا۔ مشہور مفسر ابن کثیر یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے استفسار کیا گیا:

یا ام المومنین انبینی عن قیام رسول اللہ ﷺ
قالت الست تقرا هذه السورة (یا ایُّها الْمُزَّمِّلُ)

ام المومنین ہمیں رسول کریم ﷺ کی عبادت کے بارے میں آگاہ فرمائیں تو آپ نے فرمایا "کیا تو سورہ مزمل نہیں پڑھتا؟"

ام المومنین نے اس کی مزید وضاحت فرمائی:

فان اللہ افترض قیام الیل فی اول هذه السورة فقام رسول اللہ ﷺ و اصحابه حولا حتی انتفخت اقدامهم و امسك اللہ خاتمتها فی السماء اثنی عشر شهرا' ثم انزل اللہ التخفيف فی اخر هذه السورة فصار قیام الیل تطوعا من بعد فریضة"

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے رات کے قیام کو اس سورہ کے آغاز میں فرض ٹھہرایا چنانچہ رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ایک برس تک اس پر عامل رہے حتیٰ کہ ان کے قدموں پر ورم آگیا اور بارہ ماہ کے اس مبارک و مسلسل عمل کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں تخفیف کا حکم نازل فرمایا چنانچہ راتوں کا قیام فرض رہنے کے بعد نفل قرار پایا۔

اب سورہ مزمل کی روشنی میں تربیت کے ہشت گانہ طریق کار کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) قیام لیل (قُمِ الَّیۡلَ اِلَّاقَلِیۡلاً نِّصۡفَہٗ اَوِانۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلاً اَوۡزِدۡ عَلَیۡہِ)

۲) قرآن حکیم کی تلاوت ترتیل کے ساتھ (وَرَتِّلِ الۡقُرۡآنَ تَرۡتِیۡلاً)

۳) دن کو بھرپور، سرگرم اور فعال زندگی گزارنا (اِنَّ لَکَ فِی النَّھَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلاً)

۴) ذکر اللہ (اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کا ورد) (وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ)

۵) تبتل (ماسوا سے منقطع ہو کر عبادت میں مشغول ہونا) (وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلاً)

۶) توکل (رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذۡہُ وَکِیۡلاً)

۷) صبر و استقامت (وَاصۡبِرۡ ھُمۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ)۔

۸) ہجر جمیل (وَاھۡجُرۡ ھُمۡ ھَجۡرًا جَمِیۡلاً)

اب قدرے تفصیل کے ساتھ اس ہشت پہلو طریق تربیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

رات کا وقت جہاں سہانا ہوتا ہے وہاں ہلکا اندھیرا اور ستاروں کی روشنی روح انسانی کے اندر ایک خاص کیفیت پیدا کرتی ہے، عرب کے صحرا میں جہاں پوری کائنات ایک کھلی کتاب نظر آتی ہے آسمان پر نظر ڈالنے سے خالق کائنات کی

marfat.com
Marfat.com

عظمتیں ذہن و قلب میں جاگزیں ہوتی جاتی ہیں۔ قرآن حکیم نے سورہ مزمل میں کتنے دلنشین انداز میں یہ بیان کیا۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّاَقْوَمُ قِيْلاً

(بے شک رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لئے تیر بہدف ہے اور قرآن حکیم کے لئے زیادہ موزوں ہے)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجتہ اللہ البالغہ میں اس کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔

"آخری شب کا وقت وہ پر سکون وقت ہے کہ اس وقت انسان کا دل پریشان کن' تشویش انگیز اشغال سے پاک و صاف ہوتا ہے اس وقت اسکو سکون اور دلجمعی میسر ہوتی ہے آواز شور و شغب سے خالی ہوتی ہے اور لوگوں کے سونے کا وقت ہوتا ہے۔ ریا' سمعہ یعنی نمائش وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور طاعات و عبادات کے لئے جس فراغت' یکسوئی اور توجہ قلب کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس وقت بہترین طریقے میں حاصل ہوتی ہے"

"نیز یہ وقت رحمت الٰہی کے نزول کا وقت ہے اور رب العالمین اس وقت اپنے بندوں سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ نیز قوت بہیمیہ کو کمزور کرنے میں شب بیداری عجیب و غریب تاثیر رکھتی ہے۔ شب بیداری انسان کے حق میں تریاق کا حکم رکھتی ہے"۔

قیام لیل تربیت کی وہ بنیادی اساس ہے جس پر تربیت کی پوری عمارت استوار ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اس کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے مثلاً ارشاد باری ہے :

marfat.com
Marfat.com

وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْلَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلاً طَوِيْلاً

(سورہ دھر: ۲۶)

(رات کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز ہو اور لمبی رات تک اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہو)

ایک اور جگہ (سورہ الذریات: ۱۷۔۱۸) متقی لوگوں کی صفات میں قیام لیل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

"كَانُوْا قَلِيْلاً مِّنَ الَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَ سْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ"

متقی لوگ راتوں کو کم ہی سوتے تھے پھر وہی رات کے آخری حصے میں اللہ کے حضور مغفرت و بخشش کی التجا کرتے تھے۔

قیام لیل کے حوالے سے سید قطب نے "فی ظلال القرآن" میں مجمع کمالات حضور ﷺ کی عظیم شخصیت کے اس کمال کے بارے میں بڑی پیاری بات کہی ہے۔

"وقیل لرسول اللہ ﷺ "قم......قم" و ظل قائما بعدھا اکثر من عشرین عامالم یسترح ولم یسکن ولم یعش لنفسه ولا لاھله و ظل قائما علی دعوۃ اللہ"

رسول کریم کو حکم دیا گیا "قیام کرو پس آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور بیس برس سے زائد عرصے تک قیام فرمایا۔ آپ ﷺ نے کما حقہ استراحت اور سکون حاصل نہ فرمایا آپ ﷺ نے اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے عیش و راحت کی زندگی اختیار نہ کی۔ آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور پھر تسلسل کے ساتھ اللہ کی دعوت پر قائم رہے"۔

marfat.com
Marfat.com

قیام لیل چونکہ تربیت کے لئے بنیاد و اساس کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے اس کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا گیا ہے۔

۲۔ اب رات کو قرآن حکیم کی تلاوت کی حکمت اور نفس انسانی پر اس کے اثرات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت اور کتاب ہدایت ہے جس میں پوری انسانی زندگی کے ہر ہر شعبے کے بارے میں رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں چنانچہ رات کے سہانے سماں میں قرآن حکیم کی ترتیل کے ساتھ تلاوت' ایک ایک آیت پر ٹھہرنا' اس کے معانی و مطالب پر غور و فکر کرنا ایک طرف روح و قلب میں بشاشت پیدا کرتا ہے تو دوسری طرف ذہن و فکر کو جلا بخشتا ہے۔ حدیث میں (بخاری' مسند احمد' ابو داؤد' ترمذی میں متعدد روایات سے) یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ایک ایک آیت کو الگ الگ پڑھتے اور ہر آیت پر ٹھہرتے جاتے تھے۔ اسے مثالوں سے بھی واضح کیا گیا ہے۔ تاکہ قلب پر صفات باری کے ذکر پر عظمت و ہیبت' نعمت و رحمت کے ذکر پر تشکر و امتنان کے جذبات سے معموری اور غضب و عذاب کے ذکر پر خوف و رقت کی کیفیت طاری ہو جائے۔

۳۔ قیام لیل اور نظام حیات سے آگہی کے بعد انسان کے اندر ایک پر عزم زندگی گزارنے کا ولولہ پیدا ہوتا ہے اس لئے اسلام میں ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم نہیں دی گئی بلکہ ایک بھرپور فعال اور سرگرم زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ہادیان عالم کی زندگیوں پر نظر ڈالیں آپ کو سرکار دو عالم کی حیات طیبہ سے بڑھ کر کوئی اور اس طرح کی بھرپور زندگی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ مدبر و مفکر' مقنن' سربراہ مملکت' سپہ سالار اعظم' معلم و مربی' معاشرتی مصلح' قاضی و منصف...... عملی زندگی کا کونسا میدان ہے جس کے شہسوار آپ ﷺ نہیں؟

۴۔ اپنے معبود حقیقی کے ساتھ کامل وابستگی (Complete devo-tional attachment) کے حصول کے لئے اللہ کا ذکر ازبس ضروری ہے۔ کاروبار دنیوی میں مگن ہونے کے باوجود' چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح کو شادابی اور سیرابی حاصل ہوتی ہے۔ حیرت کی بات ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ یہود کی موجودہ شریعت میں (تورات میں) اللہ کا نام لینے کو بے ادبی شمار کیا گیا ہے۔ جب کہ مسلمانوں میں آپ اللہ کے نام کے حوالے سے حسبی اللّٰہ' ماشاء اللّٰہ انشاء اللّٰہ ' جزاك اللّٰہ' یرحمك اللّٰہ یھدیکم اللّٰہ الحمد للّٰہ کے الفاظ کانوں میں رس گھولتے اور روح کو طراوت و حلاوت بخشتے نظر آتے ہیں اور باقاعدہ اوقات میں اللہ کا ذکر تو روح کو صیقل کرتا ہے اور اللہ کی رحمت بندے پر رم جھم برسنا شروع ہو جاتی ہے۔

۵۔ اللہ سے لو لگانے کے ساتھ اگر دوسرے خیالات کی ذہن و قلب میں بھرمار ہو تو مطلوبہ یکسوئی کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اس لئے تبتل کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ انسان ماسوا سے منقطع ہو کر کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے معبود حقیقی کے حضور میں اپنے عجز و نیاز کے گلہائے عقیدت پیش کرے حضور ﷺ کی مشہور حدیث "حدیث جبرائیل" میں "احسان" سے اسی مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ مشاہدہ حق سے لطف اندوز ہو رہا ہے وگرنہ کم از کم یہ بات ضرور ہو کہ وہ عظیم خداوند تجھے دیکھ رہا ہے۔

۶۔ توکل کے معنی ہیں اپنے امور کو وکیل کے سپرد کر کے مطمئن ہو جانا۔ جب کاروبار حیات میں بے شمار مسائل پیدا ہوتے ہیں حق پر عمل کرنے میں مشکلات کا ایک طوفان اٹدتا نظر آتا ہے جب باطل سے مفادات دنیوی کی ترغیب و تحریص ملتی ہے تو انسان بے چارہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ اپنے رب' اپنے وکیل و چارہ ساز کی طرف توجہ کرتا ہے اس کے حضور التجا کرتا ہے تو "اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ" (میرا بندہ جب مجھ سے مانگتا ہے تو اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں) کے حوالے سے قبول دعا پر یقین حاصل ہوتا ہے اور "فانی قریب" کا روح پرور پیغام اسے بلاؤں کے طوفان میں سکون و طمانینت کی دولت سے مالا مال کرتا ہے۔ کارگہ حیات میں توکل انسان کے عزم کو مستحکم کرتا اور اس کے ارادوں کو غیر متزلزل بناتا ہے اور اس کے قلب میں شمع ایمان کو فروزاں کرتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۷۔ جادہ مستقیم پر چلنا' راہ حق کو اپنانا' مخالفتوں اور مصائب کو دعوت دینا ہے۔ جو شخص بھی ولولہ و عزم سے کام لیتے ہوئے راہ حق پر گامزن ہوتا ہے تو قدم قدم پر رکاوٹیں اس کا راستہ روکتی ہیں۔ کئی مواقع تو ایسے آتے ہیں کہ اب انسان یاس و قنوطیت کی وادی میں گرا ہی گرا۔ یہ صبر ہی کی وہ نعمت اور دولت ہے جس سے انسان ان رکاوٹوں کو خندہ پیشانی سے صرف برداشت ہی نہیں کرتا بلکہ دین حق کے فروغ کے لئے اپنے پر عزم سفر کو جاری رکھتا ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ زندگی کا طویل سفر جو حق کے لئے اختیار کرلیا جائے صبر کے بغیر گزرنا محال ہی نہیں ناممکن ہے اس لئے قرآن حکیم میں صبر کی اہمیت کو بار بار اجاگر کیا گیا ہے۔ اور اسے اللہ کی محبوبیت اور اس کی معیت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

۸۔ ایک عابد و زاہد صوفی پر جب شیطان کا مکر و فریب اور جادو نہ چل سکا تو جاتے جاتے اسے کہنے لگا کہ ٹھیک ہے مجھ پر لعنت بھیجتے رہو اس بزرگ نے جواباً فرمایا ظالم جاتے جاتے وار کرنے سے باز نہیں آتا میں جو وقت تم پر لعنت بھیجنے میں صرف کروں گا وہی وقت مفید مصرف میں یعنی اللہ کے ذکر میں کیوں نہ گزاروں۔ ہجر جمیل کا مقصد وحید یہ ہے کہ انسان غم و غصے اور جھنجھلاہٹ کا اظہار کرنیکی بجائے اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو فضول بحث میں ضائع کرنیکی بجائے "اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا" کے حوالے سے شریفانہ طور پر اس سے کنارہ کش ہو جائے اس سے اس کا قیمتی وقت ضائع نہیں ہوگا۔

حدیث کی کتابوں میں (متداول کتاب مشکوٰۃ المصابیح کو دیکھئے) آپ کو باب صلاۃ الیل' باب مایقول اذا قام من الیل اور باب التحریض علی قیام الیل میں رحمت دو عالم مربی و معلم ہادی اعظم ﷺ کی عبادت کا طریق کار' آداب اس کی تحریض و ترغیب کے حوالے سے متعدد احادیث ملیں گی جن کا مطالعہ ہر اس شخص کے لئے جو تربیت کا خواہاں اور آرزو مند ہو ازبس ضروری ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ہم یہاں صرف ایک واقعہ کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ میں رات کو اپنی خالہ میمونہ کے ہاں رہا' اس روز رسول اللہ ﷺ بھی وہیں تھے آپ نے تھوڑی دیر اپنی اہلیہ محترمہ سے گفتگو فرمائی اور پھر آرام فرمانے لگے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ گیا یا اس سے کچھ کم تو آپ اٹھے اور آسمان کی طرف دیکھا اور یہ آیت پڑھی اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ...... آخر سورت تک پڑھی۔ پھر مشک کی طرف گئے اس کا منہ کھولا اور پیالہ میں پانی بھرا پھر اچھی طرح وضو کیا...... پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ یہ دیکھ کر میں بھی اٹھ کھڑا ہوا وضو کیا اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا کان پکڑا اور مجھے بائیں جانب سے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ پھر حضور ﷺ نے تیرہ رکعتیں پوری فرمائیں پھر آپ ﷺ لیٹ گئے...... ابن عباسؓ کی ایک اور روایت ہے کہ:

"وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاں ایک رات کو سوئے پس آپ رات کو بیدار ہوئے مسواک کی اور وضو کیا اور پھر یہ آیت پڑھی (ان فی خلق السماوات...... آخر سورہ تک) پھر آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی جس میں قیام رکوع اور سجدہ کو بہت دراز کیا پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور آپ ﷺ کے سونے کی آواز آنے لگی...... تین بار آپ نے اسی طرح کیا"۔

ابن عباسؓ کی اس روایت سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے (یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ ابھی کمسن تھا) کہ حضور ﷺ کے قیام لیل اور آپ کے فیضان صحبت کے کتنے دوررس اثرات ان کی زندگی اور ان کی تعمیر شخصیت پر واقع ہوئے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جسے بھی رسول عربی ﷺ کا فیضان صحبت حاصل ہوا اس کی دینی و روحانی زندگی ہی نہیں پوری انسانی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔

marfat.com
Marfat.com

لیکن ایک بات جس کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ آپ کسی بھی صحابی پر نظر ڈالیں آپ کو یہ آٹھ اصول قیام لیل' تلاوت قرآن حکیم' عدم رہبانیت' ذکر اللہ' تبتل' توکل' صبر اور ہجر جمیل کسی نہ کسی حد تک ان کے اوصاف جمیلہ میں جھلکتے نظر آئیں گے۔

ایک اور بہت ضروری بات' جس کا ذکر بے حد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں میں مختلف طبقے ہیں کوئی فارغ عبادت گزار ہے کوئی درس و تدریس اور فتویٰ دینے والا عالم کوئی متعلم ہے کوئی آجر و اجیر اور تاجر ہے کوئی حاکم و فرماں روا ہے کوئی روحانی دنیا میں مستغرق صوفی ہے انہیں تربیت کے حوالے سے اپنے اوقات کو کس طرح تقسیم کرنا چاہیے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں اس پر شرح وبسط سے گفتگو کی ہے۔

المختصر اس کارگہ حیات میں دعوت وارشاد کا فریضہ کسی بھی شخص کو خواہ حکومتی سطح پر ادا کرنا ہو یا قومی اور ملی سطح پر ادا کرنا ہو یا علمی و تعلیمی سطح پر ادا کرنا ہو اس کے لئے تربیت کا حاصل کرنا ازبس ضروری ہے یہی وہ ذریعہ ہے جو مسلمانوں کو عظمت رفتہ کے حصول میں اور تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن ہونے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

باب چہارم

محسن انسانیت ﷺ

☆ حضور اکرم ﷺ بحیثیت سیاسی مفکر

☆ غربت وافلاس کا نبوی حل

☆ آجر واجیر اخلاقیات نبوی کی روشنی میں

marfat.com
Marfat.com

حضور اکرم ﷺ بحیثیت سیاسی مفکر

وہ ہادی برحق جس نے عقائد وافکار کی دنیا میں انقلاب برپا کیا' وہ مصلح اعظم جس نے خستہ حال معاشرے کو ایک صحت مند اور خوشحال معاشرے میں بدل دیا' جس نے نظام معیشت کو صالح بنیادوں پر استوار کیا جس نے سیاست و قانون کو نفاق سے نکال کر اخلاق کی اعلیٰ وارفع اساس عطا فرمائی وہ مفکر اعظم جس نے اذہان و قلوب کی دنیا بدل ڈالی۔ وہ ہمہ پہلو عظیم شخصیت جو سربراہ مملکت بھی ہے۔ سپہ سالار بھی ہے۔ مقنن بھی ہے۔ قاضی و منصف بھی ہے۔ مدبر و منتظم بھی ہے۔ وہ حامل خلق عظیم جو دوسرے ادیان' دوسری اقوام اور دوسرے ممالک کے ساتھ معاملات و تعلقات کو اخلاقی بنیادوں پر قائم کرنے کا ایک ایسا معیار پیش کرتے ہیں کہ پوری تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ شہنشاہ کونین کہ گدا سے سلطان تک اس کے در کے بھکاری ہیں وہ عظیم تاریخی شخصیت کہ چار ہزار برس کی معلوم تاریخ (Known His-tory) میں کسی بھی شخص پر اس سے زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں وہ عدیم النظیر پر عظمت شخصیت جس کی علمی' فکری' ذہنی اور روحانی تربیت کسی دنیوی دانش گاہ یا

marfat.com
Marfat.com

کائنات ارضی میں بسنے والے کسی معلم کی مرہون منت نہیں بلکہ اس وسیع و عریض
کائنات کے خالق و مالک نے اس کی ہمہ پہلو تربیت کا خود اہتمام فرمایا۔ آج یہ نا
چیز اپنی علمی بے بضاعتی کے کامل اعتراف کے ساتھ' اس ہادی اعظم محسن
انسانیت کی شخصیت کے صرف ایک پہلو کو بیان کرنے کی سعی اہتمام کر رہا ہے
حضور ﷺ بحیثیت سیاسی مفکر پر کچھ عرض کرنے سے قبل ایک عام غلط فہمی' جو
مغربی افکار کی بکثرت اشاعت اور ان سے مرعوبیت کے نتیجے میں پیدا ہو گئی ہے کا
ازالہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ لفظ سیاسی مفکر سے عام طور پر ایک
ایسی شخصیت تصور میں ابھرتی ہے جس میں سیاست کا جوہر تو پورے کمال پر نظر
آتا ہے لیکن اس کی زندگی کے دوسرے پہلو چنداں قابل ذکر نہیں ہوتے۔ ہم
رسول اکرم ﷺ کو محض سیاسی مفکر کا نام ہرگز نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اولاً ایک
سیاست دان کی عقل و بصیرت بیسیوں معاملات میں ٹھوکر کھا سکتی ہے لیکن انبیائے
کرام کے معصوم عن الخطاء گروہ کو براہ راست ہدایت ربانی سے مستفیض و مستنیر
کیا جاتا ہے (وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) (اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا) (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى) کی قرآنی آیات اس پر شاہد عادل ہیں۔ ثانیاً
سیاست دان کے پیش نظر ذاتی مفادات ہوتے ہیں یا بعض قومی اور مادی مفادات
ہوتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے متعلق اس امر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔
جس کے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیا جائے تو اپنے
آقا و مولا کے مشن کی تکمیل کیلئے اس کے پائے ثبات کو لغزش نہ آئے۔ وہ رحمتہ
للعالمین جو سارے جہانوں کے لئے رحمت ہو جو فرزندان توحید کیلئے "عَزِيْزٌ
عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ ' عَلَيْكُمْ" کی نوید مسرت لے کر آیا ہو جو
"بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ' رَّحِيْمٌ" ہو۔ وہ سوائے رضوان من اللہ اور امت
مسلمہ کی فلاح و بہبود کے کچھ اور سوچ بھی نہیں سکتا۔ زیادہ سے زیادہ ہم ان امور کا
ذکر کر سکتے ہیں جنہیں دور حاضر میں سیاسی بصیرت کا نام دیا جا سکتا ہے۔

ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ایک اچھے سیاستدان کا معیار کیا ہے؟

marfat.com

Marfat.com

تاریخ کے آئینے میں اس کا جواب یہ ہے کہ ایک اچھا سیاسی مفکر وہ ہو سکتا ہے جس کے تنظیمی اصول و ضوابط اس قدر عمدہ اور جس کی سیاست خارجہ اس قدر کامیاب ہو کہ وہ ایک عظیم ریاست کی تشکیل کرے اور ایک ایسی ریاست کی تشکیل کرے جو طویل عرصے تک مستحکم اور قائم رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کی اس وقت دو سپر پاورز۔ دو عظیم سلطنتیں موجود تھیں۔ حضور ﷺ کسی سپر پاور کے سامنے نہیں جھکے اور نہ ہی کسی سپر پاور کے سامنے حصول تعاون کے لئے دست سوال دراز کیا۔ (بلکہ وہاں تبلیغی وفود بھجوائے) اور اسلامی بلاک کو اس قدر مستحکم کیا کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد دونوں سپر پاورز اسلامی بلاک کے زیر نگیں ہو گئیں۔ یہ حقیقت کس سے مخفی ہے کہ خود آپ ﷺ کے دور میں سلطنت اسلامی کا رقبہ قریباً دس لاکھ مربع میل ہو گیا اور چند برسوں کے بعد ہی آپ ﷺ کے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق کے عہد میں سلطنت اسلامی کا رقبہ ۲۲ لاکھ مربع میل تک وسیع ہو گیا اور آج دنیا کے ایک ارب سے زیادہ فرزندان توحید آپ حضور ﷺ کو ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کے ارشاد خداوندی کی عملی تفسیر ہیں۔

پوری تاریخ عالم اس امر پر شاہد ہے کہ رسول عربی ﷺ نے وہ سیاسی اصول و ضوابط عالم انسانیت کو مرحمت فرمائے جن کی نظیر زمانہ قدیم یا عصر حاضر کی کوئی تہذیب یا کوئی قوم پیش نہ کر سکی۔ جہاں تک ان اصول و ضوابط کی کامیابی یا ان کے بہترین نتائج و ثمرات کا تعلق ہے تو آج آپ ﷺ کی اس عظمت کا لوہا اغیار بھی مانتے ہیں اور مستشرقین جن کی آنکھوں میں اسلام کا گل شاداب کانٹے کی طرح چبھتا ہے وہ بھی مشاہیر عالم میں آپ کو سر فہرست رکھنے پر مجبور ہیں۔ ہم رسول عربی ﷺ کی کامیابی کو جس نظر سے بھی دیکھیں مستشرقین اسے بہر کیف آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت کا ثمرہ قرار دیتے ہیں۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں "محمد ﷺ" کے آرٹیکل میں ان کا یہ اعتراف موجود ہے کہ حضور ﷺ کی

marfat.com

Marfat.com

کامیابی کا اصل راز ان کی سیاسی اور عسکری بصیرت تھی :

"......and with his eminent political gift late in Madina, we do of course find instances in the battle of Badr or the agreement of Hudaibiyya where his intellectual superiority is over-whelimingly evident."

اختصار کے پیش نظر صرف اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے تو اس غلط فہمی کا ازالہ کیا۔ کہ دین اور سیاست دو الگ الگ چیزیں ہیں بقول حکیم الامت

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

حضور ﷺ نے سیاست کی زبان میں جو اعلیٰ اور عمدہ اصول عطا فرمائے ان میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان کیا۔ اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ فی الارض کے لئے ایک امانت قرار دیا۔ سیاسی امور کے فیصلوں کی بنیاد "اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ" کے اصول یعنی مشاورت پر رکھی۔ رائے کی آزادی بخشی۔ بنیادی حقوق انسانی کے تحفظ کی ضمانت دی۔ ذمی رعایا کو جان و مال و آبرو کی حفاظت کا یقین دلایا۔ عدل و انصاف کا وہ اعلیٰ اصول دیا جو مسلم و غیر مسلم اور شاہ و گدا کے لئے مساوی ہو۔ عوام کو تعمیر و ترقی کے یکساں مواقع عطا فرمائے۔ اخوت اور حریت و مساوات کے اعلیٰ اصول کو اپنایا۔

آخر میں ایک عام غلط فہمی کا ازالہ کرنا بے حد ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ غلط فہمی مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے ہاں بھی پھیل گئی ہے کہ سیاست کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے یہ بات مفروضے یا ذاتی تاثر کے طور پر نہیں کہی۔ چند برس پہلے نیویارک سے طبع ہو کر آنے والی ایک کتاب کا عنوان ہی یہی ہے :

"Politics has no morals"

marfat.com

Marfat.com

جس میں مغربی سیاست کے اخلاق سے بیگانہ ہونے کا رونا رویا گیا ہے۔ اس کے باب سوم کا عنوان ہے۔

To hell with the country; Let us win the elections.

باب ہشتم کا عنوان ہے۔

Morals of the Shelf .

کتاب کا مصنف Normal Beasley لکھتا ہے کہ اس کی حکومت لوگوں کو بھوک اور فاقہ مستی سے بچانے کے لئے نئے ٹیکس لگانے کا جواز پیش کرتی ہے عوام خوشی یہ بوجھ قبول کر لیتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ :

The tax laws were revised so the Administration could get more money to keep people from strving. Billions of dollars were collected, and spent for other purposes.

مصنف نے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والی فریاد ان الفاظ میں بیان کی ہے :

You and I will lose what remains of our individual freedom unless, as a people, we are stronger morally and spiritually

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ عصر حاضر کے متمدن ملک کے دانشور ابھی تک وہاں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں جہاں رسول عربی ﷺ نے ہمیں چودہ سو برس پہلے لا کھڑا کیا تھا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد حتی لا یبقی من الصلوۃ شئی

marfat.com
Marfat.com

غربت وافلاس کا نبوی حل

غریبوں اور محتاجوں کے بارے میں مصطفوی نقطہ نگاہ بیان کرنے سے قبل اس ضمن میں دوسری اقوام کا نقطہ نگاہ مختصراً پیش کرنا مناسب ہو گا۔ غربت اور افلاس ایک ایسا مسئلہ نہیں جو موجودہ تمدن اور دور حاضر کا مسئلہ ہو۔ جب سے انسان نے شعور کی آنکھ کھولی ہے اس وسیع کائنات ارضی میں غربت اور افلاس کا وجود کسی نہ کسی صورت میں ضرور رہا ہے۔

لیکن ایک دلچسپ امر اس سلسلے میں یہ ہے کہ مختلف ادیان اور مختلف اقوام میں غربت اور افلاس کے بارے میں تصور مختلف رہا ہے۔ دنیا کی بعض اقوام ایسی بھی ہیں جو غربت اور محتاجی کو ایک نعمت تصور کرتی ہیں۔ بعض لوگوں کی رائے میں غربت اور محتاجی اگرچہ نعمت تو نہیں بلکہ شر اور مصیبت ہیں لیکن وہ اسے قدرت کا ایک حتمی فیصلہ قرار دے کر مختلف حیلوں اور تصورات سے خود کو مطمئن کر لیتے ہیں۔ بعض نے اس سے ایک قدم آگے' غربت وافلاس کو مصیبت قرار دیا ہے اور اس کا حل یہ تجویز کیا ہے کہ انفرادی احسان سے کسی غریب اور محتاج کی حاجت روائی کی جائے۔ عصر حاضر میں اگر ہم دنیا کے مشہور اقتصادی

marfat.com
Marfat.com

نظاموں کا جائزہ لیں تو سرمایہ داری نظام اگرچہ غربت اور افلاس کو ایک آفت قرار دیتا ہے لیکن ان کی رائے میں ہر شخص اپنے مال و دولت میں تصرف کا اتنا وسیع حق رکھتا ہے کہ دوسرے کو اگر وہ ایک حبہ بھی نہ دے تو کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں۔ گویا یہ ایک قارونی تصور ہے قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا۔ جس کے خزانے کی کنجیاں' قرآن حکیم کی اپنی شہادت کے مطابق کئی اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں اور جب قوم موسیٰ نے اس سے کہا:

وَابْتَغِ فِيمَا اٰتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ۔

تو اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا۔

اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ

گویا قارونی نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مال و دولت دراصل انسان اپنی عقل و مہارت سے حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا اس مال پر اگر حق ہے تو صرف اسی کا حق ہے جس نے یہ کمایا۔ اسے اس امر کا وسیع اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے' جتنا چاہے خرچ کرے اگر کوئی شخص دولت کمانے کی دوڑ میں کسی وجہ سے پیچھے رہ گیا ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ سرمایہ دار یا کسی حکومت یا کسی معاشرے پر اس کی غربت کی ذمہ داری ہرگز ہرگز نہیں ہاں اگر وہ انہیں اپنے لطف و کرم سے' ان پر ترس کھا کر' انسانی اقدار کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ دے دیں تو یہ ان کی سخاوت اور فیاضی کا جذبہ ہے۔

اس کے مقابلے میں ایک دوسرا اقتصادی نظام ہے جسے اشتراکیت کہتے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ غربت و افلاس کا خاتمہ اس طور پر ممکن ہے کہ صاحب ثروت لوگوں نے جو کچھ کمایا ہے وہ اس سے بغیر کسی استحقاق کے لے لیا جائے اور اس دولت کو دوسرے لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے کمانے والے کو اپنے

marfat.com
Marfat.com

کمائے ہوئے مال پر ملکیت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

ان مختلف نظاموں کے مقابلے میں پیغمبر ﷺ نے ایک ایسا نظام کفالت تجویز کیا ہے جو انتہائی معتدل اور متوازن ہے۔ جس نے غربت اور افلاس کا نظری نہیں بلکہ عملی حل پیش کیا ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کے سنہری دور میں کوئی ذکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ اب ہم قرآن حکیم کی روشنی میں اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ غربت اور افلاس کے بارے میں قرآنی تصور کیا ہے اور یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے اس مسئلے کا کیا حل تجویز کیا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم نے غنا اور تونگری کو نعمت قرار دیا ہے۔

سورۃ الضحیٰ میں ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى

سورۃ الم نشرح میں ہے۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

سورۃ نوح میں ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا۔

سورۃ جمعہ میں ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

ابو داؤد نے حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کو نقل کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ

ابن ماجہ اور نسائی نے حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کا ذکر کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ

marfat.com
Marfat.com

اسلام نے غربت اور محتاجی کے خلاف ایک منظم جہاد کیا ہے یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ غربت اور محتاجی نہ صرف یہ کہ فرد کی صلاحیتوں کو مفلوج کر دیتی ہے نہ صرف یہ کہ ایک خاندان اپنے افراد کی صحیح نشوونما نہیں کر سکتا بلکہ اس کا ایک سنگین پہلو یہ ہے کہ یہ پورے معاشرے کو غیر مستحکم اور برباد کر دیتی ہے۔ مختلف قسم کے جرائم جنم پاتے ہیں۔ اخلاقی بے راہ روی بڑھتی ہے۔ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے اپنے شرف انسانیت کو خیر باد کہہ کر ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غریب قومیں بڑی قوموں کے سامنے دست سوال دراز کر کے اپنی قومی حمیت کو ختم کر بیٹھتی ہیں۔ اور ان کی مختلف شرائط رسوا کن حد تک قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اسلام نے انسان کو خلیفتہ الارض کہہ کر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم کے ارشاد باری سے 'وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ' کے قرآنی ارشاد سے اس کی عظمت کو چار چاند لگائے ہیں وہ انسان جو ستاروں پر کمند ڈالے جس کے لئے شمس و قمر مسخر کئے گئے ہیں کتنی بری بات ہے کہ غربت وافلاس کی بنا پر اقدار انسانیت کو رسوا کرے۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ نے غربت وافلاس کا ایک پنجگانہ عملی حل پیش کیا ہے۔

(۱) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپؐ نے محنت کی عظمت کی تلقین کی ہے مسلمان کو کسی بھی پیشے یا صنعت سے عار نہیں ہونا چاہیے اسے کسب حلال کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ کسب حلال کی کوشش ہر مسلمان پر فرض قرار دی گئی ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انسان کی اخلاقی حس کو بیدار کیا ہے اخوت و مساوات کا درس دیا ہے کہ محمود و ایاز ایک ہی صف مین کھڑے ہو سکیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کر سکیں۔ آپ ﷺ نے پوری نوع انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیا ہے۔ خدا خوفی اور خدا ترسی کے جذبات کو ابھارا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کی آیت ''بر'' میں نیکی کے تصور کو غریبوں کی مدد سے مربوط کیا گیا ہے۔ اخلاقی حس کو

marfat.com

Marfat.com

بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ معلم انسانیت ﷺ نے مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث طیبہ میں متعدد مواقع پر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور غریبوں اور محتاجوں کی مدد و اعانت کی ترغیب و تلقین کی گئی ہے۔

(۳) اس کے بعد غربت اور محتاجی کے کلی ازالے کے لئے محسن انسانیت ﷺ نے زکوٰۃ' انفاق اور اجتماعی کفالت کا عظیم فلاحی نظام نافذ فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث میں نظام صلوٰۃ کے ساتھ نظام زکوٰۃ کو بھی اسی اہمیت سے بیان کیا ہے۔ اس کا اندازہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے منکرین زکوٰۃ کے سلسلے میں اقدام سے کیا جا سکتا ہے۔

(۴) زکوٰۃ و صدقات کے عمومی نظام کے علاوہ صاحب ثروت مسلمانوں پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ ان محتاجوں کی جو بالخصوص ان کے رشتے دار ہیں مدد کریں اور ان کی کفالت کا بوجھ اٹھائیں۔

(۵) اور سب سے بڑھ کر اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ غریب اور محتاج افراد کی کفالت کا انتظام بیت المال سے کرے۔

المختصر پیغمبر انقلاب ﷺ نے غربت و محتاجی کے ازالے کے لئے نہ صرف یہ کہ ایک اعلیٰ و ارفع تصور دیا ہے بلکہ ایک معتدل و متوازن عملی اور قابل عمل نظام عطا فرمایا ہے جس پر اگر کماحقہ عمل کیا جائے تو غربت اور افلاس کے مسئلے کو احسن طریق پر حل کیا جا سکتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

آجر واجیر

اخلاقیات نبوی کی روشنی میں روابط

آج دنیا عالمی سطح پر جن اہم مسائل سے دوچار ہے ان میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ آجر واجیر کے روابط کو سازگار اور خوشگوار کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف حکومتیں اپنی اپنی سطح پر اور عالمی ادارہ محنت بین الاقوامی سطح پر' درپیش مسائل کو حل کرنے کے لئے جو تگ ودو کر رہے ہیں اس سے بھی اس مسئلے کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عصر حاضر میں تمام تر قومی اور بین الاقوامی مساعی مسئلے کو بطریق احسن حل کرنے سے قاصر رہی ہیں۔ دوسری طرف تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے کہ اس مسئلے کو آج سے چودہ سو برس پہلے جس انداز سے رسول عربی ﷺ نے حل فرمایا اس کی نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ اور اخلاقیات نبوی میں پیش کردہ زریں اور رہنما اصول نے اسے جس مقام پر لا کھڑا کیا ہے قیامت تک آنے والی نسل انسانی میں آجر واجیر کے باہمی روابط کی خوشگواری کا اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

marfat.com
Marfat.com

یہاں ذہنوں میں فطری طور پر یہ سوال ابھر تا ہے کہ ہم یہ دعویٰ شاید اس عقیدت کی بنا پر کر رہے ہیں جو ہمیں رسول عربی ﷺ سے ہے اور ذہنوں میں یہ سوال اس لئے ابھر تا ہے کہ ہم نے اپنے ادراک و شعور کی آنکھ ایسے ماحول میں کھولی جبکہ تہذیب مغرب کی چمک دمک نے ہمارے اذہان و قلوب کو مرعوب کر رکھا تھا۔ اور ہمیں ہر بھلائی مغرب کے پیش کردہ افکار و تصورات میں نظر آتی تھی۔ اور اسلام' ہادی اسلام ﷺ اور اسلامی اصول و تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے معذرت آمیز APOLOGETIC رویہ اختیار کرنا ہماری عادت میں داخل ہو چکا تھا۔ الحمد للہ کہ چودھویں صدی ہجری نے جہاں مسلمانوں کے عروج و زوال کی بہت سی داستانیں پیچھے چھوڑی ہیں وہاں عالم اسلام میں بیداری کی ایک لہر دوڑادی ہے۔ اور مسلمانوں میں ملی شعور اور ملی تشخص کو بھی یک گونہ ابھارا ہے۔ اور اب ملت اسلامیہ ایک بار پھر قرآن حکیم کے حکمت و بصیرت سے معمور خزانوں اور اخلاقیات نبوی کے زریں اصول کی طرف ملتفت ہو رہی ہے۔ عالم اسلام کی اس بیداری کے ساتھ ساتھ ایک خوشگوار پہلو یہ بھی ہے کہ عصر حاضر میں مستشرقین جن کی آنکھوں میں اسلام کا گل شاداب کانٹے کی طرح چبھتا ہے اور وہ اسلام' ہادی اسلام اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں زہر اگلنے میں مصروف رہے ہیں اور اب بھی ہیں' کہیں کہیں ان سے بھی حرف اعتراف بے ساختہ سرزد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہارٹ (HART) نے حال ہی میں پوری تاریخ عالم میں سے جن سو مشاہیر کا انتخاب کیا ہے ان میں رسول عربی ﷺ کو سرفہرست رکھا ہے اور اس کی توجیہہ یہ پیش کی ہے :

My choice of Muhammad to lead the list of the World's most influential persons may surprise some readers and may be questioned, but he was the only man in history who was su-

marfat.com
Marfat.com

premely successful on both the religious and secular levels.

(THE 100. NEWYORK 1978 PP 33)

اس اقتباس سے رسالت مآب کی شان و عظمت کا بیان مقصود نہیں۔ بھلا جسے اس وسیع و بیکراں کائنات کے خالق و مالک نے رَحْمَتَه لِلْعَالَمِیْنَ' خَاتَمَ النَّبِیّنَ' کَافَةً لِلنَّاس' لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا' سِرَاجًامُّنِیْرًا اور اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے پر عظمت الفاظ سے نوازا ہوا سے کسی اور ستائش کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ میرا اس حوالے کو پیش کرنے سے اصل مقصود یہ ہے کہ حضور کی تعلیمات کا تابناک جوہر یہ ہے کہ آپ نے مادی اور روحانی دونوں تقاضوں کی بطریق احسن تکمیل فرمائی۔

مغرب کی متمدن دنیا میں آجر و اجیر کے روابط

اخلاقیات نبوی کی روشنی میں آجر و اجیر کے خوشگوار روابط کا تقابلی جائزہ لینے کے لئے مناسب ہو گا کہ مغرب کی متمدن دنیا میں آجر و اجیر کے تعلقات پر تاریخ کے آئینے میں ایک نظر ڈالی جائے۔ علامہ اقبال نے بجا طور پر مزدور کے اوقات تلخ ہونے اور سرمایہ دار کے ہاتھوں انتہائی سادگی سے مات کھانے کی نشان دہی فرمائی تھی۔ چنانچہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور سے چودہ سے لے کر سولہ سترہ گھنٹے اور بعض اہم مواقع پر مسلسل بیس گھنٹے یا اس سے بھی زائد عرصے تک کام لیا جاتا' انہیں اجرت کم دی جاتی' ان کے رہنے کے لئے چھوٹی سی کوٹھری دی جاتی جو غلاظت و عفونت کی وجہ سے جہنم زار ہوتی۔

تفصیل کے لئے دیکھئے (حفظ الرحمٰن سیوہاروی : اسلام کا اقتصادی نظام' ملتان' ۱۹۵۱ء ص ۴۲۶)

اب سے قریباً دو صدیاں پہلے ۱۷۷۶ء میں آدم سمتھ نے مزدوروں کے لئے MOTIVATIONAL TECHNIQUES کے طور پر تنخواہوں

marfat.com

Marfat.com

نفع میں حصہ داری' WAGE INCENTIVE کے سلسلے میں حوصلہ افزائی
فیکٹری کے چلانے میں ملازمین سے مشاورت طرز کی اصلاحات کو متعارف کرایا۔
اٹھارویں صدی عیسوی میں ہی رابرٹ اوون ROBERTOWEN نے جس
کا تعلق اسکاٹ لینڈ سے تھا محنت کشوں کی معاشی اور معاشرتی بہبود کیلئے دلچسپی لی۔
اس نے یہ اعلان کیا کہ مزدوروں کو ایک کموڈیٹی COMMODITY تصور نہ
کیا جائے۔ گویا محنت کشوں کو انسان کی بجائے عام اشیا گرداننے کے تصور کو
اٹھارویں صدی کے اواخر میں چیلنج کیا گیا۔

۱۸۳۲ء میں چارلس ببیج C.BABBAGE نے پیداواری
صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لئے آجر و اجیر کے باہمی مفادات کے تحفظ اور
اشتراک و تعاون کی آواز بلند کی۔ ۱۸۸۰ء میں مغرب میں ٹریڈ یونین نے رواج
پایا۔ لیکن امریکا میں اس کے خلاف خاصی مہم جاری رہی حتی کہ ۱۹۳۵ء میں ویگز
ایکٹ (Wagner Act) میں اسے کچھ مثبت حوصلہ افزائی مل سکی۔ ۱۹۴۰ء
میں اجیروں کے ساتھ روابط کو اور زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی۔ حال ہی میں یعنی
۱۹۶۲ء میں امریکہ کے در کنیڈی نے ایک آرڈر کے ذریعہ سے COLLEC-
TIVEBARGAINING AGENTS اجتماعی سود اکاری کے منتخب
نمائندے کو امور حکومت میں شریک کیا۔ ۱۹۶۴ء میں (CIVIL
RIGHTS ACT) نے اجیروں کی اہمیت کو مزید استحکام بخشا' اور اب مغربی دنیا
میں جہاں مزدوروں کو بے جان مشینوں کی سی حیثیت حاصل تھی اب یہ احساس
ابھرنے لگا ہے کہ انسان مشین سے زیادہ اہم ہے۔ یہ تو تھا مغربی دنیا میں آجر و اجیر
کے روابط کا مختصر نقشہ جس پر اہل مغرب اور مغربی تہذیب سے مرعوب
حضرات نازاں ہیں اور بعض نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ مزدوروں کی فلاح و بہبود
میں پروٹسٹنٹ اخلاقیات نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

آجر واجیر کے روابط اخلاقیات نبوی علیہ وسلم کی روشنی میں

اب ہم اخلاقیات نبوی علیہ وسلم کی روشنی میں آجر واجیر کے روابط کا جائزہ لیتے ہیں :

آجر واجیر کے الفاظ کا مفہوم بے حد وسیع ہے۔ اجیروں میں سرکاری' نیم سرکاری غیر سرکاری اداروں میں کام کرنے والے جملہ ملازمین' افسروں سے کلرکوں بلکہ نائب قاصدوں تک' تجارتی اداروں میں کام کرنے والے کارکن' ملوں اور فیکٹریوں کے مزدور' چند دنوں بلکہ چند ساعتوں کے لئے اجارے پر کام کرنے والے سبھی لوگ شامل ہیں۔ اگرچہ ہر ایک کا دائرہ کار مختلف ہوتا ہے' بعض کو قیادت و سیادت' نگرانی اور تنظیم کے فرائض انجام دینا ہوتے ہیں بعض لوگوں میں فنی مہارت و دسترس مطلوب ہوتی ہے' بعض کو دماغی کاوش سے کام لینا ہوتا ہے' بعض سے جسمانی مشقت کا کام لیا جانا مقصود ہوتا ہے۔ اخلاقیات نبوی میں عمومی طور پر وہ اساسی رہنما زریں اصول دیے گئے ہیں جن کی روشنی میں حالات و زمانہ کی رعایت سے کام کی نوعیت اور اجیر کی صلاحیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام درجات کے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے آجر واجیر کے روابط کے بے شمار متنوع مسائل کی گہرائیوں میں جانا مقصود نہیں اور نہ یہ مختصر مقالہ اس کا متحمل ہو سکتا ہے لہذا ان مسائل کی پانچ بڑی صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) اجیر کی تقرری (سلیکشن کے معیار اور انٹرویو) کے مسائل۔

۲) اجیر کے حقوق و مراعات کے مسائل۔

۳) آجر کے حقوق کے مسائل۔

۴۔) آجر واجیر میں تنازعہ پیدا ہونے کی صورت میں مسائل۔

۵۔) آجر واجیر کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کے اساسی اصول۔

سب سے پہلے ہم اجیر کی تقرری کو زیر بحث لاتے ہیں۔ قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شیخ ... کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :

marfat.com

Marfat.com

قَالَتْ اِحْدٰاهُمَا يٰاَبَتِ اسْتَاجِرهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ
اسْتَاجَرْتُ الْقَوِیُّ الْاَمِيْنُ○ قَالَ اِنِّیْ اُرِيْدُ اَنْ
اَنْكِحَكَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَيْنِ عَلٰی اَنْ تَاْجُرَنِیْ
ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا
اُرِيْدُاَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰلِحِيْنَ○ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِیْ وَبَيْنَكَ اَيَّمَاالْاَ جَلَيْنِ
قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰهُ عَلٰی مَانَقُوْلُ وَكِيْلٌ○

(۲۸:۲٦ ۲۷)

اس ارشاد خداوندی میں مندرجہ ذیل پانچ زریں اصولوں کی طرف رہنمائی کی گئی ہے :

۱۔ اجیر جسمانی اعتبار سے قوی ہو (PHYSICAL FITNESS)

۲۔ اس میں دیانت و امانت کا جوہر موجود ہو (ہمارے ہاں کیریکٹر سرٹیفیکیٹ کا رواج تو ہے لیکن وہ محض ایک رسم (FORMALITY) ہے اسلام اسے عملی اور حقیقی صورت دینا چاہتا ہے۔

۳۔ آجر اجیر کو کام کی نوعیت اور مدت کار کو واضح طور پر بیان کردے۔

۴۔ آجر اجیر کو اس امر کی یقین دہانی کرا دے کہ کام اس کی ہمت سے بڑھ کر نہیں لیا جائے گا۔ جیسا کہ وماارید ان اشق علیك سے واضح ہے۔

۵۔ آجر اور اجیر دونوں ایک دوسرے کو اخلاص اور حسن عمل کا یقین دلائیں جیسا کہ شیخ مدین نے سَتَجِدُنِیْٓ اِنْشَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور حضرت موسیٰ علیہ نے واللّٰه علی مانقول وكيل کہہ کر یقین دلایا۔ دور حاضر میں مقاصد کے ساتھ وابستگی اور خلوص کے اظہار کے لئے اسے خلف بر داری کا نام دیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم نے حضرت یوسف علیہ السلام اور عزیز مصر کے باہمی معاملے کو ذکر کیا ہے :

marfat.com
Marfat.com

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ٥

(۱۲:۵۵)

اس سے یہ موٹی سی بات واضح طور پر مستنبط ہوتی ہے کہ کسی شخص کی تقرری کے وقت بالخصوص ناظم' قائد' نگران' وزیر' سفیر' پروفیشنل مینجر کی تقرری کے موقع پر' اس کی فنی مہارت اور خصوصی صلاحیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ وہ اپنے دائرہ عمل میں تمام تر خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا سکے۔

سورہ بقرۃ میں طالوت کی بحیثیت سپہ سالار و جرنیل تقرری پر جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ لینڈ لارڈ اور بنک بیلنس رکھنے والے خاندان کا فرد نہیں تو تقرر کرنے والے نبی نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفَاہُ عَلَیْکُمْ وَ زَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲:۲۴۷)

مختصر یہ کہ متمول طبقے رکھنے کی بنا پر نہیں بلکہ تقرری کے وقت کام کی نوعیت کے مطابق اس کی جسمانی اور فنی و علمی صلاحیتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

علامہ ماوردی نے ''الاحکام السلطانیہ'' میں اور ابو نصر فارابی نے کتاب ''آراء اھل المدینۃ الفاضلہ'' میں ایک حکمران اور امام کی جن خصوصیات کا مفصل ذکر کیا ہے ان کا تجزیہ کیا جائے تو ان کا مدار یہی آیات کریمہ ہیں۔ یہاں اس امر کا ذکر بھی بے حد ضروری ہے کہ تقرری کے وقت قرآن حکیم اور ارشادات نبوی کی روشنی میں عمومی طور پر امیدوار کی صالحیت' ملک و ملت سے اس کی وفاداری اور مقصد سے وابستگی کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ یعنی قابلیت (ABIL-ITY) کے ساتھ ساتھ شرافت (NOBILITY) بھی ملحوظ رہے۔

اجیر کے حقوق :۔

اب ہم شریعت اسلامیہ میں اجیر کے حقوق و مراعات کے مسائل کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ امر واضح ہوتا ہے کہ :

۱۔ اجیر کا پہلا حق یہ ہے کہ اس سے اجرت اور کام کی نوعیت کا واضح تعین کر

marfat.com

Marfat.com

دیا جائے (القرآن ۲۸ : ۲۷)

۲۔ اجیر کا دوسرا حق یہ ہے کہ مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی جائے۔ مقصود یہ ہے کہ اس میں فوری ادائی -PROMPT PAY) (MENT کا طریق ملحوظ ہو۔ (مشکوۃ المصابیح طبع دمشق ج ۲ ص ۱۳۱)

۳۔ اجیر کا تیسرا حق یہ ہے کہ خواہ مخواہ حیلوں بہانوں سے کام لیتے ہوئے اس پر مختلف ذمہ داریوں کا تاوان ڈالتے ہوئے اسے اجرت سے محروم نہ کیا جائے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ : ان تین اشخاص سے جن پر خداوند قدوس قیامت کے روز عتاب فرمائیں گے ایک شخص وہ بھی ہو گا جو اجیر سے پورا کام لے اور پھر اس کی اجرت ادا نہ کرے۔

(استاجر فاستو فی منه ولم یعطه اجره)

(صحیح بخاری طبع مصر الجزالثالث : ۱۱۸)

۴۔ حضور ﷺ نے مملوک و ماتحت کو -PHYSICAL TOR) (TURE جسمانی ایذا سے سختی سے منع فرمایا۔ صحیح مسلم میں اس سلسلے میں متعدد احادیث مروی ہیں۔

۵۔ حضور ﷺ نے موجودہ دور کے -SUBSISTENCEW) (AGES کے تصور کو بہت پہلے پیش فرمایا اور فرمایا :

"اسے کھانا اور لباس فراہم کیا جائے اور ان سے وہی کام لیا جائے جس کی وہ استطاعت رکھتے ہوں"۔ صحیح مسلم میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے :

للمملوك طعمه و كسوته ولا يكلف من العمل الا مايطيق

امام نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں کھانے اور لباس سے اس کی جملہ ضروریات مراد لی ہیں۔ ونبه بالطعام والكسوة على سائر المئون التي يحتاج اليها۔

۶۔ اگر اجیر سے معمول سے زیادہ کام لیا جائے تو اس کی معمول سے زیادہ اعانت کی

marfat.com

Marfat.com

جائے مثلاً اوور ٹائم بونس۔ انعام وغیرہ کی صورت میں اضافی معاوضہ دیا جائے۔
صحیح بخاری میں ہے:

فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل و
لیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم ما یغلبھم فان
کلفتموھم ما یغلبھم فاعینوھم (صحیح بخاری، طبع مصر،
جلد ۳ : ۱۹۵) گویا اجیر کو نفع میں بھی شریک کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ اجیر کا یہ بھی حق ہے کہ اسے اضافی معاوضے، منصبی ترقی (PROMO-TION) سے بہرہ ور کیا جائے۔ اور اسے اس کے کام کی نوعیت کے مطابق، رہائشی اور سواری کی سہولتیں بھی فراہم کی جائیں۔

۸۔ اجیر سے کام اسے مسلمان بھائی سمجھ کر لیا جائے۔ مزدور سمجھ کر اس سے تحقیر آمیز رویہ اختیار کر کے اس کے وقار اور عزت نفس کو مجروح نہ کیا جائے۔

اخلاقیات نبوی میں اس ضمن میں متعدد ارشادات ہیں جن میں سے میں نے صرف چند ایک کا ذکر نمونہ کے طور پر کیا ہے۔

آجر کے حقوق

اسلام دین فطرت ہے۔ اعتدال و توازن سے کام لینے کی تاکید کرتا ہے اس لئے جہاں اخلاقیات نبوی میں اجیر کے حقوق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وہاں آجر کے حقوق کو بھی پیش نظر رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ مصلح اعظم ﷺ نے فرمایا۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد صحیح مسلم میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

ان العبداذا نصح لسیدہ واحسن عبادۃ اللہ فلہ
اجرہ مرتین۔

ایک اور ارشاد ہے: للعبدالمملوک المصلح اجران۔

گویا قرآن حکیم اور صاحب قرآن ﷺ کے متعدد عمومی ارشادات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اجیر کو آجر کا کام پوری محنت و کاوش اور خوش اسلوبی سے

marfat.com
Marfat.com

انجام دینا چاہیے اور اس کے مال کو لاپرواہی سے ضائع کرنے یا تغافل برتنے سے گریز کرنا چاہیے۔

یہاں اس امر کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ سوشلسٹ نظام میں شدت اور سختی پر مبنی سخت گیر ڈسپلن پایا جاتا ہے تو سرمایہ دارانہ نظام میں اجیر سے کام لینے کے لئے دام تحریص پھیلایا جاتا ہے۔ گویا دونوں نظاموں میں محرک وعامل خارج سے عائد کیا جاتا ہے جبکہ اسلام نے افراط و تفریط سے ہٹ کر۔ نظم و ضبط کے ساتھ ساتھ نیزے کی نوک سے نہیں بلکہ دلوں پر دستک دے کر اندر کے انسان کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ آجر و اجیر کے تعلقات کے لئے ہادی اسلام ﷺ نے جو عمومی اور اساسی اصول دیئے ہیں مثلاً ایمان وایقان کی شمع روشن کرنے کے ساتھ ساتھ اخوت' مساوات' تعاون' ایثار' صبر' توکل' عفو و درگزر' ایک دوسرے کی مدد و اعانت' قیامت کے روز جواب دہی۔ یہ اصول باہمی خوشگواری و سازگاری پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

مسلم لیبر کورٹ

اب ایک انتہائی نازک مسئلے کا ذکر کرتا ہوں کہ یہود کی پھیلائی ہوئی سازش سے جو ان کے پروٹوکال کے طبع ہونے سے منظر عام پر آچکی ہے۔ حریت اور حقوق کے نام پر اجیر کو ہڑتال اور آجر کو تالا بندی پر اکسایا گیا ہے۔ یہود کے اکابر کا مقصد یہ تھا کہ ہڑتال ہو یا تالا بندی' غیر یہود اقوام میں ان سے پیداواری صلاحیت یقیناً متاثر ہو گی۔ چنانچہ جہاں گزشتہ دور میں صرف بندہ مزدور کے اوقات کی تلخیوں کا ذکر تھا۔ اب بعض جگہ مزدوروں نے آجروں کے اوقات تلخ کر رکھے ہیں۔ اور ٹریڈ یونین قسم کی تنظیمیں' بعض دفعہ جائز حق منوانے کے بجائے آجر کے استحصال پر اتر آتی ہیں اور ناجائز مطالبات کی فہرست پیش کر کے یہود کی سازش کی عملی معاونت کرتی ہیں۔ اسلام نے نہ تو آجر کو اجیر کے استحصال کی اجازت دی ہے اور نہ ہی اجیر کو آجر کے استحصال کا حق دیا ہے۔ بلکہ اسلام تو عدل و

marfat.com
Marfat.com

انصاف پر مبنی رویے کو ابھارتا ہے' باہمی تعاون اور انصاف پر مبنی یہی رویہ آجر و اجیر کے تعلقات کو خوشگوار اور سازگار بنا سکتا ہے۔ یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ اسلام فلاحی انجمنوں کے قیام کی ترغیب دیتا ہے' لیکن کسی کے استحصال کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا' لہٰذا آجر و اجیر کے مابین سنگین پیدا شدہ مسائل اور تنازعوں کو حل کرنے کے لئے' ہادی اسلام ﷺ کی تعلیمات کی روشنی کی بہترین صورت ایک مسلم لیبر کورٹ کا قیام ہے جس میں ایسے منصف و قاضی کا تقرر عمل میں لایا جائے جو نہ صرف عادل ہو بلکہ اجارے کے معاملات میں پوری طرح مہارت رکھتا ہو۔ اور شریعت کے تقاضوں سے پوری طرح آگاہ ہو۔ اور یہ کورٹ فریقین کے دلائل کو سن کر اعلیٰ اسلامی عدل کی روایات کے مطابق منصفانہ فیصلہ دے۔

میں اپنا مقالہ اس تجویز پر ختم کرتا ہوں کہ آج جب کہ عالم اسلام میں اسلامی نظام حیات کو نافذ کرنے کی مساعی جمیلہ عمل میں لائی جارہی ہیں ہمیں ملکی سطح اور عالم اسلام کی سطح پر علماء وکلاء اور ماہرین پر مشتمل ایسے تحقیقی بورڈ قائم کرنے چاہئیں جو عصر حاضر کے پیدا کردہ مختلف مسائل پر غور و فکر کر کے اخلاقیات نبوی ﷺ کی روشنی میں ان کا حل پیش کریں۔ مجھے کام میں مشکلات اور رکاوٹوں کا پورا پورا احساس ہے لیکن پر عزم رسول عربی کا اسوہ ہمیں دعوت فکر و عمل دے رہا ہے اور بقول علامہ اقبال

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف

marfat.com
Marfat.com

باب پنجم

مرکز محبت صلی اللہ علیہ وسلم

☆ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں؟

☆ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبرؓ

marfat.com
Marfat.com

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں؟

قرآن حکیم وہ صحیفہ فطرت ہے جس نے حیات انسانی کے جملہ شعبوں اور گوشوں کو اپنی نورانی ہدایت سے منور کر رکھا ہے۔ قرآن حکیم کا اعجاز لفظی تو اپنی صوتی تاثیر سے ایک عام سامع جو معانی و مطالب سے آگاہ بھی نہیں، کے کانوں میں رس گھولتا ہے لیکن قرآن کریم کا اعجاز معنوی ارباب بصیرت کو لبریز معانی ہونے کی بناء پر دعوت غور و فکر دیتا ہے۔

قرآن حکیم نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم کو گلدستہ صفات و کمالات بنایا ہے۔

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء: ۱۰۷)

مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب: ۴۰)

تَبَارَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا (الفرقان: ۱)

marfat.com
Marfat.com

يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝
وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

(الاحزاب : ۴۵'۴۶)

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (یٰس :۱-۴)
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (سبا ۲۸)
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم :۴)
وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ
تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النسا :۱۱۳)
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ
يُّوْحٰى ۝ (النجم :۳'۴)
اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ (الم نشرح :۱)
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الم نشرح :۴)

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے "ہمہ قرآن در شان محمد ﷺ" رب کائنات نے حضور ﷺ کی عظمت کو اپنے پاک کلام میں بار بار اور کثرت سے اجاگر فرمایا ہے لیکن کیوں ؟اس لئے کہ ایک طرف تو حضور ﷺ کی ذات عبدیت کاملہ کے منتہائے کمال پر پہنچ کر' مجمع کمالات بن کر' اوج کمال کی عظمتوں پر فائز ہے تو دوسری طرف قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے دائمی نمونہ کمال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب :۲۱)
مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء :۸۰)

گویا عبد کامل جب ممدوح رب العالمین قرار پایا تو "مطاع حقیقی" کی جانب سے اسے عالم انسانیت کے لئے "مطاع" قرار دے دیا گیا۔

marfat.com
Marfat.com

یہاں کسی ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ کیا "مطاع" کی اطاعت کے لئے اس سے عشق کرنا اسے اپنی محبت و شیفتگی کا مرکز و محور بنانا بھی ضروری ہے اور اگر ضروری ہے تو کیوں؟

اس موضوع پر قدرے تفصیل سے گفتگو کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عشق اور حب کے مفہوم اور ان کے باہمی فرق وامتیاز کو واضح کر دیا جائے۔

عشق کا مفہوم

عشق کے لغوی معنی ہیں کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا۔ المنجد میں ہے عشق عشقا و عشقا و معشقا...... تعلق به قلبه...... چنانچہ عشق بالشی کے معنی ہیں لصق بہ (وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا) عشق و محبت کے الفاظ اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اہل زبان نے ان میں یہ فرق کیا ہے کہ محبت جب شدت اور محویت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ العشق افراط الحب و یکون فی عفاف و دعارة ابن منظور نے لسان العرب میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

العشق فرط الحب وقیل هو عجب المحب بالمحبوب یکون فی عفاف الحب و دعارته

عشق، محبت کی زیادتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عشق محبّ کا محبوب کے ساتھ والہانہ شغف ہے جو محبت کی پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرح ہو سکتا ہے۔

ابن منظور نے عشق و محبت کا موازنہ کرتے ہوئے احمد بن یحیٰی کے حوالے سے لکھا ہے:

وسئل ابو العیاس احمد بن یحی عن الحب والعشق ایهما احمد؟ فقال الحب لان العشق فیه افراط

marfat.com
Marfat.com

احمد بن یحییٰ سے جب پوچھا گیا کہ عشق و محبت دونوں میں سے کون زیادہ قابل ستائش ہے ؟ تو انہوں نے کہا "حب" کیونکہ عشق میں انسان حد افراط کو پالیتا ہے

ابن منظور نے اس افراط زیادتی کی توجیہہ یہ پیش کی ہے :

وسمی العاشق عاشقالانه یذبل من شدة الهوی کماتذبل العشقةاذاقطعت والعشقة شجرة تخضر ثم تدق و تصفر

عاشق کو عاشق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ شدت آرزو اور محبت سے دبلا ہوتا چلا جاتا ہے جیسا کہ ایک جھاڑی "العشقہ" جب اسے کاٹ دیا جائے تو پتلی ہو جاتی ہے اور عشقہ وہ پودا ہے جو سرسبز و شاداب ہوتا ہے لیکن پھر پژمردہ ہو جاتا ہے اور زرد پڑ جاتا ہے اگرچہ زبان و ادب میں لفظ خلق کی طرح لفظ عشق بھی اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے لیکن اکثر یہ دونوں الفاظ اچھے معنوں میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ خلق کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لیے اہل زبان "سوء خلق یا خلق بد" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور عشق کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لیے ہوس کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور لفظ عشق کامل وابستگی کے مثبت پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔

حکیم الامت علامہ اقبال رحمہ اللہ تو بس عشق کے دلدادہ ہیں۔ ان کی نگاہ میں عشق وہ بادہ جانفزا ہے جس سے ہاتھ کی لکیریں رگ جان ہو جاتی ہیں۔ کیف و مستی اور جذب و شوق نہ ہو تو ان کے نزدیک من کی دنیا آباد ہی نہیں ہوتی۔ دل کی ایک مستانہ لغزش ان کے ہاں رشک صد سجدہ نظر آتی ہے۔ علم و عشق کے عنوان سے علامہ مرحوم نے جو نظم لکھی ہے۔ اس کا حسب ذیل بند ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات
علم مقام صفات' عشق تماشائے ذات

marfat.com

Marfat.com

عشق سکون و ثبات' عشق حیات و ممات
علم ہے پیدا سوال' عشق ہے پنہاں جواب

علم کا تعلق عقل سے ہے تو عشق کا دل سے۔ "عقل و دل" کے عنوان سے شاعر مشرق رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مکالمہ پیش کیا ہے۔ عقل اپنی برتری کا احساس دلاتی ہے۔ لیکن دل اس کی عظمت و احترام کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی فوقیت ان الفاظ میں ثابت کرتا ہے۔

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے
تو خدا جو' خدا نما ہوں میں
علم کی انتہا ہے بے تابی
اس مرض کی مگر دوا ہوں میں
شمع تو محفل صداقت کی
حسن کی بزم کا دیا ہوں میں
تو زمان و مکاں سے رشتہ بپا
طائر سدرہ آشنا ہوں میں
کس بلندی پہ ہے مقام مرا
عرش رب جلیل کا ہوں میں

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی نظم "محبت کا مطالعہ کیجئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ پوری کائنات بس عشق و محبت کے دم قدم سے ہی آباد ہے۔ یہ عشق کا جذبہ ہی ہے جو دل کو سوز و گداز سے لذت آشنا کرتا ہے اور یہ سوز و گداز روحانی زندگی کی جان ہے۔ اسی سے روح پرور نغمے ابھرتے ہیں۔ حضرت بلالؓ کے حضور ان الفاظ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں :

اذان اول سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

marfat.com
Marfat.com

گویا یہ عشق کا ہی جذبہ اور فیضان ہے جو روح کو گرماتا ہے' دل کو تڑپاتا ہے' آواز میں سوز اور مستی کی ایک نشاط آفریں کیفیت پیدا کرتا ہے:

ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

لیکن یہ عشق اس عشق سے یکسر مختلف ہے جو ہوس کی ارتقائی صورت ہوتی ہے' جو در حقیقت عشق نہیں ہوتی لیکن عشق کا روپ دھار لیتی ہے۔ اس کا اثر محض وقتی اور عارضی ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ اثر زائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ ورنہ عشق حقیقی تو ہمیشہ پائندہ اور تابندہ ہوتا ہے۔ بقول مولانا روم

زانکہ عشق مردگان پائندہ نیست
چونکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست

اور

عشق آں زندہ گزیں کو باقی است
وز شراب جاں فزانت ساقی است

یہ عشق حقیقی ہی ہے جو انسان کو اعلیٰ وارفع مقام پر لے جاتا ہے اور انگارہ خاکی کو بال و پر روح الامین عطا کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شدید محبت کو والذین امنوا اشد حباللہ کے ارشاد میں مومن کے ایمان کا نشان قرار دیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس سے عشق ہو انسان کے لیے اس کی بات ماننا آسان ہو جاتا ہے۔ وہ تعمیل کے لیے آسان ہو جاتی ہے اور اگر رسالت مآب ﷺ سے عشق ہے تو اس کے فرامین کی متابعت سہل ہو جاتی ہے۔ گویا عشق حقیقی کا مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ والہانہ محبت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اس کے احکام و فرامین کی بے چون وچرا تعمیل کرے۔

عشق حقیقی

قرآن کریم نے جو خزینہ معرفت وبصیرت ہے' انسان کو عشق کی وادی میں یونہی دھکیل نہیں دیا بلکہ گوہر مقصود حاصل کرنے کے لیے اسے متعین

marfat.com
Marfat.com

راستہ بھی بتا دیا ہے تاکہ وہ جادہ منزل عشق سے بھٹکنے نہ پائے۔ چنانچہ خلاق فطرت، محبوب مطلق جل شانہ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ
یعنی فرما دیجئے اے محبوب ﷺ اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اور اتباع اطاعت کا وہ درجہ ہے کہ تعمیل ارشاد مجبورانہ ہو بلکہ برضاو رغبت انجام پائے اور یہ رضا و رغبت اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جب محبوب سے محبت اور کامل وابستگی حاصل ہو۔ اسی لئے قرآن حکیم نے حب الٰہی کے ساتھ ساتھ حب رسول ﷺ کی تلقین بھی فرمائی۔ ارشاد باری ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُ کُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ٥

اے نبی اکرم ﷺ کہہ دو کہ تمہارے باپ، بیٹے، بھائی تمہاری بیویاں، تمہارے عزیز و اقارب، تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، تمہارے کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تمہیں پسند ہیں، اگر یہ تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے راستے میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا انحصار اتباع رسول ﷺ پر ہے اور اتباع رسول ﷺ پر موقوف ہے اور حب الٰہی اور

marfat.com

Marfat.com

حب رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار مومن ہی جہاد فی سبیل اللہ میں صحیح معنوں میں حصہ لیتا ہے۔ اور اپنے معبود حقیقی کے مشن کی واقعی تکمیل میں کوشاں ہوتا ہے۔ گویا عشق الٰہی کا زینہ عشق رسول ﷺ ہے اور جب تک حب رسول ﷺ اپنے کمال پر نہ پہنچے مومن ایمان کامل کی حلاوت سے لذت آشنا نہیں ہو سکتا۔ خود حضور اکرم ﷺ کے ایک فرمان عالی سے اس کی توثیق ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

انت احب الی یارسول اللّٰہ من کل شی الانفسی ۔
التی بین جنبی
یارسول اللہ! آپ مجھے کائنات کی ہر شے سے عزیز ہیں سوائے
اس جان کے جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔
رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

لاتکون مومنا حتی اکون احب الیك من نفسك
تو ہرگز مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک میں تجھے تیری
جان سے بھی عزیز تر نہ ہو جاؤں۔
حضرت عمرؓ نے شدت احساس سے اسی وقت عرض کیا:

والذی انزل علیك الکتاب لانت احب الی من
نفسی التی بین جنبی۔
اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی یا
رسول اللہ! اب آپ مجھے اس جان سے بھی عزیز تر ہیں جو
میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔
نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

الان یا عمر تم ایمانك
اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت انسؓ سے اسی بارے میں جو حدیث مروی ہے وہ اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

لایومن احد کم حتی اکون احب الیه من نفسه
وماله وولده ووالده والناس اجمعین

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا
جب تک میں اسے اس کی جان' اس کے مال' اس کی اولاد اس
کے والدین اور پوری نوع انسانی سے عزیز تر نہ ہو جاؤں

لیکن کیا اپنی جان' مال' اولاد' والدین اور دیگر احباب و اقارب سے محبت کا قلع قمع کر دیا جائے جیسا کہ تاریخ ادیان عالم میں ان لوگوں کا شیوہ رہا جنہوں نے رہبانیت اختیار کی۔ بھرپور زندگی کو چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لی اور غرق دنیا سے بچ کر ترک دنیا میں سکون و طمانینت تلاش کی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں بہت سی قوموں نے ٹھوکر کھائی لیکن اسلام دین فطرت ہے اس نے اعتدال و توازن کی راہ سو جھائی۔ پیر کرم شاہ صاحبؒ نے اس مضمون کو نہایت خوبصورت اسلوب میں بیان کیا ہے۔

دین اسلام کیونکہ دین فطرت ہے وہ انسان کے طبعی تقاضوں اور اس کی ضروریات کا مناسب خیال رکھتا ہے اس لئے اس نے یہ حکم نہیں دیا کہ سرے سے محبت کے یہ رشتے توڑ ڈالے جائیں اور ان چیزوں کی طرف سے بالکل توجہ ہی ہٹالی جائے لیکن کیونکہ انسانی زندگی کی غرض و غایت صرف انہی چیزوں تک محدود نہیں بلکہ ان سے بہت آگے اور بہت بلند ہے اس لئے انسان کو انہی تعلقات اور انہی اشیاء میں کھو جانے سے روکا ہے اور حکم دیا کہ بے شک ان اشیاء سے محبت و پیار کرو لیکن صرف اس حد تک جبکہ یہ چیزیں تمہاری روحانی ترقی میں حائل نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی محبت اور عشق سے نہ ٹکرائیں۔ ایثار و شہادت کے میدان میں جانے سے تمہارا راستہ نہ روکیں۔ اگر کبھی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو پھر ان تعلقات کو اور ان چیزوں کو پائے حقارت

marfat.com
Marfat.com

سے ٹھکراتے ہوئے آگے نکل جاؤ۔" (ضیاء القرآن' جلد دوم: ۱۹)

ثابت ہوا کہ مختلف اور متنوع مرغوبات نفس کی جلوتوں میں بھی قلب مومن عشق مصطفیٰ ﷺ کی لذت سے بہرہ یاب رہتا ہے بقول آتش لاہوری ؎

ہزار عشق ہو بتوں سے آتش پر وہ کہاں
دل کو جو خاص تعلق مہ عرب سے ہے

گویا فرزند توحید کے لئے کارگہ حیات میں یہ جلوت' عشق مصطفیٰ ﷺ کے لئے خلوت میں حائل ومانع نہ رہے۔ اتباع رسول کے قرآنی حکم میں حکمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اکثر انسانی آرزو "مرکز محبت" کو محسوس و مشہود صورت میں دیکھنا چاہتی ہے۔ علامہ اقبال نے اس بارے میں اپنے جذب و شوق کو کس بے ساختہ انداز میں ان الفاظ میں سمویا ہے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں

ظاہر ہے کہ اسلام دین توحید ہے جس میں معبود حقیقی کا لباس مجاز میں آنا عقائد حقہ کی رو سے محال ہے بلکہ اسلام نے حلول و تجسم کے عقائد باطلہ کا سختی سے ردبیان کیا ہے اور فرزند توحید کی رہنمائی اس طرح فرمائی کہ وہ نسبت محمدی کے فیضان سے بہرہ یاب ہو اور وہ اس طرح کہ جب وہ شمائل رسول میں' محبت اور عقیدت میں ڈوب کر' غور و فکر اور دلچسپی سے کام لے گا تو حضور کی عظیم اور مثالی شخصیت سے جس قدر متاثر ہو گا اسی قدر نسبت محمدی ﷺ میں استحکام پیدا ہوتا چلا جائے گا جو عشق مصطفیٰ ﷺ پر منتج ہو گا۔

اتباع کی لغوی تشریح میں امام راغب اصفہانی نے بڑی عمدہ بات کہی ہے لکھتے ہیں۔

"والتبیع خص بولد البقر اذاتبع امہ" (المفردات) (کہ گائے کے بچھڑے کو عربی زبان میں تبیع اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ (فرط شوق سے) اپنی ماں کے پیچھے پیچھے چلتا ہے) اس میں اشارہ ہے کہ اتباع وہ عمل ہے جس میں ناگوار اطاعت کے بجائے اطاعت میں خوشگواری کی کیفیت حاصل ہو۔ اس

marfat.com
Marfat.com

کی مثال یہ ہے کہ ایک افسر اپنے نائب قاصد کو حکم دیتا ہے کہ فلاں شے ابھی لے کر آؤ۔ نائب قاصد' کڑکتی دھوپ اور جھلسا دینے والی گرمی میں' انتہائی ناگواری کے ساتھ محض اپنی نوکری کو بچانے کے لئے حکم کی تعمیل بجالاتا ہے۔ دوسری طرف ایک معلم اپنے سعادت مند شاگرد کو بلا کر کسی شے کے لانے کو کہتا ہے اور ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ گرمی بہت سخت ہے ذرا موسم ٹھیک ہو جائے تو سہولت سے یہ چیز لے آنا لیکن سعادت مند شاگرد جھلسانے والی گرمی اور کڑکتی دھوپ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے محض استاذ کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرط سعادت سے دوڑتا ہوا جاتا ہے اور پسینے میں شرابور لیکن پوری قلبی طمانینت کے ساتھ مطلوبہ شے لا کر استاد کی خدمت میں' اپنی آنکھوں میں غنچہ ہائے سعادت نچوڑ کر' نہایت ادب و شائستگی سے پیش کرتا ہے۔ پہلی صورت میں ناگواری کے احساس کے ساتھ مطلق اطاعت ہے جبکہ دوسری صورت سعادت اور خوشگواری کے جذبہ سے سرشار ہو کر اطاعت بجالانا ہے اور اسی کو اتباع کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کے لئے رسول اکرم ﷺ کے اتباع کی تلقین میں یہی حکمت کار فرما ہے۔

گویا حب الٰہی کے حصول کے لئے اتباع رسول اور اتباع رسول کے لئے عشق رسول اور عشق مصطفےٰ ﷺ ایک ایسا ذریعہ اور وسیلہ ہے جو مومن کی دنیوی اور اخروی سعادتوں اور کامیابی و کامرانی کی مکمل ضمانت فراہم کرتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوْا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْراً ٥ (الاحزاب: ۲۱)

marfat.com
Marfat.com

عشق رسول ﷺ اور سیدنا صدیق اکبرؓ

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

شیشہ دہر میں مانند مئے ناب ہے عشق
روح خورشید ہے' خون رگ مہتاب ہے عشق
دل ہر ذرہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی
نور یہ وہ ہے کہ ہر شے میں جھلک ہے اس کی

تاریخ ادیان عالم بلکہ پوری تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو عشق و محبت کے مسحور کن نغمے' مختلف افسانوں' داستانوں اور حکایتوں کی صورت میں دلوں کو گرماتے اور کانوں میں رس گھولتے نظر آتے ہیں۔ عشق و محبت کی ان داستانوں کا مرکز و محور اگر حسن بتاں رہا ہے تو ایسے اہل دل بھی موجود رہے ہیں جنہوں نے عشق و محبت کا جو پاکیزہ' مثالی اور متوازن تصور اور حضور رسالت مآب ﷺ سے کامل وابستگی کی جو درخشندہ اور تابناک مثال اعلان رسالت کے مصدق اور آیت خلافت کے مخاطب اول سیدنا صدیق اکبرؓ نے پیش کی ہے پوری تاریخ انسانی اس جیسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

marfat.com
Marfat.com

اس دعوے کا محرک محض عقیدت وارادت کا وہ جذبہ نہیں جو ہمارے دلوں میں کار فرما ہے بلکہ اسے تاریخی شواہد اور حقائق کی میزان عدل پر تولا جا سکتا ہے اور دلائل وبراہین کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے۔

تاریخ اسلام میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے جذبہ عشق کو کیا اہمیت حاصل ہے؟ سیدنا صدیق اکبرؓ نے عشق رسول ﷺ کی کون سی درخشندہ مثالیں پیش کی ہیں اور یہ کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے عشق رسول ﷺ کا جو نمونہ پیش کیا ہے اس نے عالم انسانیت کو کیا سبق دیا ہے؟ یہ وہ چند مباحث ہیں جو زیر نظر مضمون میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

صدیق اکبر کا جذبہ عشق

سیدنا صدیق اکبرؓ کے عشق رسول ﷺ کی توثیق قرآن حکیم نے کی ہے' احادیث نے کی ہے اور تاریخ اسلامی کے اوراق تو سیدنا صدیق اکبرؓ کے عشق رسول ﷺ کے واقعات سے معمور اور روشن ہیں۔ سب سے پہلے ہم ان حقائق کا قرآن حکیم کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَاّتَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذاَ خرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُ وْاثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذهُمَافِي الْغَارِ اِذيَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍلَمْ تَرَوْ هَاوَ جَعَلَ كَلِمَتَه الَّذِيْنَ كَفَرُ وْاالسُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ٥

تم نے اگر نبی کی مدد نہ کی تو کچھ پرواہ نہیں اللہ اس کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے' جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس وقت اللہ نے اس پر اپنی طرف سے سکون قلب نازل فرمایا اور اس کی مدد ایسے لشکروں سے کی جو تم کو نظر نہ

marfat.com
Marfat.com

آتے تھے اور کافروں کا بول نیچا کر دیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے اور اللہ زبردست اور دانا ہے۔

ثانی اثنین کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابو سعود اپنی مشہور تفسیر "ارشاد العقل السلیم" میں لکھتے ہیں:

وجعله عليه الصلوة والسلام ثانيهما لمشى الصديق امامه و دخوله فى الغار اولا لكنسه وتسوية البساط.

رسالت مآب ﷺ کو "ثانی" اس لئے کہا گیا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ ان کے آگے آگے چلتے تھے اور سب سے پہلے غار میں داخل ہوئے تاکہ اسے صاف کر کے حضور ﷺ کے لئے چٹائی بچھا دیں۔

لصاحبه کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابو سعود فرماتے ہیں:

لصاحبه: اى الصديق...... والمراد بالمعية الولاية الدائمة التى لاتحوم حول صاحبها شائبة شى من الحزن

لصاحبہ اپنے ساتھی سے یعنی صدیقؓ سے اور معیت یعنی ساتھ سے مراد دائمی مدد و نصرت ہے جو دوست و محبوب کے لئے غم و حزن کا شائبہ تک باقی نہیں رہنے دیتی۔

حضور ﷺ سے سیدنا صدیق اکبرؓ کے عشق و محبت اور عظیم جانثاری کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

وفيه من الدلالة على علوطبقته الصديقؓ وسابقة صحبته مالا يخفى ولذالك قالو امن انكر صحبة ابى بكرؓ فقد كفر لانكاره كلام الله سبحانه وتعالى.

marfat.com

Marfat.com

اور اس میں حضرت صدیقؓ کے عظیم و بلند تر رتبے کی واضح
دلیل ہے نیز حضور علیہ السلام کی صحبت میں سبقت حاصل کرنے
کا اشارہ ہے جو کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اسی لیے اہل علم
نے کہا کہ جو شخص حضرت ابو بکرؓ کے شرف صحابیت کا
انکار کرے اس نے کفر کا ارتکاب کیا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ
سبحانہ کے کلام کا انکار کیا۔

علامہ محمود آلوسی نے اپنی شاہکار تصنیف "روح المعانی" میں سفر ہجرت کے ضمن میں غار ثور کا واقعہ درج کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس رات نبی کریم علیہ السلام انگلیوں کے بل چلے' سیدنا صدیق اکبرؓ سے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تکلیف دیکھی نہ گئی اور آپ کو بڑے ادب سے اٹھایا اور مضبوطی سے تھامے رکھا حتیٰ کہ غار پر پہنچ گئے تو آپ کو آہستگی سے اتارا اور بصد ادب عرض کیا:

والذی بعثك بالحق لا تدخل حتی ادخله فان
كان فيه شي نزل بی قبلك.

اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث
فرمایا آپ غار میں ہرگز داخل نہ ہوں جب تک کہ میں اس
میں داخل ہو کر پورا جائزہ نہ لے لوں تا کہ اگر اس میں کوئی
مضر شے ہو تو آپ سے پہلے مجھ پر وارد ہو۔

محبّ صادق سیدنا صدیق اکبرؓ داخل ہوئے تو اندر کوئی مضر جانور نظر نہ آیا تو انہوں نے رسالت مآب علیہ السلام کو پھر اٹھایا اور غار کے اندر لے آئے۔ جذبہ عشق سے سرشار اس محبّ صادق پر ایک اور کڑی آزمائش کا وقت آپہنچا۔ بقول علامہ آلوسی:

وكان فی الغار خرق فيه حيات وافاعی فخشی
ابوبكر ان يخرج منهن شی يوذی رسول
اللہ علیہ السلام فالقمه قدمه فجعلن يضربنه و يلسعنه

marfat.com
Marfat.com

اور غار میں ایک سوراخ تھا جس کے اندر سانپ اور افعی جیسے موذی جانور تھے۔ پس حضرت ابوبکر کو خدشہ لاحق ہوا کہ ان میں سے کوئی موذی جانور خدانخواستہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچائے پس آپ نے اپنا قدم اس سوراخ پر رکھ دیا پس ان موذی جانوروں نے آپ کے پاؤں پر ڈنگ مارنے اور ڈسنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

اس واقعہ کے ذکر کے بعد علامہ آلوسی سیدنا صدیق اکبرؓ کے عشق رسول کی جیتی جاگتی تصویر ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

وجعلت دموعه تنحدر و هو لا يرفع قدمه حبالرسول الله ﷺ

حضرت ابوبکرؓ کے آنسو بے ساختہ بہنے لگے لیکن آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے لاثانی عشق و محبت کی بنا پر اپنے قدم کو جنبش بھی نہ دی۔

گویا آنسوؤں کے موتی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گر رہے تھے مگر دل عشق رسول ﷺ کی حلاوت سے لذت آشنا ہو رہا تھا بقول علامہ اقبال ؎

عشق کی لذت مگر خطروں کی جانکاہی میں ہے

امام رازی نے اس واقعے کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

فلما وصلالى الغار دخل ابوبكر اولا فقال له النبى ﷺ: مالك؟

پس جب دونوں غار تک پہنچے تو پہلے ابوبکر داخل ہوئے تاکہ غار کا اچھی طرح جائزہ لے لیں کہ اس میں کوئی موذی شے تو نہیں تو حضور ﷺ نے انہیں مخاطب ہو کر فرمایا "تمہیں کیا پریشانی لاحق ہے؟"

marfat.com
Marfat.com

عاشق رسول نے حضور رسالت مآب ﷺ میں مودبانہ عرض کیا:

بابی انت وامی' ماوی السباع والھوام کان فیه
شی کان بی لابكّ وکان فی الغار جحر فوضع
عقبه علیه لئلا یخرج مایوذی الرسول

یا رسول اللہ! ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ غار موذی جانوروں کی آماجگاہ ہے اس لیے خدانخواستہ اس میں کوئی شے ہو تو تکلیف مجھے پہنچے آپ کو اذیت نہ پہنچے اور غار میں ایک سوراخ تھا تو ابو بکرؓ نے اپنی ایڑی اس پر رکھ دی تاکہ اس میں سے کوئی موذی جانور نکل کر حضور ﷺ کو ایذا نہ پہنچائے۔

امام رازی نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے دامن رسالت سے کامل وابستگی کو دلائل و براہین کی روشنی میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

ا۔ حضور اکرمؐ نے جب غار کا رخ اس لیے اختیار فرمایا کہ آپ کو یہ خدشہ لاحق تھا کہ کہیں کفار آپ کو قتل نہ کر ڈالیں تو آپ کو ابو بکر صدیقؓ کی باطنی کیفیت سے متعلق قطعی یقین حاصل تھا کہ صدیق اکبر مومنین ثابت قدم' صادقین اور صدیقین میں سے ہیں ورنہ بصورت دیگر حضور ﷺ کبھی بھی ایسے پر خطر اور نازک موقع پر صدیق اکبر کی معیت اختیار نہ فرماتے۔ کیونکہ اگر انہیں سیدنا صدیق اکبرؓ کے متعلق شائبہ بھی ہوتا تو یہ خدشہ لاحق تھا کہ وہ ان کے بارے میں دشمنوں کو باخبر نہ کر دیں۔

۲۔ یہ امر مسلم ہے کہ ہجرت کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا اور اس وقت حضور رسالت مآب ﷺ کے مخلص و جاں نثار صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی جو نسب کے اعتبار سے سیدنا صدیق اکبرؓ کی نسبت رسول اکرم ﷺ کے زیادہ قریب تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایسے نازک موقع پر سیدنا صدیق اکبرؓ کی ہمراہی و مصاحبت کا حکم بھی من اللہ نہ ہوتا تو حضور ﷺ انہیں اس

marfat.com
Marfat.com

مصاحبت کے لیے مختص نہ فرماتے اور بارگاہ خداوندی سے سیدنا صدیق اکبرؓ کا اس خدمت کے لیے مختص ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین میں کس قدر عالی منصب پر فائز ہیں۔

۳۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام نے رسول اکرم ﷺ سے قبل ہجرت اختیار کی لیکن یہ شرف رفاقت کے متمنی رہے اور آپ سے پہلے جانا گوارا نہ کیا بلکہ ایسے پر خطر اور نازک موقع پر آپ کی موانست کے لیے وابستہ خدمت رہے۔ اس امر سے ان کی عظیم فضیلت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو رسول اکرم ﷺ کے "صاحب" کے لفظ سے متصف فرمایا ہے۔ اس سے آپ کی فضیلت اپنے کمال پر نظر آتی ہے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے ثانی اثنین کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبرؓ کے حضور ہدیہ تحسین ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

کان ثانی محمد ﷺ فی اکثر المناصب الدینیة

حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کے ثانی تھے اور یہ ثانی ہونا بہت سے دینی مناصب میں تھا اور اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے۔

☆ آپ دعوت الی اللہ میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

☆ آپ غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

☆ آپ مجلس میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

☆ آپ مرض کی حالت میں امامت نماز میں حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

☆ آپ فوت ہوئے تو حضور اکرم ﷺ کے جوار میں جگہ پائی اور یہاں بھی آپ حضور اکرم ﷺ کے ثانی تھے۔

اب ہم حدیث اور تاریخ میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے جذبہ عشق رسول ﷺ اور مثالی کردار کا جائزہ لیتے ہیں:۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے ابن عمرو بن العاص سے پوچھا:

marfat.com

Marfat.com

اخبرنی باشدشی صنعه المشرکون بالنبی ﷺ
کوئی ایسا واقعہ بتائیے جس میں مشرکین مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو انتہائی شدید اذیت پہنچائی ہو۔
اس نے جواب دیا :

بنینا النبی ﷺ یصلی فی حجر الکعبه اذا اقبل عقبه بن ابی معیط فوضع ثوبه فی عنقه فخنقه خنقا شدید افاقبل ابوبکر حتی اخذ بمنکبه و دفعه عن النبی و قال : اتقتلون رجلا ان یقول "ربی الله"

حضور اکرم ﷺ ہمارے درمیان کعبہ مکرمہ کے مقام حجر میں نماز ادا فرمارہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط آگے بڑھا اور حضور ﷺ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر زور سے آپ کا گلا دبادیا پس حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور اسے کندھوں سے پکڑا اور حضور ﷺ سے کافر کو دفع کیا (ہٹایا) اور فرمایا "کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے ؟"

حضور ﷺ سے محبت اور وابستگی کی بنا پر آپ کو عبادت میں گہرا شغف ہو گیا تھا اور عبادت میں اس قدر سوز و گداز تھا کہ رقت کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ جو شخص بھی آپ کو اس عالم میں دیکھتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ جب قریش آپ کی عبادت میں مزاحم ہونے لگے تو آپ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت لی اور رخت سفر باندھ کر عازم حبش ہوئے جب آپ مقام برک الغماد پر پہنچے تو ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا "ابوبکر! کہاں کا قصد ہے ؟" آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کردیا ہے اب ارادہ ہے کہ کسی اور ملک چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی

marfat.com
Marfat.com

جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔ تم مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہو' قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو' مہمان نوازی کرتے ہو' مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو میرے ساتھ چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپ ابن الدغنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس آئے۔ ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کر دیا کہ آج سے ابوبکر میری امان میں ہیں ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہیے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے' قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے' مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے۔ قریش نے ابن الدغنہ کے امان کو تسلیم کیا۔ لیکن فرمائش کی کہ ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نماز پڑھیں اور قرآن کی تلاوت کریں لیکن گھر سے باہر نماز پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ قریش نے یہ الفاظ کہے :

ولا یستعلن به فانا نخشی ان یفتن نساء ناو ابناء نا
لیکن بلند آواز سے نہ پڑھیں کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ ہماری
عورتیں اور بچے اس کی آواز سے متاثر ہوں گے

چنانچہ آپ نے اپنے گھر میں صحن کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد بنالی اور وہاں عبادت الٰہی کا فریضہ انجام دینے لگے۔ لیکن بقول اقبال

جب سے آباد ترا عشق ہوا سینے میں
نئے جوہر ہوئے پیدا مرے آئینے میں

صحیح بخاری میں اس عاشق رسول کی پر سوز عبادت کا نقشہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے :

وکان یصلی فیه ویقراء القرآن فینقذف علیه نساء المشرکین و ابناء هم وهم یعجبون فیه و ینظرون الیه و کان ابوبکر رجلا بکاء لا یملك عینیه اذا قراء القرآن۔

marfat.com
Marfat.com

آپ وہاں نماز ادا فرماتے اور قرآن حکیم کی تلاوت کرتے۔
پس (اس پر سوز تلاوت سے متاثر ہو کر) مشرکین کی عورتیں
اور بچے آپ کے قریب جمع ہو جاتے اور آپ کی کیفیت کو
بنظر تعجب دیکھتے اور آپ کو دیکھتے رہتے اور ابوبکر پر کیفیت یہ
ہوتی کہ جب قرآن حکیم کو تلاوت کرتے تو زار و قطار روتے
اور انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہ رہتا تھا۔

چنانچہ قریش کو اس پر بھی اعتراض ہوا اور انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں لیکن وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اس سے ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے پھر نہ جائیں۔ اس لئے تم انہیں مطلع کر دو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ ہم تم کو ذمہ داری سے بری سمجھیں گے۔ ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکر سے جا کر کہا "تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس لیے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو۔ میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بد عہدی کی ہے"

لیکن عشق بھی کبھی مصلحت کیش ہوا ہے؟ انہیں ایسی قدغن کب راس آسکتی تھی؟ چنانچہ بقول اقبال

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

اس محبِّ صادق نے اذیتوں کے تلاطم کے لیے اپنی آغوش وا کر دی اور تمام مصلحتوں کو کمال استغناء سے کام لیتے ہوئے یکسر نظر انداز کر دیا اور فرمایا:

فانی اردالیك جوارك وارضی بجوار اللّٰه عزوجل۔

پس میں تمہاری امان تمہیں واپس لوٹاتا ہوں اور معبود حقیقی عزوجل کی پناہ پر راضی ہوں۔

marfat.com
Marfat.com

علامہ ابن حجر العسقلانی نے الاصابۃ میں "ام الخیر" کے ترجمے میں لکھا ہے:

لماسلم ابوبکر قام خطیبا فد عابد عاء الی اللّٰہ ورسولہ فثار المشر کون فضر بوہ......... انہ سال عن رسول اللّٰہ ﷺ بعد ان افاق من غشیتہ فقالت لہ امہ لاندری' فقال: سلی ام جمیل بنت الخطاب فذھبت الیھا فسالھا..........الخ

جب ابوبکرؓ مشرف باسلام ہوئے تو کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر سے تقریر کا آغاز کیا تو مشرکین آپ پر جھپٹ پڑے اور آپ کو مارا پیٹا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب غشی سے کچھ افاقہ ہوا تو آنکھیں کھولتے ہی سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھا تو آپ کی والدہ ماجدہ نے کہا کہ ہمیں کچھ علم نہیں تو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ام جمیل بنت خطاب سے دریافت کرو۔ پس آپ کی والدہ ان کے ہاں گئیں اور ان سے حضور اکرم ﷺ کی خیریت دریافت کی۔

رسول اکرم ﷺ سے آپ کے عشق و وابستگی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ کفار کے ہاتھوں پہنچنے والی اذیت اور تکلیف کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جب تک آپ ﷺ کی خیریت معلوم نہیں ہو گئی محبّ صادق کو چین نہیں آیا۔

حضور اکرم ﷺ نے قریش مکہ کی ایذا رسانی کے باوجود تیرہ برس تک مکہ میں تبلیغ و دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس بے بسی کی زندگی میں جان' مال' رائے و مشورہ غرض ہر حیثیت سے حضور اکرم ﷺ کے

marfat.com

Marfat.com

دست وبازو اور رنج وراحت میں شریک رہے۔ آنحضرت ﷺ روزانہ صبح وشام حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے جاتے اور دیر تک مجلس راز قائم رہتی۔

ایک روز حضور اکرم ﷺ خلاف معمول' ناوقت گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ کوئی ہو تو ہٹادو میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ گھر والوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ اندر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو پہلے بھی شرف رفاقت کی تمنا کا اظہار کر چکے تھے اب پھر ہمراہی کی تمنا کا اعادہ کیا ارشاد ہوا کہ ہاں تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہلے ہی سے دو اونٹ تیار کر لئے تھے۔ ایک آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور ایک پر خود سوار ہوئے۔

محبوب کے آرام کا اس قدر خیال تھا کہ غار ثور میں زہریلے سانپ نے کاٹا لیکن اس خادم جاں نثار نے اپنے آقا علیہ السلام کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارا نہ کیا۔ زہر اثر کرنے لگا' درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن اس وفا شعار رفیق نے اپنے جسم کو حرکت تک نہ دی کہ اس سے محبوب کے خواب وراحت میں خلل اندازی ہو گی۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک کے پورے سفر میں سیدنا صدیق اکبرؓ ایک لحہ بھی اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت سے غافل نہیں ہوئے اور ہر طرح کے آرام و آسائش کا پورا پورا خیال رکھا۔ جب حضور ﷺ بنی عمرو بن عوف میں قیام پذیر ہوئے تو انصار جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے۔ آنحضرت ﷺ خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کھڑے لوگوں کا استقبال کر رہے تھے بہت سے انصار جو پہلے آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے تھے وہ غلطی سے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گرد جمع ہونے لگے یہاں تک کہ جب آفتاب سامنے آگیا۔ تو جاں نثار خادم نے بڑھ کر اپنی چادر سے آقائے نامدار ﷺ پر سایہ کر دیا۔ اس وقت خادم و مخدوم میں امتیاز ہوا اور لوگوں نے رسالت مآب ﷺ کو پہچانا۔

marfat.com

Marfat.com

صحیح بخاری میں ہے:

فاقبل ابوبکر حتی ظل علیه بردائه فعرف الناس رسول الله ﷺ عند ذالك

پس حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور حضور ﷺ پر اپنی چادر کا سایہ کر دیا تو لوگوں نے اس پر رسول اللہ ﷺ کو پہچانا۔

آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد فتح مکہ تک خونریز جنگوں کا سلسلہ جاری رہا اور ان سب لڑائیوں میں صدیق اکبرؓ ایک مشیر و وزیر باتدبیر کی طرح ہمیشہ ہمرکابی سے مشرف رہے۔ صدیق اکبرؓ نے مالی خدمت وایثار میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا چنانچہ مکہ میں ابتداء جن لوگوں نے داعی توحید کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی جو اپنے مشرک آقاؤں کے پنجہ ظلم وستم میں گرفتار ہونے کے باعث طرح طرح کی اذیتوں میں مبتلا تھے۔ حضرت صدیقؓ نے ان مظلوم بندگان خدا کو ان کے جفاکار مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ عامر بن فہیرہ، نذیرہ، نہدیہ اور بنت نہدیہ وغیرھم نے اسی صدیقی جود وکرم کے ذریعے نجات پائی۔

رحمت عالم ﷺ کو جب مدینہ میں تعمیر مسجد کا خیال پیدا ہوا اس کے لیے جو زمین منتخب ہوئی وہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ گو کہ ان کے اولیاء واقربا بلا قیمت پیش کرنے پر مصر تھے تاہم رحمت للعالمین ﷺ نے یتیموں کا مال لینا پسند نہ فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اس کی قیمت دلوا دی۔

سن ۹ ہجری میں افواہ پھیلی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہوا چاہتا ہے۔ چونکہ مسلسل جنگوں کے باعث یہ نہایت عسرت و تنگ حالی کا زمانہ تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے جنگی تیاریوں کے لیے صحابہ کرام کو انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی۔ تمام صحابہ کرام نے حسب حیثیت اس میں حصہ لیا۔ حضرت عثمانؓ دولت مند تھے اس لیے بہت کچھ دیا لیکن اس موقع پر بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کا امتیاز قائم رہا، گھر کا سارا اثاثہ لا کر آنحضرت ﷺ کے سامنے ڈال دیا۔

marfat.com

Marfat.com

حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ تم نے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کی "ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہے"

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک روز ہمیں انفاق فی سبیل اللہ کے لیے ارشاد فرمایا میرے پاس مال تھا میں نے دل میں کہا کہ آج ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے نصف مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا "اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے؟" میں نے عرض کیا "اتنا ہی" اس کے بعد ابوبکر آئے اور اپنا سارا مال حضور رسالت مآب ﷺ میں پیش کر دیا آپ نے فرمایا۔

ماابقیت لا ھلک؟ قال ابقیت لھم اللّٰہ ورسولہ

گھر والوں کے لیے کیا باقی چھوڑا ہے؟ عرض کیا میں ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔

بقول اقبال:

حسن کامل ہے ترا عشق ہے کامل میرا

حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا:

لااسابقک الی شئی ابدا

حکیم الامت نے بانگ درا میں "صدیق" کے عنوان سے جو نظم کہی ہے اس میں مذکورہ بالا واقعہ بیان کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حضور ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

marfat.com

Marfat.com

بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روز گار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس!

سیدنا صدیق اکبرؓ کا مالی ایثار بیان کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں آرٹیکل ''صدیق'' کا مصنف رقمطراز ہے:

He was one of the earliest of Mohammad,s converts and spent the considerable wealth which he had acquired by trade in the service of new religion and in ransoming slaves.

المختصر' ایمان لانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تمام قوت و قابلیت' اثر ورسوخ کل مال و متاع' جان اور اولاد غرض جو کچھ آپ کے پاس تھا وہ سب دین کی راہ میں وقف کر دیا۔ قبول اسلام کے بعد ان کی تمام زندگی اطاعت و استقامت کی داستان ہے۔

احادیث و تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ سے گفتگو کرتے وقت ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے تھے لیکن سیدنا صدیق اکبرؓ اپنی والہانہ وابستگی کی بنا پر ادب و احترام کے اظہار میں بھی سب سے بازی لے گئے تھے۔ آپ کی گفتگو سے احترام ہی کا نہیں بلکہ عشق و محبت کے جذبات کا بے ساختہ اظہار ہوتا ہے اور آپ بات بات پر اپنے محبوب پر قربان ہو رہے ہیں۔ بخاری شریف کی صرف ایک حدیث سے اس امر کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم ہو گیا ہے۔ آپ کی ناوقت تشریف آوری کی خبر سیدنا صدیق اکبرؓ کو

marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کی اس غیر متوقع آمد پر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلتا ہے:

فداء له ابی وامی واللّٰه ماجاء به فی هذه الساعته الاامر۔

ان پر میرے ماں باپ قربان ہوں ایسے ناوقت میں آپ کی تشریف آوری کا موجب کوئی ضروری کام ہی ہو سکتا ہے۔

دروازہ کھولتے ہی حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں اور ابو بکر سے فرماتے ہیں:

اخرج من عندك.

تمہارے ہاں جو بھی ہے انہیں باہر بھجوا دیں۔

ابو بکر جواباً عرض کرتے ہیں:

انماهم اهلك بابی انت یا رسول اللّٰه!

یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں وہ سب گھر کے افراد ہی ہیں۔

جب حضور ﷺ بتاتے ہیں کہ آپ کو ہجرت کا حکم مل چکا ہے تو شرف رفاقت کی تمنا پیش کرتے ہیں:

الصحابة بابی انت یا رسول اللّٰه!

یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مصاحبت کی درخواست ہے۔

حضور ﷺ اثبات میں جواب دیتے ہیں اور آپ حضور ﷺ کی خدمت میں سواری کے لئے اونٹ پیش کرتے ہوئے یوں عرض گزارتے ہیں:

فخذبابی انت یا رسول اللّٰه احدی راحلتی هاتین

یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ان دو سواریوں میں سے جو چاہیں لے لیں۔

marfat.com

Marfat.com

مذکورہ بالا ہر ایک جملے سے آپ کے عشق و محبت اور ادب و احترام کی عکاسی ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ کی پوری زندگی حب رسول ﷺ سے سرشار گذری ہے۔ یہاں صرف دو واقعات اور عرض کرتا ہوں۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوتا ہے تو شمع رسالت کا یہ پروانہ فرط محبت و عقیدت سے اپنے محبوب کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہے اور بے ساختہ حضرت ﷺ پر قربان ہوا جاتا ہے بخاری شریف میں ہے :

فجاء ابوبكر فكشف عن رسول لله ﷺ فقبله قال: بابى انت وامى طبت حيا و ميتاو الذى نفسى بيده لايذيقك الله الموتتين ابدا

پس ابوبکر آئے حضور ﷺ کے چہرے سے چادر کو سرکایا حضور ﷺ کو بوسہ دیا اور کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ نے زندگی بھی پاکیزہ گذاری اور پاکیزگی سے ہی خالق حقیقی کو جا ملے اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں جان ہے وہ معبود حقیقی کبھی بھی آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا یعنی اب کبھی آپ پر موت نہ آئے گی۔

وصال سے کچھ روز پہلے جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

ان الله خير عبدا بين الدنيا و بين ماعنده فاختار ذالك العبد ما عند الله

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو یہ اختیار دیا کہ وہ چاہے تو اس چیز کو اپنائے جو دنیا میں ہے اور چاہے تو اسے اپنائے جو اللہ کے پاس ہے تو بندے نے اللہ کے ہاں جو ہے وہ اپنایا۔

تو عشق و محبت کا رازدار بے اختیار رو پڑا اور بے ساختہ ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

marfat.com
Marfat.com

فدیناک بابائنا و امھاتنا

ہم' ہماری مائیں اور ہمارے باپ آپ پر قربان ہوں

ان جملہ شواہد سے یہ امر روزروشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ اس محبّ صادق کو اپنے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس قدر والہانہ عشق تھا۔

محبوب کے مشن کی تکمیل :

یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ مئے عشق رسول ﷺ سے "خبرش باز نہ آمد" تک محدود نہ رہے بلکہ آپ نے اپنی تمام تر مسائی اپنے محبوب ﷺ کے مشن کی تکمیل میں صرف کر دیں۔

ا۔ آپ کی دعوت پر حضرت عثمان بن عفان' حضرت زبیر بن العوام' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت سعد بن ابی و قاص اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین جو معدن اسلام کے سب سے تاباں و درخشاں جواہر ہیں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عثمان بن مظعون' حضرت ابو عبیدہ' حضرت خالد بن سعید بن العاص بھی آپ ہی کی ہدایت سے اسلام میں داخل ہوئے۔

۲۔ آپ کے والد ابو قحافہ فتح مکہ تک نہایت استقلال کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے لیکن بفضلہ تعالیٰ اپنے فرزند سعید حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے نہایت شفقت سے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کلمات طیبات تلقین کر کے مشرف بہ اسلام فرمایا۔

۳۔ مکہ مکرمہ میں آپ کے شریعت حقہ کے فضائل و محامد پر تقریر کرنے کی بنا پر کفار مشرکین نے ابو بکر صدیق کو نہایت بے رحمی سے اور خدانا ترسی کے ساتھ اس قدر مارا کہ بالآخر بنو تیم کو باوجود مشرک ہونے کے اپنے قبیلہ کے ایک فرد کو اس حال میں دیکھ کر ترس آگیا اور انہوں نے مشرکین کے پنجہ ظلم سے چھڑوا کر ان کو مکان تک پہنچایا۔ شب کے وقت بھی حضرت ابو بکرؓ باوجود درد و تکلیف کے اپنے والدین اور خاندان کے اعزہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ صبح ہوئی

marfat.com

Marfat.com

تو رسول اکرم ﷺ کا پتہ دریافت کر کے اپنی والدہ کے ساتھ ابن ارقمؓ کے مکان میں آئے اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ میری والدہ حاضر ہیں ان کو راہ حق کی ہدایت کیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ" میں لکھا ہے

لما هلك ابوبكر ورثه ابواه و ماتت ام الخير قبل ابی قحافه و کاناقداسلما

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رحلت فرمائی تو ان کے والدین ان کے وارث ہوئے اور ام الخیر نے ابو قحافہ سے پہلے وفات پائی اور وہ دونوں مسلمان ہو چکے تھے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے اپنے محبوب ﷺ کے مشن کی تکمیل میں اپنے عہد خلافت میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ میں زریں حروف سے رقم ہیں۔ خطرات و مشکلات کے باوجود حضرت اسامہ بن زیدؓ کو شام کی مہم پر روانہ کرنا' مدعیان نبوت کا قلع قمع' مرتدین کی سرکوبی' جمع و ترتیب قرآن اور منکرین زکوٰۃ کو تنبیہہ آپ کے وہ گراں قدر کارنامے ہیں جو ملت اسلامیہ کے لئے باعث صد افتخار ہیں۔

اپنے محبوب کے مشن سے وابستگی کا یہ عالم ہے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور صاحب رائے بزرگ نے جب منکرین زکوٰۃ کے بارے میں نرم رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا تو آپ کے پائے ثبات کو وقتی مصلحتوں کے پیش نظر ذرا سی لغزش نہ آئی۔ یقین محکم اور نعمت اخلاص سے مالا مال اس پر عزم عاشق رسول نے واشگاف الفاظ میں فرمایا:

واللّٰه لا قاتل من فرق بين الصلوة والذكوة فان الذكوة حق المال واللّٰه لو منعونی عقالا كانوا يودو نه الى رسول اللّٰه ﷺ لقاتلتهم على منعه.

marfat.com

Marfat.com

معبود حقیقی کی قسم میں ضرور ان لوگوں سے قتال کروں گا
جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ کی فرض ادائیگی میں فرق و امتیاز کیا۔
بیشک زکوٰۃ مال کا حق ہے قسم خدا اگر انہوں نے ایک رسی کی
ادائیگی بھی روک دی جسے بطور زکوٰۃ وہ رسول اکرم ﷺ کو ادا
کرتے تھے تو اس کے روکنے پر بھی ان سے جہاد کروں گا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کو رسول کریم ﷺ کے ہر ارشاد پر کلی اعتماد اور یقین تھا۔ اس کی عقلی توجیہہ (Justification) کے کبھی طلب گار نہ ہوئے۔ چنانچہ حدیبیہ میں جو معاہدہ طے پایا وہ بظاہر کفار کے حق میں زیادہ مفید تھا۔ اس بنا پر حضرت عمرؓ کو نہایت اضطراب ہوا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ کفار سے اس قدر دب کر کیوں صلح کی جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر محرم اسرار نبوت تھے فرمایا "آنحضرت ﷺ خدا کے رسول ہیں اس لیے آپ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور وہ ہر وقت آپ کا معین و ناصر ہے"

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات ہی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کو شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ اسی مہم کے متعلق صحابہ کرام نے رائے دی کہ اس کو ملتوی کر کے پہلے مرتدین و کذاب مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جائے۔ لیکن خلیفہ اول کی طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ اس پیکر عزم نے فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر مدینہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے
کہ درندے آکر میری ٹانگیں کھینچنے لگیں جب بھی میں اس مہم
کو روک نہیں سکتا۔"

حضور ﷺ کی اپنے محبّ صادق پر خصوصی شفقتیں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کامل جذبہ اطاعت اور کلی اعتماد کے جواب میں حضور اکرم ﷺ کی شفقتیں بھی آپؓ پر بے پایاں تھیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

ان من امن الناس علی فی صحبته و ماله ابوبکر
بیشک جن لوگوں نے مجھ پر احسان کیا ان میں سے میرا سب سے بڑا محسن مصاحبت کے حوالے سے اور مال خرچ کرنے کے حوالے سے ابوبکر ہیں۔

لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر
مسجد کی طرف جو دروازے اور دریچے کھلتے ہیں سب بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔

ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا "دوبارا آنا" اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں؟ (یعنی آپ کا وصال ہو گیا ہو)۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان لم تجدینی فاتی ابابکر
اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس پہنچ جانا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسول اکرم ﷺ سے استفسار کیا:

ای الناس احب الیك؟

لوگوں میں سے سب سے بڑھ کر آپ کا محبوب کون ہے؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: عائشۃ

عائشہ (مجھے سب لوگوں سے پیاری ہے)

انہوں نے پوچھا: من الرجال؟

(اور) مردوں میں سے؟

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ابو ھا

ان کے والد

حضور ﷺ نے آپ کو مبشر بالجنۃ فرمایا' صدیق کے لقب سے نوازا اور اپنی علالت کے دوران آپ کو اپنی جگہ امامت پر مامور فرمایا۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو بارگہ رسالت مآب ﷺ میں جو مقام عالی حاصل تھا دوسرے صحابہ کرام اس سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ ابو لیلیٰ نے محمد

marfat.com
Marfat.com

بن الحنفیہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا:

ای الناس خیر بعد رسول اللہ؟

رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر و افضل کون ہیں؟

تو انہوں نے جواباً کہا: ابو بکر

حضور ﷺ کے وصال کے فوری بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ میں لوگ خلیفہ کے انتخاب کیلئے جمع ہوئے تو حضرت عمرؓ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہاتھ تھام لیا اور بیعت کرتے ہوئے یہ ہدیہ تحسین پیش کیا:

بل نبایعك انت فانت سیدنا و خیر نا واحبنا الی رسول اللہ۔

بلکہ ہم تو آپ کی بیعت کرتے ہیں آپ ہمارے آقا ہیں اور ہم میں سب سے افضل ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے سب سے بڑھ کر محبوب ہیں۔

عشق کا متوازن تصور

ایک محب صادق اور محبوب ہونے کے باوجود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عشق رسول ﷺ میں "سکر" نہیں "صحو" تھا۔ افراط نہ تھا اعتدال اور توازن تھا۔ آپ عشق سے مدہوش نہیں ہوئے تھے بلکہ بقول اقبال

ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

عشق رسول ﷺ نے آپ کے ہوش کو اور زیادہ جلا بخشی۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے موقع پر جب صحابہ کرامؓ ایک عجیب تذبذب کی کیفیت سے دوچار تھے اور حضرت عمرؓ جوش وارفتگی میں تقریر کر رہے تھے اور قسم کھا کھا کر رسول اللہ ﷺ کے انتقال فرمانے سے انکار کر رہے تھے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کا یہ حال دیکھ کر فرمایا "عمر! تم بیٹھ جاؤ" تمام مجمع آپ کی طرف جھک پڑا اور حضرت عمرؓ تنہا رہ گئے۔ آپ نے فرمایا:

marfat.com
Marfat.com

امابعد فمن کان یعبد محمد افان محمد اقدمات و من کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حی لایموت قال اللّٰہ:
وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلِ
امابعد جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔ پس محمد ﷺ رحلت فرما گئے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو (اسے یاد رکھنا چاہیے) اللہ زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے محمد رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔

یہ تقریر ایسی دلنشین تھی کہ ہر ایک کا دل مطمئن ہو گیا۔

صدیق اکبرؓ نے عشق رسول اللہ ﷺ کی لاثانی مثال پیش کر کے عالم انسانیت کو لافانی سبق دیا ہے کہ عشق و محبت کا تقاضا یہ نہیں کہ بھگوان کی بھگتی میں بھگت اس قدر محو اور منہمک ہو جائے کہ دنیا و مافیہا کو فراموش کر دے اور محبت کا افیونی بن کر رہ جائے بلکہ عشق وہ مئے ہے جو بے ہوش کرنے کی بجائے ہوش میں لے آئے۔ قوت عمل کو مہمیز لگائے۔ ذہن کو جلا بخشے۔ انسان نہ تو مغربیوں کی طرح جذبہ عشق سے عاری مادیت اور عقل پسندی کا غلام بن کر رہ جائے اور نہ مشرقیوں کی طرح ترک دنیا اور بیراگ کی طرف مائل ہو بلکہ اس کارگہ حیات میں مثبت' فعال' موثر اور بھرپور کردار ادا کرے۔ مئے عشق اسے بے خود نہ کر دے بلکہ اس کی خودی کو اس قدر مضبوط کرے کہ ممولے کو شہباز سے لڑا دے۔ وہ ظاہری چمک دمک اور طاقت کا توازن نہ دیکھے بلکہ ہر حالت میں اصول توازن قائم رکھے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی پوری زندگی عشق رسول اکرم ﷺ کی آئینہ دار ہے دل حب رسول ﷺ سے سرشار ہے۔ جسم فرمان رسول ﷺ کے مطابق زہد و طاعت اور عبادت کے لئے حضور حق میں جھکا ہوا ہے۔ مالی ایثار اس قدر ہے کہ پورا مال و متاع راہ حق میں قربان ہے۔ اقتدار ہے لیکن نشہ اقتدار نام کو نہیں۔ مجال ہے کسی موقع پر پائے ثبات کو لغزش آئی ہو۔ اس شان اور اس رنگ میں سیدنا

marfat.com
Marfat.com

صدیق اکبرؓ قومی اور ملی تقاضوں کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔

المختصر ذاتی زندگی ہو یا منصب خلافت پر فائز زندگی' صدق و صفا اور حیاء و وفا کا یہ پیکر حب رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ کا کامل نمونہ پیش کرتا ہے۔ عشق صدیق اکبرؓ نے عالم انسانیت کے لئے عشق کا ایک ایسا معتدل اور متوازن تصور پیش کیا ہے جس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ہم اپنے اس مضمون کو شاعر بارگہ رسالت حضرت حسان بن ثابتؓ کے ان اشعار پر ختم کرتے ہیں جن میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے عدیم النظیر جذبہ عشق رسول ﷺ کو ہدیہ تحسین پیش کیا گیا ہے۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو بہ اذ صاعد الجبلا
و کان حب رسول اللہ قد علموا
من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

"اس عظیم و بلند غار میں جب ثانی اثنین تشریف فرما تھے اور دشمن پہاڑ پر غار کے ارد گرد سر گرداں تھے۔ آپ رسول اکرم ﷺ کے محبوب ہیں اور سب جانتے ہیں کہ پوری مخلوق میں محبوبیت کے اس عظیم درجے پر کوئی شخص فائز نہیں ہوا"

حضرت حسان کی یہ تعریف محض شاعرانہ نہ تھی حقیقت پر مبنی تھی۔ واقعی پوری نوع انسانی میں عشق رسول ﷺ میں سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہم پایہ کوئی نہیں۔ علامہ محمود آلوسی نے لکھا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت حسانؓ کے یہ اشعار سنے تو فرط مسرت سے خندہ فرمایا اور کہا : صدقت یاحسان! ھو کماقلت.

اے حسان تو نے سچ کہا' صدیق واقعی ویسا ہی ہے جیسا تم نے کہا

ممکن ہے کوئی شخص آج حضرت حسانؓ کے ان اشعار کو صرف مدح پر محمول کر لیتا لیکن محسن انسانیت ﷺ نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے عدیم النظیر جذبہ عشق رسول پر مہر توثیق ثبت کر دی تاکہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی سوز صدیق سے قلب و روح کو گرماتی رہے۔

marfat.com
Marfat.com

زاویه